MINHAJ-UL-QURAN PUBLICATIONS
منہاج القرآن پبلیکیشنز

اِسلام

میں

محبّت اور عدمِ تشدّد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مولای صل وسلم دائماً ابداً

علی حبیبک خیر الخلق کلهم

محمد سید الکونین والثقلین

والفریقین من عرب ومن عجم

اللهم صل علی سیدنا ومولانا محمد وعلی آله وصحبه وبارک وسلم

فہرس

باب سوم

باب چہارم

بابِ پنجم

بابِ ششم

بابِ ہفتم

بابِ ہشتم

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ کا اِحسانِ عظیم ہے جس نے ہمیں پیکرِ رحمت و شفقت رسول، نبی آخر الزمان سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کا اُمتی ہونے کی سعادت عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ خود بھی رحمٰن و رحیم ہے اور اس کے پیارے رسول ﷺ کی صفت بھی رؤف و رحیم ہے۔ اسی طرح اسلام کی تعلیمات میں بھی رحمت و شفقت، لطف و کرم اور عفو و درگزر کا عنصر نمایاں ہے۔ اسلام امن وسلامتی کا دین ہے اور اپنے پیروکاروں کو بھی اَمن و عافیت کے ساتھ رہنے کی تلقین کرتا ہے۔ دور حاضر میں بدقسمتی سے نفرت و عداوت، قتل و غارت گری، جبر و بربریت اور دہشت گردی کو اسلام دشمنی میں اسلامی تعلیمات سے نتھی کر دیا گیا ہے حالانکہ جو بدبخت ایسے افعال کے مرتکب ہوتے ہیں ان کا اسلام سے دور کا واسطہ بھی نہیں۔

اللہ کریم کا لطف و کرم ہے کہ اس ذاتِ لا یزال نے دورِ حاضر میں ملت اسلامیہ کی علمی وفکری اور دینی وسیاسی رہنمائی کے لئے ان فتنہ پرور افراد، گروہوں اور سازشی اداروں کی سرکوبی اور اسلام کی حقیقی تعلیمات پھیلانے کے لئے جن صاحبانِ علم کا انتخاب فرمایا، اُن میں سر فہرست شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ العالی جیسی نابغہ روزگار شخصیت ہے جو بلاشبہ ملت اسلامیہ کی قابلِ فخر نمائندگی کر رہے ہیں۔

شیخ الاسلام مدظلہ العالی نہ صرف وطن عزیز میں قیام امن کے لیے ہمہ وقت کوشاں ہیں بلکہ پوری دنیا میں اسلام کا آفاقی پیغامِ امن وسلامتی عام کرنے کے لئے سرگرمِ عمل ہیں۔ قیام امن کے سلسلے میں آپ کی علمی وفکری کاوشیں آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ عالمی سطح پر آپ بجا طور پر سفیر امن کے ٹائٹل کے حق دار ہیں۔

شیخ الاسلام مدظلہ العالی کے خطابات اِسلام کے پیغام امن و محبت سے لبریز ہوتے ہیں۔ اسی تسلسل میں 3 جنوری 2015ء کو مینارِ پاکستان لاہور کے سبزہ زار میں منعقدہ 31 ویں سالانہ عالمی میلاد کانفرنس سے خطاب کے لیے آپ نے ابتداءً مدینہ طیبہ کی محبت کو موضوعِ سخن

بنانے کا ارادہ کیا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو اپنے شہر مدینہ سے کتنی محبت تھی اور آپ ﷺ اُمت کو اپنے شہر مدینہ سے کس کس انداز اور صورت میں محبت کا درس دیتے ہیں۔ اُنہوں نے خطاب کے آغاز تک گھنٹوں محبتِ مدینہ کے موضوع پر تیاری کے لیے مطالعہ کیا۔ اِسی حوالے سے حدیث مبارکہ کی اٹھارہ جلدوں پر مشتمل اپنی زیرِ طبع کتاب 'معارج السنن' پر نشانات لگائے۔ لیکن اُنہی دنوں 16 دسمبر 2014ء کو سانحہ پشاور ہوا تھا اور اُس سے قبل 17 جون 2014ء کو سانحہ ماڈل ٹاؤن بھی وقوع پذیر ہوا تھا، جہاں دن دیہاڑے ریاست نے دہشت گردی اور ظلم و ستم کی انتہاء کر دی تھی۔ جبکہ پشاور میں دہشت گردوں نے سیکڑوں طلباء اور معصوم بچوں کو شہید کر دیا تھا۔ بایں وجہ قوم کی ضرورت اور موقع کی مناسبت سے شیخ الاسلام نے خطاب کے لیے 'اسلام میں محبت اور عدمِ تشدد' کو موضوع بنایا جو حضور نبی اکرم ﷺ سے محبت کا ایک اہم تقاضا بھی ہے۔

زیرِ نظر کتاب میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ العالی کے مذکورہ خطاب کو مرتب کیا گیا ہے، جب کہ آپ کی براہِ راست ہدایات کی روشنی میں آپ کی دیگر کتب اور اُن خطبات و دروس سے اِضافہ جات بھی کیے گئے ہیں جو مختلف اوقات میں دینِ اسلام کی تعلیماتِ محبت و اَمن اور اِعتدال پسندی کے موضوعات پر ہوئے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے اِن شاء اللہ یہ امر بخوبی واضح ہوگا کہ اسلام امن و سلامتی اور عدم تشدد کا دین ہے۔ اسلام نے بلا امتیازِ مذہب - مسلم ہے یا غیر مسلم - سب کے لیے امن و رحمت اور محبت و شفقت کا درس دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ امتِ مسلمہ کو اسلام کے حقیقی تعلیمات کما حقہٗ سمجھ کر ان پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ)

(محمد تاج الدین کالامی)
سینئر رِیسرچ اسکالر
فریدِ ملّتؒ رِیسرچ اِنسٹی ٹیوٹ

بابِ اوّل

دینِ اسلام حقیقت میں دینِ محبت ہے

’اسلام درحقیقت دین محبت ہے‘، یہ ایک ایسا موضوع ہے جس کا تعلق اسلام کے ہمہ گیر فہم کے ساتھ ہے۔ حقیقت میں اِسلامی تعلیمات کی بنیاد اسی اساس پر قائم ہے اور اس کی تمام تر تعلیمات میں اس موضوع کی حیثیت بنیادی اور تعمیری نوعیت کی ہے۔ دینِ اسلام میں محبت و شفقت کے تین مرکز و محور ہیں:

۱۔ ذاتِ الٰہیہ

۲۔ ذاتِ مصطفیٰ ﷺ

۳۔ تعلیماتِ اِسلام

اللہ تبارک و تعالیٰ کی صفات بے شمار اور لامحدود ہیں، جن کا احاطہ کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی شمار، لیکن قرآن مجید میں اس نے اپنی جس صفت کو اپنی ذات، توحید، الوہیت اور ربوبیت کے تعارف کے لیے خصوصیت سے منتخب کیا وہ اس کی صفتِ رحمت ہے جس کے پس پردہ بھی درحقیقت محبت ہی کا جذبہ کارفرما ہے کیونکہ رحمتوں کا نزول بھی تو وہیں ہوتا ہے جہاں محبت ہوتی ہے۔

اِسی طرح حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات اقدس اور آپ ﷺ کی نبوت و رسالت میں ہر حوالہ سے نہ صرف انسانوں بلکہ جملہ مخلوقات سے محبت کا جذبہ غالب و برتر نظر آتا ہے۔ قرآن مجید ہو یا آپ ﷺ کے فرامین و اعمال ہر جگہ محبت، شفقت اور رحمت کے حسین مناظر بکثرت و نمایاں نظر آتے ہیں۔

یہی صورتِ حال دینِ اسلام کی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ’’دینِ اسلام‘‘ کی

جملہ تعلیمات میں رحمت، محبت، شفقت، نرمی، لطف و کرم اور عفو و درگزر کو بنیادی اہمیت دی ہے۔ دین اسلام کی جملہ تعلیمات بالواسطہ یا بلاواسطہ محبت ہی کے تصور پر قائم ہیں۔ اس لئے کہ اِن جملہ تعلیمات میں موجود شفقت، اُلفت، بخشش، لطف و کرم اور درگزر کے عنوانات جذبۂ محبت ہی کی وجہ سے تشکیل پاتے ہیں۔ مثلاً جب اسلام شریعتِ محمدی کی شکل میں اوامر و نواہی پر مبنی احکام اور قوانین دیتا ہے تو یہ شرعی احکام و قوانین بھی انسان کی فطری کمزوریوں کے پیشِ نظر اسے آسانی اور سہولت (convenience) دیتے نظر آتے ہیں۔ انسان کو یہ سہولت و آسانی فراہم کرنا دین اسلام کا طغرائے امتیاز اور نوعِ انسانی سے محبت کا مظہر ہے۔

دین اسلام کے دین محبت ہونے کی اس سے بڑی دلیل اور کیا ہوسکتی ہے کہ قرآنی تعلیمات کے ساتھ ساتھ حضور نبی اکرم ﷺ کی سیرت، قول و عمل اور تعلیم و تربیت کا سارا خلاصہ ہی بنی نوع انسان اور ساری مخلوق سے محبت و شفقت ہے۔

۱۔ صفاتِ الٰہیہ میں غلبہ محبت ہے

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جب اپنی مختلف صفات کا تذکرہ فرمایا تو وہاں سرفہرست اُن صفات ہی کو بیان فرمایا جن کی بنیاد جذبۂ محبت پر قائم ہے۔ ارشاد ہے:

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ.(۱)

وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، (حقیقی) بادشاہ ہے، ہر عیب سے پاک ہے، ہر نقص سے سالم (اور سلامتی دینے والا) ہے، امن و امان دینے والا (اور معجزات کے ذریعے رسولوں کی تصدیق فرمانے والا) ہے، محافظ و نگہبان ہے۔

اپنے اسم ذات کے ساتھ جن تین صفات کو سب سے پہلے بیان کیا وہ یہ ہیں:

(۱) الحشر، ۵۹: ۲۳

(۱) السَّلام (سلامتی دینے والا)، (۲) المؤمن (امان بخشنے والا، امن دینے والا) (۳) المُهَيْمِن (ہر خوف اور دہشت اور وحشت سے حفاظت فرمانے والا)۔

جب ہم اپنے ذہنوں میں اللہ رب العزت کی ان صفات کا تصور قائم کرتے ہیں تو اُس کی جمیع صفات میں سے امن و سلامتی دینے والی، حفاظت کرنے والی اور شفقت و رحمت عطا کرنے والی صفات کا تصور ہی غالب اور نمایاں نظر آتا ہے۔ اس لیے کہ اِن صفات کی بنیاد ہی محبت پر قائم ہے۔ وہ اپنی مخلوق سے محبت کرتا ہے۔ اور بتقاضائے محبت اُسے سلامتی اور امن دینے والا اور ہر خوف و دہشت سے حفاظت فرمانے والا ہے، وہ نہیں چاہتا کہ اُس کے محبوب بندے خوف کا شکار ہوں گویا یہ حفاظت بھی اسی جذبہ محبت ہی کے زیر اثر دی جا رہی ہے۔ درحقیقت دینِ اسلام کی جملہ تعلیمات میں وہی تصور غالب نظر آتا ہے جو ذات اقدس اپنے بندوں کے ذہنوں میں راسخ کرنا چاہتی ہے۔

۲۔ 'عفو و محبت' سنتِ الٰہیہ ہے

اللہ رب العزّت نے سورۃ البروج میں اپنا ذکر کرتے ہوئے دو صفات بیان فرمائیں:

هُوَ الْغَفُوْرُ الوَدُوْدُ. [1]

بڑا بخشنے والا، بہت محبت فرمانے والا ہے۔

گویا تقاضائے دین یہ ہے کہ ہم حضرت ذوالنون مصری کے اس فرمان **تَخَلَّقَا بِأَخْلَاقِ اللهِ الْجَمِيْلَة** [2] کے مصداق اللہ تعالیٰ کے اخلاق جمیلہ میں رنگ جائیں، کیونکہ یہی کمالِ بندگی و مسلمانی ہے کہ ہم اللہ کے اخلاق حسنہ میں رنگے جائیں۔ اللہ تعالیٰ کا خلق تو ھو

---

(۱) البروج، ۸۵:۱۴

(۲) أبو نعيم، حلية الأولياء، ۹:۳۵۱

الغفور (بہت معاف کرنے والا) ہے۔ ہم اپنی زندگیوں میں جھانک کر دیکھیں کہ ہم کتنا معاف کرنے والے ہیں۔ اللہ کریم نے غفور کے ساتھ اپنی دوسری صفت **الْوَدُوْد** بھی بیان فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کا اپنے دو اسماء کو جوڑنا حکمت کے تحت ہوتا ہے، ان کے اندر ایک معنوی ربط ہوتا ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کیسے اور کیوں معاف کرتا ہے؟ اگلے اسم کے ذریعہ اس کا جواب دیا کہ وہ **ودود** (محبت کرنے والا) ہے اور جو محبت کرتا ہے وہ معاف کر دیتا ہے۔

قرآن مجید میں رب کائنات کا اپنی مخلوق سے محبت کا مختلف انداز سے اظہار اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اس کی رحمت کے چشمہ سے فیضاب ہونے والے خود بھی اس کے اخلاق کریمانہ کا رنگ اپنے اوپر اس طرح چڑھا لیں کہ ساری مخلوق کے لئے سراپا محبت اور رحمت و شفقت بن جائیں۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اُس کے بندے بھی اُس کی طرح عفو و درگزر اور تمام انسانوں (دوست ہوں یا دشمن) کے لئے لطف و کرم کا پیکر اتم بن جائیں۔ اگر وہ لوگوں کی لغزشوں اور خطاؤں کو نظر انداز نہیں کر سکتے تو اللہ تعالیٰ سے یہ توقع کس طرح کر سکتے ہو کہ وہ اُن کی لغزشوں اور خطاؤں کو معاف کر دے گا۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے رحمت و شفقت اور محبت کا سلوک نہیں کر سکتے تو اپنے لیے اُس کی بارگاہ سے رحمت و شفقت کی امید کیسے کرتے ہو اور اُس کی محبت کے مستحق کیسے ٹھہرتے ہو؟ اگر تم لوگوں کے لیے مربی اور ان کی پرورش و کفالت کرنے والے نہیں بن سکتے تو اللہ تعالیٰ سے پرورش اور کفالت کے فیض کے طلبگار کیوں کر بنتے ہو۔ اگر تم لوگوں کے ساتھ حسنِ اخلاق اور حسنِ کردار کا مظاہرہ کر کے ان کی دل جوئی، نفع بخشی اور فیض رسانی کا مظاہرہ نہیں کر سکتے تو بارگاہِ الٰہی کے تمام فیوضات کے طالب کس طرح بنتے ہو؟ لوگوں کے لئے تم **جبار** اور **قہار** بن جاؤ، ظالم بن جاؤ، بربریت کا مظاہرہ کرو، دہشت گردی کا مظاہرہ کرو، تمہیں دیکھ کر لوگ تھر تھر کانپنے لگ جائیں اور تم خود اللہ تعالیٰ سے توقع کرو کہ جب تم گناہوں سے آلودہ دامن اور خون سے بھرا ہوا نامہ اعمال لے کر اُس کے سامنے آؤ تو وہ تمہیں بخش دے گا؟ اور تمہیں کوئی خوف نہیں ہو

گا؟ ایسا ممکن نہیں ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ سے لطف و کرم چاہتے ہو تو تمہیں بھی پیکرِ لطف و کرم بننا ہوگا، اگر اُس کی رحمت چاہتے ہو تو تم بھی اوروں کے لیے پیکرِ رحمت بن جاؤ۔ اُس کی محبت چاہتے ہو تو تم بھی اوروں کے لیے پیکرِ محبت بنو، بارگاہِ الٰہی سے امن چاہتے ہو تو تمہارے وجود سے بھی ہر دکھی اور پریشان حال کو امن ملنا چاہیے، اُس کی بارگاہ میں پیش ہونے پر ہر خوف سے نجات چاہتے ہو تو تمہارے وجود، تمہاری زندگیاں اور تمہارا طرزِ عمل ایسا ہونا چاہئے کہ جسے دیکھ کر لوگوں کے خوف و اضطراب دور ہو جائیں، انہیں امن و سکون کی خیرات اور تمہارے رویے سے حفاظت کی ضمانت مل جائے اور خطا کاروں کو تمہارے پاس سے بھی عفو و درگزر ملے۔

ایک روایت میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اُنہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

إِنَّ اللهَ كَرِيمٌ، يُحِبُّ الْكَرَمَ وَمَعَالِيَ الْأَخْلَاقِ، وَيَبْغَضُ سَفْسَافَهَا. (۱)

اللہ تعالیٰ کریم ہے اور وہ کرم اور اعلیٰ اخلاق کو پسند فرماتا ہے اور گھٹیا اَخلاق کو ناپسند فرماتا ہے۔

دینِ اسلام کی محبت بھری تعلیمات سے اللہ رب العزت ہمیں یہ تعلیم دینا چاہتا ہے کہ تمہاری زندگیوں میں یہ تصور راسخ ہو جائے کہ تم مرض سے نفرت کرو مگر مریض سے نہیں۔ اس لئے کہ اگر تم مریض سے ہی نفرت کرنے لگو گے تو اس کا ٹھکانہ کیا ہوگا؟ تم دکھوں سے

---

(۱) ۱۔ حاكم، المستدرك، ۱: ۱۱۱، رقم: ۵۱
۲۔ ابن راشد، الجامع، ۱۱: ۱۴۳، رقم: ۲۰۱۵۰
۳۔ طبراني، المعجم الكبير، ۳: ۱۳۱، رقم: ۱۵۱
۴۔ بيهقي، السنن الكبرى، ۱۰: ۱۹۱، رقم: ۲۰۵۷۰

ضرور پرہیز کرو مگر دکھیوں سے ہرگز نہیں کیونکہ اگر تم ہی اُن سے دامن چھڑانے لگے تو ان کے شکستہ دلوں کا مداوا کون کرے گا؟ اسی طرح تم گناہ سے نفرت کرو مگر گنہگار سے نہیں، کیوں کہ اگر تمہی گنہگاروں کو ٹھکرانے لگ گئے تو انہیں راہِ راست پر لانے والا کون ہو گا؟ بے شک پریشانیوں سے بچو مگر پریشان حالوں سے نہیں، انہیں سینے سے لگاؤ۔ اگر تم نے پریشان حالوں کو دھتکار دیا تو ڈرو اس وقت سے کہ کہیں تمہارا رب بھی پریشانی کے وقت تمہیں دھتکار نہ دے کہ تم نے میرے بندوں پر شفقت نہیں کی تھی لہٰذا آج تمہارے لئے بھی میری بارگاہ میں شفقت کی کوئی گنجائش نہیں۔ تم نے میرے بندوں پر رحمت نہیں کی تھی، آج تمہارے لئے میرے پاس بھی رحمت کی کوئی گنجائش نہیں۔ دنیا میں لوگ تمہارے سبب خوف وہراس میں مبتلا تھے، اب تم مجھ سے امن وسکون کی دولت کس طرح مانگتے ہو؟ یہ دراصل ایک پیغامِ محبت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی الوہیت، ربوبیت اور رحمت کے ذریعے انسانوں کو عطا فرمایا۔ اس کو قرآن مجید نے اس طرح بھی بیان فرمایا ہے:

وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ط وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ○[1]

اور غصہ ضبط کرنے والے ہیں اور لوگوں سے (ان کی غلطیوں پر) درگزر کرنے والے ہیں، اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے○

گویا جو لوگ ان عادات و خصائل کو اپنا لیں گے، وہ احسان والے قرار پائیں گے اور ایسی ہی صفات کے حامل افراد کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت مختص کر رکھی ہے۔

محبت شان الٰہی ہے جس کے دو انداز ہیں:

۱۔ شانِ محبانہ

۲۔ شانِ محبوبانہ

---

(۱) آل عمران، ۳: ۱۳۴

یعنی وہ محبّ کی حیثیت سے اپنی مخلوق سے محبت کرتا ہے، اس کے ردِّعمل میں مخلوق بھی اس سے محبت کرتی ہے اور یہاں سے اس کی شانِ محبوبیت کا اظہار ہوتا ہے۔

دینِ اسلام میں 'محبت' کو بنیادی اور کلیدی حیثیت حاصل ہے۔ جو دعویٰ ایمان 'محبت' سے خالی ہے وہ سرے سے ایمان ہی نہیں گردانا جاتا اور جس عقیدہ کا خمیر 'محبت' سے تیار نہیں ہوا، اس عقیدہ کی اسلام میں کوئی گنجائش ہی نہیں ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ.(۱)

اور جو لوگ ایمان والے ہیں وہ (ہر ایک سے بڑھ کر) اللہ سے بہت ہی زیادہ محبت کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے محبت کو ایمان والوں کی پہچان قرار دیا ہے۔ دلوں میں جذبہ محبت کی پیدائش و افزائش، خالق کائنات کا ہی احسان عظیم ہے۔ اس محبت کا پہلا ظہور ذاتِ مصطفیٰ ﷺ ہے جو محبوبِ ربِ کائنات ہیں اور جن کے صدقے اللہ تعالیٰ اپنی محبت کی خیرات دیگر مخلوق میں بھی بانٹتا نظر آتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ.(۲)

اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے گا تو عنقریب اللہ (ان کی جگہ) ایسی قوم کو لائے گا جن سے وہ (خود) محبت فرماتا ہوگا اور وہ اس سے محبت کرتے ہوں گے۔

---

(۱) البقرۃ، ۲: ۱۶۵

(۲) المائدۃ، ۵: ۵۴

قرآن مجید میں اس مقام پر رب کائنات نے محبت کے طریقہ کار کو بیان فرمایا کہ محبت کے عمل کا آغاز درحقیقت اللہ رب العزت کی طرف سے ہوتا ہے گویا محبت کرنا سنتِ الٰہیہ ہے۔ جب رب کائنات اپنی مخلوق میں سے کسی کے ساتھ محبت کرتا ہے تو جواب میں وہ بندہ بھی اس سے محبت کرنا شروع کر دیتا ہے۔ گویا جب تک اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت نہ کرے تب تک بندہ اللہ تعالیٰ سے محبت کر ہی نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی محبت کے لیے بعض دلوں کو چن لیتا ہے اور جس دل کو چن لیتا ہے اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے حضرت سلمہ بن مخلد رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا:

فَإِنَّ الْعَبْدَ إِذَا عَمِلَ بِطَاعَةِ اللهِ أَحَبَّهُ اللهُ وَإِذَا أَحَبَّهُ اللهُ حَبَّبَهُ إِلٰى خَلْقِهٖ وَإِذَا عَمِلَ بِمَعْصِيَةِ اللهِ أَبْغَضَهُ اللهُ فَإِذَا أَبْغَضَهُ بَغَّضَهُ إِلٰى خَلْقِهٖ. (۱)

جب بندہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت بجا لاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے، اور جب اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے، تو اسے اپنی مخلوق کے ہاں بھی محبوب بنا دیتا ہے، اور جب بندہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ناپسند کرتا ہے اور جب اسے ناپسند کرتا ہے تو اسے مخلوق کے ہاں بھی ناپسندیدہ بنا دیتا ہے۔

محبت کا تقاضا یہ ہے کہ محبوب کی ہر ادا، ہر رنگ، ہر ڈھنگ اور ہر عمل سے محبت کی جائے۔ یہی وہ جذبہ ہے جو بندے کو صراطِ مستقیم کی طرف راغب کرتا ہے۔ بندے کی نظر اپنے محبوب کی طرف ہوتی ہے اور وہ اس کی ہر ادا و صفت سے والہانہ محبت کا اظہار کرتا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کو فوجی دستے کا امیر بنا کر بھیجا۔ جب وہ امیر اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھاتے تو سورۂ اخلاص کی تلاوت ضرور کرتے۔ جب وہ لشکر واپس آیا تو لوگوں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے اُس (بات)

(۱) أحمد بن حنبل، الزهد: ۱۹۷

کا ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اُسے پوچھو کہ وہ ایسا کیوں کرتا تھا؟ دریافت کرنے پر اس صحابی نے کہا: اِس میں خدائے رحمٰن کی صفات کا بیان ہے، اِس لیے میں اِسے پڑھنا پسند کرتا ہوں۔ اس پر حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

أَخْبِرُوْهُ، أَنَّ اللهَ يُحِبُّهُ.[1]

اُسے بتا دو کہ اللہ تعالیٰ بھی اُس سے محبت کرتا ہے۔

لہٰذا محبت یک طرفہ نہیں بلکہ دو طرفہ تعلق کا نام ہے جس کا اظہار دونوں اطراف سے ہوتا رہتا ہے۔ محبت کے اس سفر میں اگر مخلوق کی طرف سے کمی آئے گی، نافرمانی، عدم پیروی، گناہ و عصیان کا ارتکاب ہوگا تو بارگاہِ رحمت سے ملنے والی محبت بھی معدوم ہو جائے گی اور ویسا شخص محرومی، مایوسی اور نحوست کا شکار ہو جائے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

قَالَ اللهُ: إِذَا أَحَبَّ عَبْدِي لِقَائِي أَحْبَبْتُ لِقَاءَهُ وَإِذَا كَرِهَ لِقَائِي كَرِهْتُ لِقَاءَهُ.[2]

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب التوحيد، باب ما جاء في دعاء النبي ﷺ أمته إلى توحيد الله تبارك وتعالى، ۶: ۲۶۸۶، رقم: ۶۹۴۰
۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب فضل قرائة قل هو الله، ۱: ۵۵۷، رقم: ۸۱۳
۳۔ نسائي، السنن، كتاب الافتتاح، باب الفضل في قرائة قل هو الله أحد، ۲: ۱۷۰، رقم: ۹۹۳

(۲) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالى: يريدون أن يبدلوا كلام الله، ۶: ۲۷۲۵، رقم: ۷۰۶۵
۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۴۱۸، رقم: ۹۴۰۰
۴۔ نسائي، السنن، كتاب الجنائز، باب فيمن أحب لقاء الله، ۴: ۱۰، رقم: ۱۸۳۵ ←

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب میرا بندہ مجھ سے ملنا پسند کرتا ہے تو میں بھی اس سے ملنا پسند کرتا ہوں اور جب وہ مجھ سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے تو میں بھی اس سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہوں۔

ایک روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ أَحَبَّ لِقَاءَ اللهِ، أَحَبَّ اللهُ لِقَاءَهُ، وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللهِ، كَرِهَ اللهُ لِقَاءَهُ، فَقُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللهِ، أَكَرَاهِيَةَ الْمَوْتِ؟ فَكُلُّنَا نَكْرَهُ الْمَوْتَ، فَقَالَ: لَيْسَ كَذٰلِكَ وَلٰكِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا بُشِّرَ بِرَحْمَةِ اللهِ وَرِضْوَانِهٖ وَجَنَّتِهٖ، أَحَبَّ لِقَاءَ اللهِ، فَأَحَبَّ اللهُ لِقَاءَهُ، وَإِنَّ الْكَافِرَ إِذَا بُشِّرَ بِعَذَابِ اللهِ وَسَخَطِهٖ، كَرِهَ لِقَاءَ اللهِ، وَكَرِهَ اللهُ لِقَاءَهُ. (۱)

جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو پسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملاقات کو پسند فرماتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملاقات ناپسند فرماتا ہے۔ میں نے عرض کیا: یا نبی اللہ! کیا اس سے مراد موت کی ناپسندیدگی ہے (یعنی موت کی ناپسندیدگی اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی ناپسندیدگی ہے)؟ جبکہ ہم میں سے ہر شخص (طبعًا) موت کو نا پسند کرتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ بات نہیں ہے، لیکن جب مومن کو اللہ تعالیٰ کی رحمت، رضا اور جنت کی

.... ۵۔ مالك، الموطأ، ۱: ۲۴۰، رقم: ۵۶۹

۶۔ ابن حبان، الصحيح، ۲: ۸۴، رقم: ۳۶۳

۷۔ ديلمي، مسند الفردوس، ۳: ۱۷۲، رقم: ۴۴۶۰

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب من أحب لقاء الله أحب الله لقاء ه ومن كره لقاء الله كره الله لقاء ه، ۴: ۲۰۶۵، رقم: ۲۶۸۴

۲۔ منذري، الترغيب والترهيب، ۴: ۱۷۱، رقم: ۵۲۹۷

بشارت دی جائے تو وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو پسند کرتا ہے جب کہ کافر کو اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کی ناراضگی کی خبر دی جائے تو وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔

اللہ رب العزت کی ذات مبارکہ اپنے بندوں کی طرف ہمہ وقت متوجہ رہتی ہے اور اس انتظار میں رہتی ہے کہ کب میرا بندہ، بندگی اختیار کرتے ہوئے میری طرف رجوع کرتا ہے اور جب کوئی بندہ اپنے مالک و مولیٰ کی طرف متوجہ ہوتا اور محبت کا اظہار کرتا ہے تو رب کائنات اس کے متوجہ ہونے اور اظہارِ محبت کے بدلے اس سے کئی گنا زیادہ محبت کا اظہار فرماتا ہے۔ اگر انسان کو رب کائنات کی اس والہانہ محبت کا احساس ہو جائے تو وہ دنیا و مافیہا سے بے نیاز صرف اُسی کی طلب اور محبت میں مستغرق رہے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہمارا محبوب ہی نہیں بلکہ محبّ بھی ہے اور اپنے بندوں سے اُن سے کہیں بڑھ کر محبت کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ○[1]

بے شک اللہ بہت توبہ کرنیوالوں سے محبت فرماتا ہے اور خوب پاکیزگی اختیار کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔

اللہ رب العزت اپنے بندوں کی طرف سے کئے گئے اظہارِ محبت پر انہیں کس طرح جواب دیتا ہے، اس کی وضاحت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیثِ قدسی میں ہوتی ہے جس میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا:

إِذَا تَلَقَّانِي عَبْدِي بِشِبْرٍ، تَلَقَّيْتُهُ بِذِرَاعٍ. وَإِذَا تَلَقَّانِي بِذِرَاعٍ، تَلَقَّيْتُهُ بِبَاعٍ، وَإِذَا تَلَقَّانِي بِبَاعٍ، جِئْتُهُ أَتَيْتُهُ بِأَسْرَعَ.[2]

---

(۱) البقرة، ۲:۲۲۲

(۲) ا۔ مسلم، الصحيح، كتاب الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب ←

جب میرا بندہ ایک بالشت میری طرف بڑھتا ہے، تو میں ایک ہاتھ اس کی طرف بڑھتا ہوں اور اگر وہ ایک ہاتھ میری طرف بڑھتا ہے تو میں دو ہاتھ اس کی طرف بڑھتا ہوں اور جب وہ میری طرف دو ہاتھ بڑھتا ہے تو میں تیزی سے اس کی طرف بڑھتا ہوں (یعنی اس پر اپنی راہیں آسان کر دیتا ہوں اور اس کی محنت اور مجاہدے سے زیادہ اس پر فضل و کرم فرماتا ہوں)۔

بات صرف یہیں تک ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ مبارکہ آخرت میں بھی اپنے محبوب بندوں کی طرف سے اظہارِ محبت کو پسند فرمائے گی۔ حضرت معاذ بن جبل ﷛ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنْ شِئْتُمْ أَنْبَأْتُكُمْ مَا أَوَّلُ مَا يَقُوْلُ اللهُ ﷯ لِلْمُؤْمِنِيْنَ، وَمَا أَوَّلُ مَا يَقُوْلُوْنَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. قُلْنَا: نَعَمْ، يَا رَسُوْلَ اللهِ، قَالَ: إِنَّ اللهَ ﷯ يَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ: هَلْ أَحْبَبْتُمْ لِقَائِي؟ فَيَقُوْلُوْنَ: نَعَمْ، يَا رَبَّنَا. فَيَقُوْلُ: لِمَ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: رَجَوْنَا عَفْوَكَ وَمَغْفِرَتَكَ. فَيَقُوْلُ: قَدْ وَجَبَتْ لَكُمْ مَغْفِرَتِي. (۱)

اگر تم چاہو تو میں تمہیں بتاؤں کہ اللہ تعالیٰ مومنوں سے پہلی بات کیا فرمائے گا اور مومن اسے پہلی بات کیا کہیں گے؟ ہم نے عرض کیا: جی ہاں، یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ ﷯ مومنوں سے فرمائے گا کہ کیا تم میری ملاقات پسند کرتے

.... الحث علی ذکر اللہ تعالی، ۴: ۲۰۶۱، رقم: ۲۶۷۵
۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۱۶، رقم: ۸۱۷۸
۳۔ أیضاً، ۳: ۲۸۳، رقم: ۱۴۰۴۵
(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۲۳۸، رقم: ۲۲۱۲۵
۲۔ طبراني، المعجم الکبیر، ۲۰: ۱۲۵، رقم: ۲۵۱

تھے؟ وہ عرض کریں گے: جی ہاں، اے ہمارے پروردگار! وہ فرمائے گا: کیوں؟ وہ عرض گزار ہوں گے: (اس لیے کہ) ہم (ملاقات میں) تیری معافی اور بخشش کی اُمید رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میری بخشش تمہارے لیے طے ہے۔

لہٰذا دنیا میں اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والوں کو آخرت میں معافی اور بخشش کی صورت میں اجر عطا ہوگا اور ان محبّ ومحبوب بندوں کو اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کا شرف بھی حاصل ہوگا۔ یہ سب کچھ اسی محبت کا نتیجہ ہے جس پر دین اسلام کی پوری عمارت قائم ہے۔

۳۔ 'محبت کی توفیق'، احسانِ الٰہی ہے

اللہ رب العزت جن لوگوں کو اپنی محبت کے لیے چن لیتا ہے تو ان سے بالکل جدا تعلق اختیار فرماتا ہے۔ جس کو وہ اپنا کہہ دے تو پھر اس بات کو اپنے تک نہیں رکھتا بلکہ اس محبت میں ہر ایک کو شریک کر لیتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا أَحَبَّ اللهُ الْعَبْدَ نَادٰى جِبْرِيْلَ: إِنَّ اللهَ يُحِبُّ فُلَانًا، فَأَحْبِبْهُ، فَيُحِبُّهُ جِبْرِيْلُ، فَيُنَادِي جِبْرِيْلُ فِي أَهْلِ السَّمَاءِ: إِنَّ اللهَ يُحِبُّ فُلَانًا، فَأَحِبُّوْهُ، فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ، ثُمَّ يُوْضَعُ لَهُ الْقَبُوْلُ فِي الْأَرْضِ. (۱)

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب بدء الخلق، باب ذكر الملائكة، ۳: ۱۱۷۵، رقم: ۳۰۳۷
۲۔ أيضًا، كتاب الأدب، باب المِقَةِ من الله تعالى، ۵: ۲۲۴۶، رقم: ۵۶۹۳
۳۔ مسلم، الصحيح، كتاب البر والصلة والآداب، باب إذا أحب الله عبدا حببه إلى عباده، ۴: ۲۰۳۰، رقم: ۲۶۳۷
۴۔ مالك، الموطأ، ۲: ۹۵۳، رقم: ۱۷۱۰

جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبرائیل علیہ السلام کو آواز دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت رکھتا ہے لہٰذا تم بھی اس سے محبت کرو۔ تو جبرائیل علیہ السلام اس سے محبت کرتے ہیں۔ پھر جبرائیل علیہ السلام آسمانی مخلوق میں ندا دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے، لہٰذا تم بھی اس سے محبت کرو۔ چنانچہ آسمان والے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور پھر زمین والوں (کے دلوں) میں (بھی) اس کی مقبولیت رکھ دی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے محبت کرتا ہے۔ اس لیے کہ وہ ہمہ وقت اسی کی رضا، خوشنودی کے طالب و متلاشی رہتے ہیں۔ وہ ہر وقت اور ہر عمل میں محبوب کی رضا کو مقدم رکھتے ہیں۔ پس اس جذبہ محبت، خلوص نیت کی بنا پر اُسے دامان رحمت میں لے لیا جاتا ہے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ الْعَبْدَ لَيَلْتَمِسُ مَرْضَاةَ اللهِ وَلَا يَزَالُ بِذٰلِکَ. فَيَقُوْلُ اللهُ عزوجل لِجِبْرِيلَ: إِنَّ فُلَانًا عَبْدِي يَلْتَمِسُ أَنْ يُرْضِيَنِي؛ أَلَا، وَإِنَّ رَحْمَتِي عَلَيْهِ. فَيَقُوْلُ جِبْرِيْلُ: رَحْمَةُ اللهِ عَلٰى فُلَانٍ وَيَقُوْلُهَا حَمَلَةُ الْعَرْشِ وَيَقُوْلُهَا مَنْ حَوْلَهُمْ حَتّٰى يَقُوْلَهَا أَهْلُ السَّمٰوَاتِ السَّبْعِ، ثُمَّ تَهْبِطُ لَهُ إِلَى الْأَرْضِ. [1]

بے شک ایک بندہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا طلب گار ہوتا ہے، اور مسلسل اسی جستجو میں رہتا ہے، جس پر اللہ تعالیٰ جبریل علیہ السلام سے فرماتا ہے: فلاں شخص میری رضا کی جستجو میں ہے۔ آگاہ رہو! بلاشبہ میری رحمت اس پر سایہ فگن ہے۔ جبریل علیہ السلام کہتے ہیں: فلاں آدمی پر اللہ تعالیٰ کی رحمت سایہ فگن ہے۔ حاملین عرش بھی یہی کہتے

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۲۷۹، رقم: ۲۲۴۵۴
۲۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۲: ۵۷، رقم: ۱۲۴۰

ہیں اور ان کے آس پاس کے فرشتے بھی یہی کہنے لگتے ہیں، حتیٰ کہ ساتوں آسمانوں کی مخلوق بھی یہی کہنے لگتی ہے۔ پھر (اُس کے لیے کہی گئی) یہ بات زمین پر اُتار دی جاتی ہے (یعنی زمین والے بھی یہ کہنے لگتے ہیں کہ فلاں پر خدا کی رحمت ہے)۔

۴۔ 'محبت' اصلِ ربوبیت ہے

اللہ تعالیٰ کی محبت صرف مسلمانوں کیلئے نہیں بلکہ وہ اپنی تمام مخلوق سے محبت کرتا ہے۔ اس کی دلیل کلام الٰہی کی پہلی آیت ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَo﴾ ہے کہ 'میں سارے جہانوں اورکل مخلوق کا رب ہوں'۔ **الحمد** سے **والنّاس** تک کسی ایک مقام پر بھی یہ نہیں فرمایا کہ میں **رب المسلمین** ہوں، یعنی صرف مسلمانوں کا رب ہوں بلکہ فرمایا میں **رب العالمین** یعنی سارے جہانوں، کائنات اور جمیع مخلوقات و موجودات کا رب ہوں۔

رب کا معنی پرورش کرنے اور کمال تک پہنچانے والا ہے لہٰذا رب کا معنی ہوا کہ وہ ہستی جو کسی شے کو ایک انتہائی سادہ اور ابتدائی حالت میں سے ترقی دیتے ہوئے درجہ کمال تک پہنچا دے۔ یہ بات مسلّم ہے کہ کسی کو ترقی دینا اس وقت تک ممکن نہیں ہوتا جب تک ترقی دینے والے کا زاویۂ نگاہ رحمت و احسان اور لطف و کرم نہ ہو۔ پس ثابت ہوا کہ تربیت کے اس تمام عمل کی اصل بھی محبت ہی ہے۔ جب تک محبت نہ ہو پرورش کرنا بہت مشکل اور محال ہے۔

محبت، تربیت کی بنیاد بھی ہے اور ایسا مؤثر عنصر (factor) بھی جس سے تربیت اور پرورش وجود میں آتی اور ظہور پذیر ہوتی ہے۔ اگر ماں باپ کے دلوں میں محبت نہ ہو تو وہ اولاد کی تربیت و پرورش ہی نہ کرسکیں۔ اولاد کی تربیت میں ماں کا کردار اس لئے بھی زیادہ ہے کہ وہ اپنے بچوں کے لئے اپنے دل میں باپ سے زیادہ محبت و رحمت رکھتی ہے۔ ماں بچے کو اپنے خون سے بنا ہوا دودھ پلاتی ہے اور اس کو آرام پہنچانے کے لئے تکالیف و

مشکلات برداشت کرتی رہتی ہے۔ اگر اسے اپنے بچے سے محبت نہ ہوتو وہ ان تمام مراحل کو کیسے انجام دے سکتی ہے؟

ماں اولاد کی پرورش کرتی ہے، اپنا دودھ پلاتی ہے، اس لئے کہ اسے اس سے محبت ہے۔ طویل سرد راتوں میں بچے کے پیشاب سے بھیگے بستر پر خود ساری رات گزار دیتی ہے لیکن بچے کو خشک جگہ سلاتی ہے۔ وہ جگہ بھی بھیگ جائے تو سینے پہ سلاتی ہے۔ بچہ روئے تو ساری رات جاگ کر گذار دیتی ہے۔ صرف اس لئے کہ ماں پیکرِ محبت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حیوانوں اور جانوروں میں بھی محبت کا عنصر رکھا ہے۔ اسی کی بدولت چڑیا بھی اپنے بچے کی پرورش کرتی ہے، اپنا دانہ اس کے منہ میں ڈالتی ہے۔ اگر جانوروں میں محبت کا عنصر نہ ہوتا تو کوئی بھی جانور اپنے بچے نہ پال سکتا۔ پالنے اور پرورش کرنے کا عمل محبت کے بغیر ممکن ہی نہیں۔ جب مخلوق میں کوئی محبت کے بغیر پرورش نہیں کرسکتا تو رب تعالیٰ تو ساری کائنات کا پالنے والا ہے، اس کی محبت کا عالم کیا ہوگا؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

إِنَّ اللهَ خَلَقَ الرَّحْمَةَ يَوْمَ خَلَقَهَا مِائَةَ رَحْمَةٍ، فَأَمْسَكَ عِنْدَهُ تِسْعًا وَتِسْعِيْنَ رَحْمَةً وَأَرْسَلَ فِي خَلْقِهِ كُلِّهِمْ رَحْمَةً وَاحِدَةً، فَلَوْ يَعْلَمُ الْكَافِرُ بِكُلِّ الَّذِي عِنْدَ اللهِ مِنَ الرَّحْمَةِ لَمْ يَيْئَسْ مِنَ الْجَنَّةِ، وَلَوْ يَعْلَمُ الْمُؤْمِنُ بِكُلِّ الَّذِي عِنْدَ اللهِ مِنَ الْعَذَابِ لَمْ يَأْمَنْ مِنَ النَّارِ. [1]

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الرقاق، باب الرجاء مع الخوف، ۵: ۲۳۷۴، رقم: ۶۱۰۴

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب التوبة، باب في سعة رحمة الله تعالى وأنها سبقت غضبه، ۴: ۲۱۰۹، رقم: ۲۷۵۵

۳۔ ترمذي، السنن، كتاب الدعوات، باب خلق الله مائة رحمة، ۵: ۵۴۹، رقم: ۳۵۴۲

جس روز اللہ تعالیٰ نے رحمت کو پیدا فرمایا تو اس کے سو حصے کیے اور ننانوے حصے اپنے پاس رکھ کر ایک حصہ اپنی ساری مخلوق کے لیے بھیج دیا۔ پس اگر کافر بھی یہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کتنی رحمت ہے تو وہ بھی جنت سے مایوس نہ ہو؛ اور اگر مومن یہ جان جائے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں کتنا عذاب ہے تو وہ (کبھی) جہنم سے بے خوف نہ ہو۔

ایک دوسری روایت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ لِلّٰهِ مِائَةَ رَحْمَةٍ أَنْزَلَ مِنْهَا رَحْمَةً وَاحِدَةً بَيْنَ الْجِنِّ وَالإِنْسِ وَالْبَهَائِمِ وَالْهَوَامِّ، فَبِهَا يَتَعَاطَفُوْنَ، وَبِهَا يَتَرَاحَمُوْنَ، وَبِهَا تَعْطِفُ الْوَحْشُ عَلٰى وَلَدِهَا، وَأَخَّرَ اللهُ تِسْعًا وَتِسْعِيْنَ رَحْمَةً يَرْحَمُ بِهَا عِبَادَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (۱)

اللہ تبارک تعالیٰ کی سو رحمتیں ہیں، اس نے ان میں سے ایک رحمت جن و انس اور حیوانات و حشرات الارض پر نازل کی جس وجہ سے وہ ایک دوسرے پر شفقت کرتے اور ایک دوسرے پر رحم کرتے ہیں، اور اسی وجہ سے ہی وحشی جانور بھی اپنے بچوں پر رحم کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ننانوے رحمتیں بچا رکھی ہیں جن سے قیامت کے دن اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا۔

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب التوبة، باب في سعة رحمة الله تعالى وأنها سبقت غضبه، ۴: ۲۱۰۸، رقم: ۲۷۵۲
۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۴۳۴، رقم: ۹۶۰۷
۳۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الزهد، باب ما يرجى من رحمة الله يوم القيامة، ۲: ۱۴۳۵، رقم: ۴۲۹۳
۴۔ أبو يعلى، المسند، ۱۱: ۲۵۸، ۳۲۸، رقم: ۶۳۷۲، ۶۴۴۵

الغرض اللہ رب العزت نے جسے بھی اپنی اولاد کی پرورش کی ذمہ داری دی ہے خواہ وہ انسان ہے، جانور ہے یا پرندہ، اسے اس نے اپنی اولاد کے لئے مجازی رب بنایا ہے یعنی مجازی طور پہ تربیت کرنے والا اور پالنے والا بنایا ہے جبکہ اس کی اپنی ذات ساری کائنات اور کل مخلوقات کے لئے محبت و رحمت سے معمور ہے۔ اس میں خواہ انسان ہوں یا حیوان، چرند ہوں یا پرند، مسلم ہوں یا غیر مسلم، مومن ہوں یا منکر، مشرک ہوں یا موحد، ملائک ہوں یا عالمِ خلق کی دیگر مخلوق، اللہ رب العزت کی ربوبیت اُن کے لئے محبت و رحمت سے لبریز ہے چونکہ اللہ تعالیٰ ان سب مخلوقات کی پرورش کرتا ہے اور ہر شے کو ایک نقطۂ آغاز سے لے کر کمال تک پہنچاتا ہے اس لئے رب العالمین کہلوانا بھی اسی کو زیبا ہے۔

اس کی اپنی مخلوق سے محبت و رحمت اس حقیقت سے بھی قطعی عیاں ہے کہ جہاں جہاں اور جس جس خطے میں بھی اس کی مخلوق موجود ہے وہیں اس کے پیدا ہونے، باقی رہنے کے لئے جملہ ساز و سامان بھی پیدا کیے ہیں۔ محبت و رحمت نہ ہو تو تربیت نہیں ہوسکتی اور جہاں تربیت ہوگی وہاں لازماً محبت و رحمت بھی ہوگی۔

۵۔ باری تعالیٰ کا گناہ گاروں سے خطابِ محبت

گناہ گار بندوں سے محبت بھرا کلام سورۃ الزمر کی آیت نمبر ۵۳ میں اس طرح بیان ہوا ہے:

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ○[1]

آپ فرما دیجیے: اے میرے وہ بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کر لی ہے، تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا، بے شک اللہ سارے گناہ معاف فرما دیتا ہے،

---

(۱) الزمر، ۳۹: ۵۳

وہ یقیناً بڑا بخشنے والا، بہت رحم فرمانے والا ہےo

سبحان اللہ۔ قربان جائیں اس اندازِ تخاطب پہ کہ گنہگاروں کو نوید بخشش سے پہلے ہی ''یٰعِبَادِیَ'' اے میرے بندو! کہہ کر مژدۂ محبت سنا دیا کہ گناہ گار ہو کر بھی تم ہو تو میرے ہی بندے۔ اللہ اللہ اپنائیت کا محبت بھرا کیا خوب صورت انداز ہے۔ ایسا روح پرور اور دلربا انداز کہ جس نے بزبانِ مصطفیٰ ﷺ ان خطا کاروں کے سارے غم، بوجھ، وحشتیں اور مایوسیاں دور کر دیں جو اپنے گناہوں کے خوف اور مایوسی کے سبب راہِ حق سے ہٹتے جا رہے تھے انہیں ایک حوصلہ مل گیا، ٹھہراؤ نصیب ہوگیا اور وہ ایک مرتبہ پھر اپنے اللہ سے وابستہ ہوگئے۔ ان کے دلوں میں اپنے رب کی رحمت، امید نہیں بلکہ یقین کا سورج بن کر طلوع ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمتِ بے پایاں کے سبب ہمارے گناہوں اور نافرمانیوں کے باوجود اپنی محبت کا اس طرح اظہار فرمایا کہ ہمیں اپنا بندہ کہا ہے اور ہمیں اپنی بارگاہ سے دھتکار نہیں دیا۔ اللہ تعالیٰ اب بھی ہمارا ہی ہے۔ اگرچہ ہم اس کے احکامات کی بجا آوری میں کوتاہی کے مرتکب ہوئے تاہم اُس کی رحمت و محبت آج بھی ہماری ہی راہ تک رہی ہے۔

اسی مفہوم میں احادیث مبارکہ بھی وارد ہوئی ہیں۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَللهُ أَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ حِيْنَ يَتُوبُ إِلَيْهِ، مِنْ أَحَدِكُمْ كَانَ عَلٰى رَاحِلَتِهِ بِأَرْضِ فَلَاةٍ، فَانْفَلَتَتْ مِنْهُ، وَعَلَيْهَا طَعَامُهُ وَشَرَابُهُ، فَأَيِسَ مِنْهَا، فَأَتٰى شَجَرَةً، فَاضْطَجَعَ فِي ظِلِّهَا، قَدْ أَيِسَ مِنْ رَاحِلَتِهِ، فَبَيْنَا هُوَ كَذٰلِكَ إِذَا هُوَ بِهَا، قَائِمَةً عِنْدَهُ، فَأَخَذَ بِخِطَامِهَا، ثُمَّ قَالَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ: اَللّٰهُمَّ، أَنْتَ عَبْدِي وَأَنَا رَبُّكَ. أَخْطَأَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ. (۱)

---

(۱) ا۔ بخاري، الصحيح، كتاب الدعوات، باب التوبة، ۵: ۲۳۲۴، رقم: ۵۹۴۹

جب اللہ تعالیٰ کا کوئی بندہ اُس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو اِس (شخص کے توبہ کرنے) پر اُس (شخص) سے (بھی) زیادہ خوشی ہوتی ہے جو جنگل میں اپنی سواری پر جائے اور (وہاں) سواری اُس سے گم ہو جائے اور اُسی سواری پر اس کے کھانے پینے کی چیزیں ہوں۔ وہ اس (سواری کے نہ ملنے) سے مایوس ہوکر ایک درخت کے پاس آئے اور اس کے سائے میں لیٹ جائے۔ جس وقت وہ سواری سے مایوس ہوکر لیٹا ہوا ہوتو اچانک (کہیں سے) وہ سواری اس کے پاس آ کھڑی ہو۔ وہ اس کی مہار پکڑ لے، پھر خوشی کی شدت سے یہ کہہ بیٹھے: 'اے اللہ! تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا ربّ ہوں'۔ یعنی وہ شدتِ مسرت کی وجہ سے غلطی کر جائے۔

حضرت ابو سعید اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما دونوں بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللهَ يُمْهِلُ حَتّٰى إِذَا ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ الْأَوَّلُ نَزَلَ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَيَقُوْلُ: هَلْ مِنْ مُسْتَغْفِرٍ؟ هَلْ مِنْ تَائِبٍ؟ هَلْ مِنْ سَائِلٍ؟ هَلْ مِنْ دَاعٍ؟ حَتّٰى يَنْفَجِرَ الْفَجْرُ. (1)

.... ٢۔ مسلم، الصحيح، کتاب التوبة، باب في الحض على التوبة والفرح بها، ۴: ۲۱۰۴، رقم: ۲۷۴۷

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۲۸۳، رقم: ۱۸۵۱۵

۴۔ أبو يعلى، المسند، ۳: ۲۵۷، رقم: ۱۷۰۴

(١) ١۔ مسلم في الصحيح، کتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب الترغيب في الدعاء والذکر، ١: ۵۲۳، رقم: ۷۵۸

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۳۴، رقم: ۱۱۳۱۳

۳۔ نسائي، السنن الکبرى، ٦: ۱۲۴، رقم: ۱۰۳۱۵

اللہ تعالیٰ (انسان کو آرام اور نیند کے لیے) مہلت دیتا ہے یہاں تک کہ جب رات کا پہلا تہائی حصہ گزر جاتا ہے تو وہ آسمانِ دنیا کی طرف (نظرِ رحمت سے) متوجہ ہوتا ہے اور فرماتا ہے: ہے کوئی بخشش طلب کرنے والا؟ ہے کوئی توبہ کرنے والا؟ ہے کوئی سوال کرنے والا؟ ہے کوئی دعا کرنے والا؟ (یہ سلسلہ جاری رہتا ہے) یہاں تک کہ فجر طلوع ہو جاتی ہے۔

حضرت انس بن مالک ﷺ سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَا ابْنَ آدَمَ، إِنَّکَ مَا دَعَوْتَنِي وَرَجَوْتَنِي غَفَرْتُ لَکَ عَلٰی مَا کَانَ فِيْکَ وَلَا أُبَالِي. يَا ابْنَ آدَمَ، لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوْبُکَ عَنَانَ السَّمَاءِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِي غَفَرْتُ لَکَ وَلَا أُبَالِي. يَا ابْنَ آدَمَ، إِنَّکَ لَوْ أَتَيْتَنِي بِقُرَابِ الْأَرْضِ خَطَايَا ثُمَّ لَقِيْتَنِي لَا تُشْرِکُ بِي شَيْئًا لَأَتَيْتُکَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً. (۱)

۴۔ عبد بن حميد، المسند، ۱: ۲۷۲، رقم: ۸۶۱
۵۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۶: ۴۷، رقم: ۲۹۵۵۶
۶۔ عبد الرزاق، المصنف، ۱۰: ۴۴۴، رقم: ۱۹۶۵۴
۷۔ طبراني، المعجم الکبير، ۲۲: ۳۷۰، رقم: ۹۲۷

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۱۶۷، رقم: ۲۱۵۱۰، ۲۱۵۴۴
۲۔ ترمذي، السنن، کتاب الدعوات، باب في فضل التوبة والاستغفار وما ذکر من رحمة الله لعباده، ۵: ۵۴۸، رقم: ۳۵۴۰
۳۔ دارمي، السنن، ۲/۴۱۴، الرقم/۲۷۸۸
۴۔ طبراني نے حضرت عبد الله بن عباس ﷺ سے ’المعجم الکبير (۱۲: ۱۹، رقم: ۱۲۳۴۶)‘ میں روایت کیا ہے۔

اے ابن آدم! جب تک تو مجھ سے دعا کرتا رہے گا اور مجھ سے امید رکھے گا تو جو کچھ بھی تو کرتا رہے میں تجھے بخشتا رہوں گا اور مجھے کوئی پروانہیں۔ اے ابن آدم! اگر تیرے گناہ آسمان کی بلندیوں تک پہنچ جائیں اور پھر تو مجھ سے بخشش مانگے تو میں تجھے بخش دوں گا اور مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ اے ابن آدم! اگر تو کرۂ ارضی کے برابر بھی گناہ لے کر میرے پاس آئے اور مجھے اس حالت میں ملے کہ تو نے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہو تو یقیناً میں تجھے کرۂ ارضی کے برابر بخشش عطا کروں گا۔

امام قشیری نے 'الرسالۃ' میں روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا داؤد ﷺ کی طرف وحی کی:

لَوْ يَعْلَمُ الْمُدْبِرُوْنَ عَنِّي، كَيْفَ انْتِظَارِي لَهُمْ وَرِفْقِي بِهِمْ وَشَوْقِي إِلٰى تَرْكِ مَعَاصِيهِمْ، لَمَاتُوا شَوْقاً إِلَيَّ، وَانْقَطَعَتْ أَوْصَالُهُمْ مِنْ مَحَبَّتِي، يَا دَاوُدُ، هٰذِهِ إِرَادَتِي فِي الْمُدْبِرِيْنَ عَنِّي، فَكَيْفَ إِرَادَتِي فِي مُقْبِلِيْنَ إِلَيَّ؟[1]

اگر وہ لوگ جو مجھ سے منہ موڑ لیتے ہیں، یہ جان لیں کہ میں ان (کی توبہ) کا کیسے انتظار کر رہا ہوں اور ان پر کیسے مہربانی کرنے والا ہوں اور ان کی معصیت کاریوں کے ترک کرنے کو کتنا پسند کرتا ہوں تو وہ میرے (ساتھ ملاقات کے) شوق میں مر جائیں اور ان کے (جسموں کے) جوڑ میری محبت کی وجہ سے الگ ہو جائیں۔ اے داؤد! میرا یہ ارادہ ان لوگوں کے متعلق ہے جو مجھ سے منہ موڑتے ہیں؛ تو جو لوگ میری طرف آتے ہیں ان کے بارے میں میرا ارادہ کیسا ہوگا؟

مذکورہ بالا آیت اور احادیث میں اللہ رب العزت کی طرف سے گنہگاروں کو توبہ

---

(۱) الرسالة القشيرية: ۳۳۲

سے پہلے ہی غیر مشروط (unconditionally) اور قطعی طور پر (categorically) کہا جا رہا ہے کہ اللہ رب العزت سارے گناہ معاف فرما دیتا ہے، وہ بڑی بخشش اور رحمت والا ہے اور بندہ کے توبہ کرنے سے وہ بہت خوش ہوتا ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ان گنہگاروں کو یہ بھی حکم دیا جاتا کہ اگر تم اپنی خطاؤں پر نادم اور شرمندہ ہو کر معافی مانگو، توبہ کرو اور آئندہ کے لئے اپنی اصلاح کا وعدہ کرو تو تم اللہ کی رحمت کی شکل میں اس کی محبت کے حقدار ٹھہرو گے مگر اس خطابِ محبت میں انہیں براہِ راست یہ حکم نہیں دیا بلکہ اس لامحدود عطا اور لطف پر مبنی اسلوب کے ذریعے ان گنہگاروں کے باطن میں حیاء اور ندامت کی تحریک پیدا کر دی کہ وہ خود بخود اپنے رب کی رحمت شعاری اور بخشش کے احساس سے اصلاح کے آرزو مند اور توبہ کے طالب بن جائیں اور یہ سوچنے پر مجبور ہو جائیں کہ اس ربِ رحیم کے کرم کا یہ عالم ہے تو ہم کیوں اس کے نافرمان اور باغی بنیں۔ اس طرح ان کے اندر سے رجوع الی اللہ کی آواز اُٹھے اور وہ دوبارہ اس کی سمت پلٹ آئیں تاکہ وہ بہ رضا و رغبت تائب ہو کر اس کی اتباع و فرماں برداری میں آ جائیں۔

۶۔ اِنعامات و نوازشات کی صورت میں اِظہارِ محبت

جب ہم اللہ تعالیٰ کی انعامات و نوازشات کی طرف نظر کرتے ہیں تو ہمیں وہاں بھی محبت ہی محبت نظر آتی ہے۔ اگر وہ ہمیں رزق دیتا ہے تو یقیناً رزق دینا، پرورش کرنا اور پالنا سراسر عملِ محبت و شفقت ہے۔ اسی طرح ہمارے لئے زمین و آسمان کو بنانے، چاند اور سورج کو ہمارے لئے روشنی کا ذریعہ بنانے، حیات، گردشِ حیات اور بقائے زیست کے اسباب نہ صرف مہیا کرنا بلکہ انہیں ہمارے لئے مسخر کر کے ہماری خدمت پر مامور کرنا یہ سب کچھ ہمارے ساتھ محبت کا ایک اظہار ہی تو ہے۔ ہم پر اُس کا کس قدر لطف و کرم، رحمت و شفقت اور عنایت و احسان ہے اس کا اندازہ اس کائنات کے پورے نظام میں رب العزت کی جا بجا بکھری محبتوں سے بخوبی ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی بے پایاں نوازشات اور انعامات کا ذکر جگہ جگہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۭ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ۝ (۱)

اے لوگو! اپنے اوپر اللہ کے انعام کو یاد کرو، کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق ہے جو تمہیں آسمان اور زمین سے روزی دے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، پس تم کہاں بہکے پھرتے ہو۝

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

اَللّٰهُ لَطِيْفٌۢ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۚ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ۝ (۲)

اللہ اپنے بندوں پر بڑا لطف و کرم فرمانے والا ہے، جسے چاہتا ہے رِزق و عطا سے نوازتا ہے اور وہ بڑی قوت والا بڑی عزّت والا ہے۝

اللہ رب العزت کا سورۃ الفاتحہ کی پہلی آیت میں اپنی ربوبیت والوہیت کا تعارف کروانے کے بعد، دوسری آیت میں اپنی صفاتِ رحمت ﴿الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۝﴾ کو بیان فرمانا، اس کی محبت و رحمت ہی ہے۔ اس نے اپنی دیگر تمام صفات میں سے کسی کا تذکرہ نہیں فرمایا (انہیں بعد کے لئے مؤخر کیا) اپنی ذات کا پہلا تعارف اور اپنی اُلوہیت و ربوبیت کا پہلا تصور اور نقش جو ذہن انسانی پر ثبت کرنے کے لئے چنا وہ الرحمٰن، الرحیم ہے تاکہ جونہی اللہ کا نام آئے تو سنتے ہی ذہنوں میں اُس کے رحمٰن و رحیم ہونے کا تصور اُبھر کر آجائے اور پھر انسان اللہ تعالیٰ کی اپنی مخلوق کے ساتھ محبت و شفقت کے تصورات میں کھو جائے۔

(۱) فاطر، ۳۵: ۳

(۲) الشوریٰ، ۴۲: ۱۹

اللہ تعالیٰ نہ صرف مسلمانوں کا رازق ہے بلکہ مشرک و کفار اور نافرمانوں کو بھی بلا امتیاز رزق عطا فرماتا ہے۔ حضرت ابو الدرداء ﷜ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بیان فرمایا:

إِنِّي وَالْجِنُّ وَالإِنْسُ فِي نَبَأٍ عَظِيمٍ، أَخْلُقُ وَيَعْبُدُ غَيْرِي، وَأَرْزُقُ وَيَشْكُرُ غَيْرِي.(۱)

میرا اور جن و انس کا معاملہ بھی بڑا عجیب ہے (اُن میں بہت سے ایسے ہیں کہ) انہیں پیدا میں کرتا ہوں جبکہ وہ عبادت غیروں کی کرتے ہیں۔ رزق میں دیتا ہوں جبکہ وہ شکر غیروں کا ادا کرتے ہیں۔

ہمیں چاہیے کہ ہم جب بھی اسلام کا نام، نبوت ورسالتِ محمدی ﷺ یا شریعتِ اسلامیہ کا نام اور تعلیمات دوسروں کے سامنے پیش کریں تو پہلا تصور جو ہماری گفتگو سے مخاطب کے ذہن میں آئے وہ محبت، شفقت، رحمت اور امن وسکون کا ہو۔

اسلام دین محبت ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی محبت و شفقت کو ظاہر کرنے والی اس کی صفت رحمت کا بیان قرآن مجید میں کم وبیش تین سو آیات کریمہ میں آیا ہے۔ اسی طرح حضور نبی اکرم ﷺ کی نبوت و رسالت کا سارا مزاج بھی محبت و رحمت پر مبنی ہے بلکہ جملہ تعلیمات اسلام کی روح خلق خدا کے لئے شفقت اور امن ومحبت ہے۔

۷۔ اَحکامِ الٰہی کی تعمیل میں بھی اَصل محرک محبت ہے

محبت کا آغاز ذات سے ہوتا ہے۔ محبوب کی ہر ادا اور اُس کے نقش و نگار دل میں

(۱) ۱۔ طبراني، مسند الشامين، ۲: ۹۳، رقم: ۹۷۴، ۹۷۵
۲۔ بيهقي، شعب الإيمان، ۴: ۱۳۴، رقم: ۴۵۶۳
۳۔ ديلمي، مسند الفردوس، ۳: ۱۶۶، رقم: ۴۴۳۹

گھر کر جاتے ہیں۔ آہستہ آہستہ جب یہ محبت محبّ کو اپنے حصار میں لے لیتی ہے تو پھر وہ محبوب کے اعمال، چال ڈھال اور سیرت و کردار کی طرف بھی متوجہ ہوتا ہے۔ چونکہ معاشرے میں اس کی پہچان محبوب کے نام کے حوالے سے ہو رہی ہوتی ہے لہٰذا وہ اس خیال سے کہ محبت پر کوئی حرف نہ آئے اپنے آپ کو محبوب کے رنگ میں رنگتا چلا جاتا ہے۔ اور آخر کار ''رانجھا رانجھا کر دی نی میں آپے رانجھا ہوئی'' کے مصداق اُس میں گم ہو کر رہ جاتا ہے۔ بندہ جب اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے تو اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل کی صورت میں دیتا ہے، گویا احکام الٰہی کی تعمیل میں بھی کلیدی کردار ''محبت'' ہی کا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰـكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ج وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ ج وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ج وَالصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ط اُولٰٓـئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ط وَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَo[1]

نیکی صرف یہی نہیں کہ تم اپنے منہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیر لو بلکہ اصل نیکی تو یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور (اللہ کی) کتاب پر اور پیغمبروں پر ایمان لائے، اور اللہ کی محبت میں (اپنا) مال قرابت داروں پر اور یتیموں پر اور محتاجوں پر اور مسافروں پر اور مانگنے والوں پر اور (غلاموں کی) گردنوں (کو آزاد کرانے) میں خرچ کرے، اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے اور جب کوئی وعدہ کریں تو اپنا وعدہ پورا کرنے والے ہوں، اور سختی (تنگدستی) میں اور

(۱) البقرة، ۲: ۱۷۷

مصیبت (بیماری) میں اور جنگ کی شدّت (جہاد) کے وقت صبر کرنے والے ہوں، یہی لوگ سچے ہیں اور یہی پرہیز گار ہیںo

محبت کے خمیر سے گندھا ہوا اطاعت و پیروی کا یہی تصور ہمیں اہل بیت اطہار کے ہاں نظر آتا ہے۔ ایک دفعہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور اہلِ بیت اطہار نے روزے رکھے۔ افطار کے وقت کسی یتیم نے صدا لگائی کہ بھوکا ہوں، عین حالت افطار میں کھانا اٹھا کر اس کو دے دیا۔ دوسرے دن ایک مسکین آ گیا، افطاری کے لئے رکھا کھانا اس کو کھلا دیا اور خود پانی سے افطار کر لیا۔ تیسرے دن اسیر (قیدی) آ گیا، افطاری اس کو دے دی۔ اللہ رب العزت نے محبت کے اس اظہار پر یہ آیت نازل فرمائی:

وَ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًاo[1]

اور (اپنا) کھانا اللہ کی محبت میں (خود اس کی طلب و حاجت ہونے کے باوجود اِیثاراً) محتاج، یتیم اور قیدی کو کھلا دیتے ہیں

یہ بھی کہہ سکتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں کھانا کھلا دیتے ہیں۔ مگر Motivating factor (محرک حقیقی) عَلٰى حُبِّهٖ ''اس کی محبت میں کھلا دیتے ہیں'' کو قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہو یا رسول اللہ ﷺ کی اتباع اس میں مرکزی حیثیت و بنیادی محرک رشتۂ محبت ہے اور یہ محبت بڑھتے بڑھتے جب تک مقامِ عشق تک نہ پہنچے، اس وقت تک کوئی عمل قبول اور کوئی عبادت، عبادت نہیں کہلا سکتی ہے۔ یہی بات حدیث نبوی میں آقا ﷺ نے فرمائی۔

حضرت اَنس ؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيْمَانِ: أَنْ يَكُوْنَ اللهُ وَرَسُوْلُهٗ أَحَبَّ

---

(۱) الدھر، ۷۶: ۸

إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا، وَأَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلّٰهِ، وَأَنْ يَكْرَهَ أَنْ يَعُوْدَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ.[1]

وَفِي رِوَايَةٍ: حَلَاوَةَ الإِسْلَامِ.

تین خصلتیں جس شخص میں پائی جائیں گی وہی ایمان کی مٹھاس حاصل کرے گا۔ (وہ تین خصلتیں یہ ہیں): (۱) اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ اسے باقی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہوں۔ (۲) جس شخص سے بھی اسے محبت ہو وہ محض اللہ تعالیٰ کی وجہ سے ہو۔ (۳) کفر سے نجات پانے کے بعد دوبارہ (حالتِ) کفر میں لوٹنے کو وہ اس طرح ناپسند کرتا ہو جیسے آگ میں پھینکے جانے کو ناپسند کرتا ہے۔

ایک روایت میں (اِیمان کی مٹھاس کی جگہ) 'اسلام کی مٹھاس' کے الفاظ ہیں۔

آقا علیہ السلام نے فرمایا: جس شخص میں یہ تین خصائل ہوں گے۔ حقیقت میں صرف اسی نے ایمان کی لذت کو چکھا۔ کوئی شخص خواہ ساری رات مصلّے پر کھڑا ہونے والا ہی کیوں نہ ہو، ساری زندگی تبلیغ اور تقریر کیوں نہ کرتا پھرے، وضع قطع شریعت کے مطابق کیوں نہ ہو مگر جب تک اس میں یہ تین چیزیں نہیں پائی جائیں گی، وہ بندہ مومن نہیں ہوسکتا۔ کیوں؟ اس لئے کہ ان تینوں اعمال کی اصل بھی محبت ہی ہے۔

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الإيمان، باب حلاوة الإيمان، ۱: ۱۴، رقم: ۱۶
۲۔ أيضًا، كتاب الإيمان، باب من كره أن يعود في الكفر كما يكره أن يلقى في النّار من الإيمان، ۱: ۱۶، رقم: ۲۱
۳۔ مسلم، الصحيح، كتاب الإيمان، باب بيان خصال من اتصف بهن وجد حلاوة الإيمان، ۱: ۶۶، رقم: ۴۳
۴۔ ترمذي، السنن، كتاب الإيمان، باب (۱۰)، ۵: ۱۵، رقم: ۲۶۲۴
۵۔ نسائي، السنن، كتاب الإيمان وشرائعه، باب طعم الإيمان، ۸: ۹۴، رقم: ۴۹۸۷

۸۔ ’محبت‘ سے قلّتِ اَعمالِ صالحہ کا ازالہ ہوتا ہے

اگر محبت کے ساتھ عملِ صالح اور اطاعت بھی شامل ہو جائے تو ایمان کامل ہو جاتا ہے۔ اگر عمل صالح و اطاعت، محبت کے شامل حال نہ ہو تو بھی ایمان کا وجود باقی رہتا ہے مگر وہ ناقص ہوتا ہے یعنی عمل صالح کے بغیر ایمان ناقص رہتا ہے تاہم بندہ ایمان سے خارج نہیں ہوتا، بلکہ مومن ہی رہتا ہے۔ لیکن اگر اعمال صالحہ کے پہاڑ بھی موجود ہوں مگر محبت و عشق کی خیرات نصیب نہ ہو تو بندہ ایمان سے ہی خارج ہو جاتا ہے اس لئے کہ اسلام اور اسکی جملہ تعلیمات کی اساس محبت ہے۔

جن کے دل محبت کے لئے چُنے ہی نہیں گئے وہ کہتے ہیں ’’خالی محبت میں کیا رکھا ہے، عمل کی بات کرو‘‘۔ یہ سوچ دور حاضر کا فتنہ ہے۔ اگر آقا علیہ السلام کی کل تعلیمات کا بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ آقا علیہ السلام نے جب بھی عمل کی بات کی وہاں عمل کی جانب ہی ترغیب دلانا اور متوجہ کرنا مقصود تھا اور جہاں محبت کی بات کی وہاں محبت ہی کی اہمیت کو بیان کرنا مطمع نظر تھا۔ عمل کی اہمیت کے بیان سے یہ معنی کہاں سے لے لیا گیا کہ محبت، عمل کی اہمیت کی نفی کرتی ہے۔

آقا علیہ السلام نے فرمایا کہ ایمان کی پہلی شرط یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کائنات کی سب محبتوں سے بڑھ کر ہو۔ بخاری و مسلم کی متفق علیہ حدیث ہے:

مَنْ کَانَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا. [1]

اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ اسے باقی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہوں۔

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الایمان باب من کرہ أن یعود في الکفر، ۱: ۱۶، رقم: ۲۱

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الإیمان، باب: بیان خصال من الصف بھن وجد حلاوۃ الایمان، ۱: ۶۶، رقم: ۴۳

یاد رکھیں! جو لوگ فقط عمل کو محبت کا نام دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ صرف عمل کا نام ہی محبت ہے، وہ لوگ بہکاوے میں ہیں۔ محبت کے کمال کے لیے اگرچہ عمل لازم ہے مگر عمل عین محبت نہیں ہے بلکہ عمل شرط محبت اور تقاضائے محبت ہے۔ عمل واجبات محبت میں سے ہے، مکملات محبت میں سے ہے مگر محبت اور چیز ہے جس کا تعلق دل کی دنیا سے ہے جبکہ عمل اور چیز ہے۔

حضرت اَنس بن مالک ﷺ روایت کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا:

مَتَى السَّاعَةُ؟ قَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: مَا أَعْدَدْتَ لَهَا؟ قَالَ: حُبَّ اللهِ وَرَسُوْلِهِ. قَالَ: أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ. (۱)

قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تو نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ اُس نے عرض کیا: میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو اسی کے ساتھ ہوگا جس سے تجھے محبت ہے۔

ایک روایت میں حضرت ابو ذر ﷺ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ایک آدمی کچھ لوگوں سے محبت کرتا ہے لیکن اُن جیسے عمل نہیں کر سکتا؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب فضائل الصحابة، باب مناقب عمر بن الخطاب، ۳: ۱۳۴۹، رقم: ۳۴۸۵

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب البر والصلة والآداب، باب المرء مع من أحب، ۴: ۲۰۳۲، رقم: ۲۶۳۹

۳۔ ترمذي، السنن، كتاب الزهد، باب ما جاء أن المرء مع من أحب، ۴: ۵۹۵، رقم: ۲۳۸۵

أَنْتَ يَا أَبَا ذَرٍّ، مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ. قَالَ: فَإِنِّي أُحِبُّ اللهَ وَرَسُوْلَهُ. قَالَ: فَإِنَّکَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ. (۱)

اے ابو ذر! تو ان کے ساتھ ہوگا جن سے تجھے محبت ہے۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے دوبارہ فرمایا: (اے ابو ذر!) تو یقیناً ان کے ساتھ ہوگا جن سے تجھے محبت ہے۔

اشارہ اس امر کی طرف تھا کہ تجھے مجھ سے محبت ہے، اگر کثرتِ عمل نہیں بھی تو کوئی بات نہیں، محبت تجھے قیامت کے روز میرے ساتھ میری کملی میں رکھے گی۔

ایک صحابی کا نام عبد اللہ رضی اللہ عنہ تھا جن کا لقب 'الحمار' تھا۔ ان کا عمل یہ تھا کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور نبی اکرم ﷺ کی مبارک مجلس میں بیٹھے ہوتے تو وہ وقتاً فوقتاً حضور ﷺ کو ہنساتے رہتے۔ آقا علیہ السلام کی بارگاہ میں ہر کوئی اپنا مسئلہ لے کر آتا؛ کوئی اپنی بیوی، بچوں کا، کوئی روزگار کا، کوئی ذاتی پریشانی کا، کوئی ایمان اور اسلام کا الغرض ہر کوئی اپنی مشکلات کے ساتھ آتا اور آقا علیہ السلام سارا دن لوگوں کی مشکلات سنتے اور انہیں حل فرماتے۔

اس صحابی رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ہر کوئی اپنی مشکلات سنا سنا کے حضور ﷺ کو تھکاتا ہے، لیکن ہنساتا کوئی نہیں، کوئی مزاح نہیں کرتا کہ آپ ﷺ کا بوجھ ہلکا ہو اور آپ ﷺ کی طبیعت ہشاش بشاش ہو جائے۔ لہٰذا آقا علیہ السلام کو خوش رکھنے اور آپ ﷺ کی تھکاوٹ دور کرنے کی

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۱۶۶، رقم: ۲۱۵۰۱
۲۔ أبوداود، السنن، کتاب الأدب، باب إخبار الرجل الرجل بمحبته إليه، ۴: ۳۳۳، رقم: ۵۱۲۶
۳۔ دارمي، المسند، ۲: ۴۱۴، رقم: ۲۷۸۷
۴۔ بزار، المسند، ۹: ۳۷۳، رقم: ۳۹۵
۵۔ ابن حبان، الصحيح، ۲: ۳۱۵، رقم: ۵۵۶
۶۔ بخاري، الأدب المفرد، ۱: ۱۲۸، رقم: ۳۵۱

نیت کے ساتھ یہ صحابی وقفے وقفے سے آقا ﷺ کو کوئی لطیفہ سناتے اور حضور ﷺ کو ہنسا دیتے۔ آقا ﷺ تبسم فرما دیتے تو یہ صحابی خوش ہو جاتے کہ آپ ﷺ کا بوجھ اتر گیا ہے۔ اس صحابی رضی اللہ عنہ کی محبت کی کیفیت یہ تھی کہ وہ حضور ﷺ کو خوش رکھتے تھے۔

اس صحابی سے کوئی گناہ سرزد ہوگیا جس کی سزا کے طور پر ان پر حد جاری ہوئی۔ کچھ عرصے بعد پھر گناہ کا مرتکب ہوا اور حد جاری ہوئی۔ لیکن بشری تقاضوں کے باعث وہ اپنی گناہ والی عادت سے چھٹکارا نہ پا سکے۔ ایک دفعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسجد نبوی میں بیٹھے ان کا ذکر کر رہے تھے اور ان پر لعنت بھیج رہے تھے کہ آقا ﷺ نے اس کو کئی بار سزا دی لیکن وہ پھر بھی باز نہیں آتا۔ جب اس پر لعنت بھیجنے کی آواز حضور ﷺ نے سنی تو آقا ﷺ تیزی سے باہر تشریف لے آئے اور ارشاد فرمایا:

لَا تَلْعَنُوْهُ، فَوَاللهِ، مَا عَلِمْتُ إِنَّهٗ يُحِبُّ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ. (1)

اس پر لعنت نہ کرو۔ بخدا! میں جانتا ہوں کہ یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا بار بار گناہ کا ارتکاب اور اس پر سزا، کا یہ عمل اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کا اظہار تھا؟ صاف ظاہر ہے کہ نہیں، ہرگز نہیں۔ تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سا عمل تھا جس نے اعمال میں کمی اور گناہوں کے بار بار ارتکاب کو بھی ڈھانپ لیا اور اسے حضور نبی اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت کرنے والا قرار دیا۔

یہ اس صحابی کا حضور ﷺ کو ہنسانے اور ان کی طبیعت کو ہشاش بشاش کرنے والا ''عملِ محبت'' تھا جس نے محبت مصطفیٰ ﷺ اور دین اسلام کی حقیقی روح ''محبت'' کو واضح

---

(۱) بخاري، الصحيح، كتاب الحدود، باب مايكره من لعن شارب الخمر وإنه ليس بخارج من الملة، ۶: ۲۴۸۹، رقم: ۶۳۹۸

کر دیا۔

اس حدیث مبارکہ سے پتہ چلا کہ اصل ایمان ''محبت'' ہے۔ شجر ایمان کی جڑ محبت ہے اور اعمالِ صالحہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، یہ سب اس کے پھل پھول ہیں۔ اگر کسی سال درخت پہ پھل نہ بھی لگے مگر جڑ سلامت ہو، جلی ہوئی نہ ہو تو کبھی نہ کبھی پھل لگ ہی جاتا ہے لیکن اگر جڑ جل جائے تو پھر نہ پھل لگتا ہے اور نہ درخت بچتا ہے۔

اگر اعمال صالحہ میں کمی رہ گئی تو محبت اس کمی کو پورا کر لے گی کہ آپ کو پھر پکڑ کر اعمال صالحہ کی طرف لے آئے گی لیکن اگر ''محبت'' دل سے نکل گئی تو اعمالِ صالحہ باعثِ عذاب بن جائیں گے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ من کی دنیا میں اللہ تعالیٰ اور اُس کے محبوب ﷺ کی محبت کے چراغ فروزاں کئے جائیں اور دل کی وادی کو ''محبت'' کے انہی پھولوں کی آبیاری سے مہکایا اور سجایا جاتا رہے۔

۹۔ مقرب اور محبوب بندوں سے محبت کرنے کا حکم

احادیث مبارکہ میں محبت کا یہ بنیادی اصول بیان ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے کے علاوہ اس کے ان خاص بندوں سے بھی محبت کی جائے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتے ہیں اور جن سے خود اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے۔ کیونکہ ان کی محبت باعث قربِ الٰہی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَنْ عَادٰی لِي وَلِيًّا، فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ، وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ، وَمَا يَزَالُ عَبْدِي، يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی أُحِبَّهُ، فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ: كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهٖ، وَبَصَرَهُ الَّذِي

يُبْصِرُ بِهِ، وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا، وَإِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ، وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِي، لَأُعِيذَنَّهُ، وَمَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَيْءٍ أَنَا فَاعِلُهُ تَرَدُّدِي عَنْ نَفْسِ الْمُؤْمِنِ، يَكْرَهُ الْمَوْتَ وَأَنَا أَكْرَهُ مَسَاءَتَهُ. (۱)

جو میرے کسی ولی سے دشمنی رکھے میں اُس سے اعلانِ جنگ کرتا ہوں اور میرا بندہ ایسی کسی چیز کے ذریعے میرا قرب نہیں پاتا جو مجھے فرائض سے زیادہ محبوب ہو اور میرا بندہ نفلی عبادات کے ذریعے برابر میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں اسے ضرور عطا کرتا ہوں اور اگر وہ میری پناہ مانگتا ہے تو میں ضرور اسے پناہ دیتا ہوں۔ میں نے جو کام کرنا ہوتا ہے اس میں کبھی اس طرح متردد نہیں ہوتا جیسے بندۂ مومن کی جان لینے میں ہوتا ہوں۔ اسے موت پسند نہیں اور مجھے اس کی تکلیف پسند نہیں۔

حضرت عبد اللہ بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَوْحَى اللهُ إِلٰى دَاوُدَ علیہ السلام أَنْ أَحِبَّنِي وَأَحِبَّ أَحِبَّائِي وَحَبِّبْنِي إِلٰى عِبَادِي. قَالَ: يَا رَبِّ، أُحِبُّکَ وَأُحِبُّ أَحِبَّائَکَ فَکَيْفَ أُحَبِّبُکَ إِلٰى

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، کتاب الرقاق، باب التواضع، ۵: ۲۳۸۴، رقم: ۶۱۳۷

۲۔ ابن حبان، الصحيح، ۲: ۵۸، رقم: ۳۴۷

۳۔ بيهقي، السنن الکبری، ۱۰: ۲۱۹

۴۔ أيضًا، کتاب الزهد الکبير، ۲: ۲۶۹، رقم: ۶۹۶

عِبَادِکَ؟ قَالَ: اذْكُرُوْنِي لَهُمْ فَإِنَّهُمْ لَنْ يَّذْكُرُوْا مِنِّي إِلَّا خَيْرًا. (۱)

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی نازل کی: (اے داؤد!) مجھ سے اور میرے دوستوں سے محبت کرو اور مجھے میرے بندوں کے لیے محبوب بناؤ۔ انہوں نے عرض کیا: اے ربّ! میں تجھ سے اور تیرے دوستوں سے محبت تو کرتا ہوں لیکن میں تجھے تیرے بندوں کے لیے محبوب کس طرح بناؤں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان کے لیے (بھی) میرا (محبت بھرا) ذکر کرو، پھر وہ مجھے ضرور محبت ہی کے ساتھ یاد کریں گے۔

حضرت ابو موسیٰ الدَّیبلی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو امام ابو یزید بسطامی سے یہ دریافت کرتے سنا کہ مجھے ایسا عمل بتائیں جس کے ذریعے میں اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرسکوں؟ اس پر اُنہوں نے فرمایا:

أَحْبِبْ أَوْلِيَاءَ اللهِ تَعَالٰی لِيُحِبُّوْکَ، فَإِنَّ اللهَ تَعَالٰی يَنْظُرُ إِلٰی قُلُوْبِ أَوْلِيَائِهٖ، فَلَعَلَّهٗ أَنْ يَنْظُرَ إِلَی اسْمِکَ فِي قَلْبِ وَلِيِّهٖ فَيَغْفِرُ لَکَ. (۲)

اللہ تعالیٰ کے اولیاء سے محبت کرو تاکہ وہ تجھ سے محبت کرے۔ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کے دلوں کی طرف نظر (محبت و شفقت) فرماتا ہے، ہوسکتا ہے کہ وہ تمہارا نام کسی ولی کے دل میں پائے اور تمہاری مغفرت فرما دے۔

---

(۱) ۱۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۷: ۶۸، رقم: ۳۴۲۵۴
۲۔ ابن أبي الدنيا، الأولياء، ۱: ۴۸-۴۹، الرقم: ۲۹
۳۔ بيهقي، شعب الإيمان، ۶: ۱، رقم: ۷۶۶۸
۴۔ ديلمي عن ابن عباس رضی اللہ عنہما، مسند الفردوس، ۳: ۵، رقم: ۴۵۴۳

(۲) ۱۔ ابن الجوزي، صفة الصفوة، ۴: ۱۱۲
۲۔ ابن الملقن، حدائق الأولياء: ۲۰۲

امام رفاعی نے حالة أهل الحقيقة مع الله میں محبت کے حوالے سے بڑی خوبصورت بات کہی۔ یہی بات حقیقت میں دین اسلام کے دین محبت ہونے کی بنیاد ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بعض کتبِ (سماویہ) میں فرمایا ہے:

اَلْقُلُوْبُ بِيَدِي، وَالْحُبُّ فِي خَزَائِنِي، فَلَوْلَا حُبِّي لِعَبْدِي مَا قَدَرَ الْعَبْدُ أَنْ يُحِبَّنِي، وَلَوْلَا ذِكْرِي لَهُ فِي الْأَزَلِ مَا قَدَرَ أَنْ يَذْكُرَنِي، وَلَوْلَا إِرَادَتِي إِيَّاهُ فِي الْقِدَمِ مَا قَدَرَ الْعَبْدُ أَنْ يُرِيْدَنِي. (۱)

تمام دل میرے دستِ قدرت میں ہیں، محبت میرے خزانوں میں ہے۔ اگر میں اپنے بندے سے محبت نہ کرتا تو وہ بھی مجھ سے محبت نہ کرسکتا۔ اگر میں نے ازل میں اُس کا تذکرہ نہ کیا ہوتا تو اُس کے بس میں نہیں تھا کہ وہ مجھے یاد کرتا اور اگر میں نے پہلے اُس کی طرف توجہ نہ کی ہوتی تو بندے کو یہ قدرت نہ تھی کہ میری طرف رُخ کرتا۔

پس اگر اللہ تعالیٰ سے تعلق کی بنیاد محبت پر قائم ہے تو دین اسلام کے فروغ و اشاعت کے لئے بھی محبت ہی کو شعار بنانا ہوگا۔ اگر اللہ تعالیٰ مخلوق سے بے نیاز و غنی ہونے کے باوجود مخلوق سے محبت کرتا اور اُس سے محبت کی امید رکھتا ہے تو مخلوق کو بھی اللہ تعالیٰ کی اسی سنت کی پیروی میں انسانوں سے محبت و مودت کرنا ہوگی۔

حضرت اَدرع سلمی ﷺ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات میں حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پہرہ داری کے فرائض ادا کرنے آیا تو (کہیں سے) ایک شخص کی بلند آواز سے قرأت کی آواز آرہی تھی۔ اتنے میں حضور نبی اکرم ﷺ باہر تشریف لے آئے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ آدمی ریاکار معلوم ہوتا ہے۔ (ایک روایت میں بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، کیا یہ شخص ریاکار

(۱) رفاعي، حالة أهل الحقيقة مع الله: ۱۲۷۔

ہے؟) آپ ﷺ نے فرمایا: معاذ اللہ! (ایسا ہرگز نہیں) یہ تو عبد اللہ ذو البجادین ہے۔

اس واقعہ کے چند روز بعد ان کا انتقال ہوگیا۔ جب ان کا جنازہ تیار ہوا تو حضور نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا:

ارْفُقُوْا بِهٖ رَفَقَ اللهُ بِهٖ، إِنَّهٗ كَانَ يُحِبُّ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ. قَالَ: وَحَفَرَ حُفْرَتَهٗ. فَقَالَ: أَوْسِعُوْا لَهٗ أَوْسَعَ اللهُ عَلَيْهِ. فَقَالَ بَعْضُ أَصْحَابِهٖ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، لَقَدْ حَزِنْتَ عَلَيْهِ. فَقَالَ: أَجَلْ إِنَّهٗ كَانَ يُحِبُّ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ. (۱)

اپنے بھائی کے ساتھ نرمی کرنا، اللہ تعالیٰ بھی اس کے ساتھ نرمی کرے گا کیوں کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھتا تھا۔ لوگوں نے ان کی قبر کھودی تو آپ ﷺ نے فرمایا: قبر کشادہ کرو، اللہ ﷻ بھی ان پر کشادگی کرے گا۔ صحابہ کرام ﷺ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ کو ان کا بہت غم ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں یہ اللہ ﷻ اور اس کے رسول سے محبت (جو) رکھتے تھے۔

۱۰۔ بعثتِ انبیاء علیہم السلام کا سبب بھی محبت ہے

مختلف قوموں اور ملکوں میں انبیاء علیہم السلام کی بعثت بھی اللہ تعالیٰ کی اپنی مخلوق سے محبت کے مظاہر میں سے ہے۔ اللہ رب العزت کی یہ سنت ہے کہ وہ کسی قوم یا کسی بستی

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۳۳۷، رقم: ۱۸۹۹۲
۲۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الجنائز، باب ما جاء في حفر القبر، ۱: ۴۹۷، رقم: ۱۵۵۹
۳۔ ابن أبي عاصم، الآحاد والمثاني، ۴: ۳۴۸، رقم: ۲۳۸۲
۴۔ ابن حبان، الثقات، ۲: ۹۹
۵۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۹: ۵۲، رقم: ۹۱۱۱
۶۔ بيهقي، شعب الإيمان، ۱: ۴۱۷، رقم: ۵۸۳

والوں کی طرف نبی مبعوث کئے بغیر ان کی بد اعمالیوں پر انہیں سزا نہیں دیتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيۡنَ حَتّٰى نَبۡعَثَ رَسُوۡلًا ۝(۱)

اور ہم ہرگز عذاب دینے والے نہیں ہیں یہاں تک کہ ہم (اس قوم میں) کسی رسول کو بھیج لیں۔

معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کی بعثت اور انہیں لوگوں کی ہدایت پر مامور کرنا اللہ تعالیٰ کی رحمت کا اعلیٰ مظہر ہے کیوں کہ وہ ہر حال میں اپنی مخلوق کو سزا و عذاب سے نجات دینا چاہتا ہے۔ کسی کو عذاب و سزا سے بچانے کے لئے ایسے اقدامات کرنا اُس کے ساتھ محبت ہی کی ایک دلیل ہے۔

۱۱۔ اُوصاف و کمالاتِ مصطفیٰ ﷺ میں اظہارِ محبت

اوصاف و کمالات مصطفیٰ ﷺ کے بے شمار پہلو آپ ﷺ کے ننانوے (۹۹) اسماء سے ظاہر ہیں۔ ان سب میں ایک ہی شان جھلکتی نظر آتی ہے کہ آپ ﷺ پیکر محبت و رحمت ہیں۔ آپ ﷺ کی فطرت میں ودیعت کردہ یہ جذبہ محبت و شفقت صرف مسلمانوں کے لئے ہی نہیں بلکہ تمام عالمین کے لئے ہے۔ گویا ہر زمان و مکان کی مخلوق خدا کو حضور نبی اکرم ﷺ کے در سے صرف محبت و رحمت ہی کی خیرات ملتی ہے۔ ارشاد فرمایا:

لَقَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ عَزِيۡزٌ عَلَيۡهِ مَا عَنِتُّمۡ حَرِيۡصٌ عَلَيۡكُمۡ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ ۝(۲)

بے شک تمہارے پاس تم میں سے (ایک باعظمت) رسول (ﷺ) تشریف لائے

---

(۱) الأسراء، ۱۷: ۱۵

(۲) التوبة، ۹: ۱۲۸

گا۔ تمہارا تکلیف و مشقت میں پڑنا ان پر سخت گراں (گزرتا) ہے۔ (اے لوگو!) وہ تمہارے لئے (بھلائی اور ہدایت کے) بڑے طالب و آرزومند رہتے ہیں (اور) مومنوں کے لئے نہایت (ہی) شفیق بے حد رحم فرمانے والے ہیں۔

آپ ﷺ کی مخلوق خدا بالخصوص اُمت مسلمہ کے لئے محبت و رحمت کا یہ عالم ہے کہ اگر کسی بھی انسان کو کوئی معمولی سی بھی تکلیف اور اذیت پہنچتی ہے یا کوئی ہلکی سی مشقت بھی آن پڑتی ہے تو اس کا دکھ، درد اور اثر یہ رسول ﷺ اپنی جان پر محسوس کرتے ہیں۔ انسانوں کی جانوں، احساسات اور احوالِ حیات کی بہتری اور خیر کے طلبگار رہتے ہیں اور ہماری جانوں سے بھی زیادہ ہمارے لئے فکر مند رہتے ہیں، اس لئے کہ اسی نبی کی محبت اور شفقت و رحمت تمہاری اپنی جانوں سے بھی زیادہ تمہارے قریب ہے۔ ارشاد فرمایا:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ.(۱)

یہ نبی (مکرّم ﷺ) مومنوں کے ساتھ اُن کی جانوں سے زیادہ قریب اور حقدار ہیں۔

یعنی تمہاری جانیں تم سے دور ہیں مگر یہ رسول تمہاری جانوں سے بھی بڑھ کر تم سے قریب ہیں۔ تم جہاں کہیں بھی ہو، تمہاری اپنی جان کو تمہاری تکلیف کا احساس بعد میں ہوتا ہے، مگر مکینِ گنبدِ خضریٰ ہمارے آقا و مولا ﷺ کو پہلے پتہ چل جاتا ہے کیونکہ یہ ہماری جانوں کے قریب تر ہیں۔ ان کا احساس، محبت، شفقت، شفاعت، توسل، نبوت، رسالت اور توجہ تمہاری جانوں کے قریب تر ہے۔

پس ثابت ہوا کہ اللہ کے ہاں بھی سراسر غلبۂ محبت ہے، اس کے رسول کے ہاں بھی سراسر محبت ہی محبت ہے اور دینِ اسلام بھی سراسر مبنی بر محبت ہے۔ چنانچہ جب شفقت، رحمت، محبت اور آسانی کی یہ صورتحال ہو تو اسلامی تعلیمات اور احکامِ شریعت میں کسی قسم کے

(۱) الأحزاب، ۳۳: ٦

جبر، بربریت و دہشت اور سختی کی گنجائش سرے سے رہتی ہی نہیں۔

۱۲۔ رحمتِ مصطفیٰ ﷺ کی عالم گیریت میں پنہاں پیغامِ محبت

جس طرح اللہ تعالیٰ کی محبت ساری کائنات کے لئے ہے، اسی طرح حضور نبی اکرم ﷺ کی محبت بھی ساری کائنات کے لئے ہے۔ اسی لئے جب اللہ تعالی نے قرآن مجید میں اپنا ذکر کیا تو **رب العالمین** کہا اور جب آقا ﷺ کی محبت کا مرتبہ بیان کیا تو **رحمة للعالمین** فرمایا۔ **الحمد** سے **والنّاس** تک پورے قرآن میں حضور ﷺ کو کہیں **رحمة للمسلمین** نہیں کہا۔ سو کوئی خدا اور مصطفےٰ ﷺ کو مانے یا نہ مانے لیکن خدا اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کسی حال میں کم نہیں ہوتی۔ جب ان دو محبتوں کو جمع کر لیا جائے تو یہی دین اسلام ہے۔ ثابت ہوا کہ دین اسلام کی رحمت بھی خدا اور اس کے رسول کی رحمت کی طرح صرف اُمتِ مسلمہ کے لئے نہیں ہے بلکہ کل کائنات کیلئے ہے۔

اللہ رب العزت نے جہاں اپنی ربوبیت کو ''رب العالمین'' کہہ کر سارے جہانوں کے لئے عام کیا وہیں اپنے آخر الزمان نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی رحمت کو ﴿وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ﴾ کے الفاظ سے سارے عوالم کے لئے سراپا رحمت قرار دیا۔ بتانا یہ مقصود تھا کہ جہاں میں تمام جہانوں کا رب ہوں وہاں میرا محبوب رسول ﷺ تمام جہانوں کے لئے رحمت و محبت ہے۔ گویا اس طرح اللہ پاک نے اپنی محبت و رحمت بھی عالمین کے لئے عام رکھی اور اپنے محبوب ﷺ کا پیکرِ محبت و رحمت و شفقت ہونا بھی عالمین کے لئے عام فرمایا۔

اللہ رب العزت نے اپنی شانِ ربوبیت اور نبی اکرم کی رحمت، آفاقیت و عالمگیریت کا جو تعارف کروایا ہے اس سے مقصود تمام بنی نوعِ انسان کو عموماً اور امت مسلمہ کو خصوصاً یہ پیغام دینا ہے کہ اے میرے بندو! اگر تم حقیقت میں میرے بندے ہو اور میری بندگی کا نور حقیقتاً تمہارے قلب و باطن، شعور، فکر و ذہن، عقیدہ و عمل، اخلاق و کردار میں اتر

گیا ہے یا تم اسے اپنے باطن میں اتارنا چاہتے ہو تو پھر تم میری اور میرے محبوب ﷺ کی محبت رحمت و شفقت، اپنے اندر پیدا کر کے اپنی شخصیت بدل ڈالو۔ اس طرح کہ تم ذاتی، علاقائی، گروہی، نسلی، لسانی حتی کہ تمام محدود طبقاتی اور مذہبی وفاداریوں سے نکل کر ساری دنیا کے لئے فیض رسانی کا مرکز بن جاؤ۔ اس لئے کہ میرا بندہ وہ ہے جس کی محبت، رحمت و شفقت پوری کائنات کے لئے عام ہو جیسے میری ربوبیت کا چشمہ ساری کائنات کے لئے عام ہے۔

۱۳۔ غیر مسلموں سے محبت و شفقت بھرا سلوک

وہ کافر جو اللہ تعالیٰ کو مانتا بھی نہیں بلکہ اسکے مقابلے میں بتوں کی پوجا کرتا ہے، سارا دن لات و منات اور شیوا و برہما کی عبادت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ تو اسے بھی بیماری سے شفا اور رزق دیتا ہے۔ وہ یہ نہیں کہتا کے جن کی پوجا کرتے ہو ان سے مانگو بلکہ خدا کی رحمت تو ہر خاص و عام کے لئے ہے اور یہی عملِ مصطفٰے ﷺ بھی ہے۔ یعنی جو حضور ﷺ کی غلامی میں ہے، حضور ﷺ کی چادر رحمت اس کے سر پر بھی ہے اور جو آقا ﷺ پر اپنی تلواریں چلا رہے ہیں اور اپنے وطنِ مالوف مکہ کی سرزمین سے نکال رہے ہیں، ان پر بھی ہے۔ فتح مکہ کے موقع پر مکہ مکرمہ میں داخل ہو کر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے کہا:

اَلْيَوْمُ يَوْمُ الْمَلْحَمَة.[1]

آج انتقام کا دن ہے۔

ابوسفیان نے یہ جملہ تاجدارِ کائنات ﷺ کے کانوں تک پہنچا دیا۔ آقا ﷺ کھڑے ہو گئے اور جواب میں فرمانے لگے:

---

(۱) بخاری الصحیح کتاب المغازی، باب أین رکز النبی الریة یوم الفتح، ۴: ۱۵۵۹ رقم۔ ۴۰۳۰

لَا لَا أَلْيَوْمَ يَوْمُ الْمَرْحَمَةِ.[1]

آج انتقام کا نہیں بلکہ معاف کر دینے کا دن ہے۔

۱۴۔ طلب گارِ رحمت ہو تو محبت کرو

اگر ہم اسلامی تعلیمات کو کسی بھی جہت اور پہلو سے دیکھیں تو ہمیں ہر جگہ فراوانی کے ساتھ محبت، رحمت، شفقت، نرمی، سہولت، لطف و کرم، احسان اور عفو و درگزر کا عنصر ہی غالب نظر آتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ عفو و درگذر، رحمت و شفقت اور نرمی و سہولت ہی سارا اسلام ہے۔ بلاشبہ اتنی شفقت اور اتنی رحمت ہمیں دین اسلام کے سوا دنیا کے کسی مذہب، کسی فلسفہ حیات اور کسی نظام میں نظر نہیں آتی۔ افسوس ہم نے اسلام کا مطالعہ چھوڑ دیا، اسلام کو سمجھنا چھوڑ دیا، نتیجتاً ہم سے اسلام کی معرفت، عمل اور اس سے محبت چھوٹ گئی اور اسلام سے ہمارا رشتہ کمزور ہوگیا، جس کے سبب ہم اسلام سے دور ہوتے چلے گئے۔

محبت صرف دین اسلام اور ایمان کی بنیاد ہی نہیں بلکہ دین کے ہر رشتے اور نسبت کی بنیاد بھی ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ سے تعلق محبت پر قائم ہے، اسی طرح مسلمان کا رسول پاک ﷺ سے تعلق بھی محبت پر قائم ہے۔ ہر چیز محبت کے تابع ہے۔ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اس تعلق کی اساس محبت ہے، ایمان کی اساس محبت ہے، ایمان کا بیج محبت ہے، حتیٰ کہ ایمان کا کمال بھی محبت ہے۔

قرآن مجید میں رب کائنات نے جا بجا اپنی اور حضور نبی اکرم ﷺ سے محبت اور اطاعت کی طرف متوجہ کیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

---

(۱) ۱۔ شافعی، تاريخ مدينة دمشق، ۲۳:۴۵۴
۲۔ عبدالبر، الاستيعاب، ۲:۵۹۷
۳۔ شوکانی، نيل الأوطار، ۸:۱۶۸

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ○[1]

(اے حبیب!) آپ فرما دیں: اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو تب اللہ تمہیں (اپنا) محبوب بنا لے گا اور تمہارے لیے تمہارے گناہ معاف فرما دے گا، اور اللہ نہایت بخشنے والا مہربان ہے۔

اس آیت مبارکہ میں محبت الٰہی کی دلیل اطاعت مصطفیٰ ﷺ کو قرار دیا اور اطاعت مصطفیٰ ﷺ کا ثمر رب کائنات کے محبوب بندوں میں شامل ہو جانے اور گناہوں کی معافی کے مژدہ کی صورت عطا فرمایا۔ بعینہٖ اللہ کریم نے جہاں محبت الٰہی کو محبت و اطاعت مصطفیٰ ﷺ کا اجر عظیم قرار دیا وہیں قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت پر دنیاوی محبتوں کو ترجیح و غلبہ دینے پر عذاب الٰہی کی وعید بھی سنائی گئی ہے۔ ارشاد فرمایا:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ نِاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ط وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ○[2]

(اے نبی مکرم!) آپ فرما دیں: اگر تمہارے باپ (دادا) اور تمہارے بیٹے (بیٹیاں) اور تمہارے بھائی (بہنیں) اور تمہاری بیویاں اور تمہارے (دیگر) رشتہ دار اور تمہارے اموال جو تم نے (محنت سے) کمائے اور تجارت و کاروبار جس کے نقصان سے تم ڈرتے رہتے ہو اور وہ مکانات جنہیں تم پسند کرتے ہو، تمہارے نزدیک اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) اور اس کی راہ میں جہاد سے زیادہ محبوب ہیں

---

(۱) آل عمران، ۳: ۳۱

(۲) التوبة، ۹: ۲۴

تو پھر انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکمِ (عذاب) لے آئے۔ اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں فرماتا۔

اِس آیت مبارکہ سے مقصود یہ ہے کہ بندہ حقیقی معنوں میں محبت کے مفہوم سے آشنا ہو جائے۔ یہ نہ ہو کہ دعویٰ محبت تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ ہو مگر عملی اظہارِ محبت دنیاوی و مادی چیزوں کے ساتھ کیا جائے۔ وادئ محبت میں یہ دوغلا پن کسی بھی طور قبول نہیں کیا جاتا بلکہ ناکامی وخسران کا باعث بنتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی محبت کو مومنین پر غالب کر لینے کا حکم فرمایا ہے:

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ.[1]

وَفِي رِوَايَةٍ عَنْهُ: أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ أَهْلِهٖ وَمَالِهٖ.

تم میں سے کوئی شخص اُس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اُسے اُس کے والد (یعنی والدین)، اُس کی اولاد اور تمام لوگوں سے محبوب تر نہ ہو جاؤں۔

ایک روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے مروی الفاظ ہیں (کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا): جب تک میں اس کے اہل وعیال اور مال سے بھی محبوب تر نہ ہو جاؤں۔

کائناتِ انسانی میں نبی رحمت کے علاوہ کوئی انسان ایسا نہیں جس کی محبت، رحمت و شفقت اور احسان و انعام کا یہ عالم ہو کہ وہ غم وغصہ کی انتہائی کیفیت میں بھی اپنے دامنِ

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الإيمان، باب حبّ الرّسول ﷺ من الإيمان، ۱: ۱۴، رقم: ۱۴-۱۵

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الإيمان، باب وجوب محبّة رسول الله ﷺ أكثر من الأهل والولد والوالد والناس أجمعين وإطلاق عدم الإيمان على من لم يحبه هذه المحبة، ۱: ۶۷، رقم: ۴۴۔

رحمت کو تمام انسانوں پر پھیلائے رکھے اور اپنے مرتبہ رحمۃ للعالمین پر قائم دائم رہے۔ بلاشبہ یہ مرتبہ ساری کائناتِ انسانی میں فقط ایک فردِ مقدس کو حاصل ہوا جو ہمارے نبی، سردار اور آقا ﷺ ہیں۔ وہ اتنے کامل ہیں کہ اُن کے کمال میں کسی نقص کا کوئی گمان ہو ہی نہیں سکتا۔ چنانچہ جب آپ ﷺ احکام دیتے تو آپ ﷺ کا یہی محبت بھرا طرزِ عمل اور طرزِ فکر، اجرائے احکام میں بھی جھلکتا نظر آتا۔

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ، مَنْ وَلِيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّتِي شَيْئًا فَشَقَّ عَلَيْهِمْ فَاشْقُقْ عَلَيْهِ، وَمَنْ وَلِيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّتِي شَيْئًا فَرَفَقَ بِهِمْ فَارْفُقْ بِهِ. (۱)

اے اللہ! میری اُمت میں اگر کسی شخص کو اُمت کے کسی معاملے پر سلطانی، امارت، حکمرانی یا ذمہ داری ملے مگر وہ ان پر سختی کرے: تو، تُو بھی اس کے ساتھ سختی سے پیش آ۔ زور اگر کسی شخص کو اُمت پر کوئی ذمہ داری ملے اور وہ لوگوں کے ساتھ، (اپنے ماتحتوں کے ساتھ) نرم رویہ اختیار کرے، (ان سے محبت اور شفقت سے پیش آئے)، تو باری تعالیٰ تُو بھی اس کے بدلے میں اس سے نرمی (شفقت اور رحمت و بخشش) سے پیش آ۔

یعنی آقا ﷺ کو گوارہ نہ تھا کہ اُمت کے کسی بھی معاملے میں کوئی امیر، وزیر، وزیرِاعظم، صدر یا کسی بھی سطح کا افسر اپنے ماتحتوں کے ساتھ سختی سے پیش آئے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا: مولا! جو حکمران امت کے ساتھ سختی سے پیش آئے، انہیں اذیت

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب الإمارة، باب فضيلة الإمام العادل، ۳: ۱۴۵۸، رقم: ۱۸۲۸

۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۲: ۳۱۳، رقم: ۵۵۳

دے اور ناحق پریشان کرے تو ایسے شخص کے ساتھ تُو بھی سختی کے ساتھ پیش آ۔ پھر اپنی دعا میں عرض کیا: اے اللہ! اگر کسی شخص کو اُمت پر کوئی ذمہ داری ملے اور وہ لوگوں کے ساتھ، ماتحتوں کے ساتھ نرم رویہ اختیار کرے، ان سے محبت اور شفقت سے پیش آئے، تو باری تعالیٰ تُو بھی اس کے بدلے میں اس سے نرمی، شفقت اور رحمت و بخشش سے پیش آ۔

گویا حضور نبی اکرم ﷺ نے قیامت تک کے لیے اپنی اُمت کے تمام لوگوں کے لئے دائمی اصول مرتب فرما دیا کہ ان میں سے جو بھی حاکم بنایا جائے اگر وہ امت کے افراد کے ساتھ محبت و نرمی سے پیش آئے گا تو قیامت کے دن اللہ بھی اس کے صلے میں اس سے نرمی اور رحمت و شفقت سے پیش آئے گا لیکن اگر وہ اللہ تعالیٰ کے بندوں اور حضور کے اُمتیوں کے ساتھ سختی کے ساتھ پیش آئے گا تو پھر وہ یاد رکھ لے کہ قیامت کے دن اس کے ساتھ بھی سختی کی جائے گی۔

یہ دین اسلام کا حقیقی پہلو ہے جو دین محبت کی صورت میں ہمارے سامنے آتا ہے۔ اللہ رب العزت کی ذات عالیہ سے لے کر سنتِ مصطفیٰ ﷺ، سیرت محمدی ﷺ اور دین اسلام کی جملہ تعلیمات میں انسانی قدروں، انسان کے دکھ درد، انسان کی شخصی، طبعی اور ذاتی مجبوریوں، اس کے جذبات ومحسوسات اور اس کے مسائل کا بھی خیال رکھا گیا ہے۔ دین اسلام سے بڑھ کر کسی دین، کسی نظامِ حیات یا کسی مذہب میں محبت، شائستگی (Humanity) اور انسان نوازی (humanism) اور کیا ہوگی؟ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلام اپنی تعلیمات کو جس قدر بلندیوں تک لے گیا ہے، دنیا کا کوئی مذہب اور فلسفہ اس کی گرد کو بھی نہیں پاسکتا۔ بدقسمتی یہ ہے کہ ہم نے اسلام کو صحیح طور پر نہیں سمجھا، لادینی میلان (Secular mind) رکھنے والے اس کی عظمتوں سے لاعلمی کے سبب اس سے انکار کرتے ہیں اور اسلام کے دعوے دار بسببِ جہالت اس کا نازیبا چہرہ پیش کر رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس دین محبت کو ناحق بدنام کیا جا رہا ہے۔

ذرا سوچئے! جو دین ایک بچے کے رونے کے باعث ایک ماں کی مامتا پر بیتنے والے احساس کے نتیجے میں، نماز جیسی عظیم عبادت کو مختصر کر دینے کا اہتمام کرتا ہے، وہ دین کیسے گوارا کرسکتا ہے کہ کسی کے بچے کی گردن کاٹ دی جائے، کسی کے گلے پر چھرا (خنجر) چل جائے، کسی کے سینے میں بندوق کی گولی داغ دی جائے، کسی کا گھر جلا دیا جائے اور خود کش حملے کے ذریعے کئی انسانی آبادیوں اور ان میں رہنے والے معصوم بچوں، عورتوں، بوڑھوں اور مریضوں کو ہلاک و برباد کر دیا جائے۔ جو بدبخت ایسے کام کر کے بھی خود کو مسلمان سمجھتے ہیں وہ بتائیں تو سہی کہ ان کا رشتہ کس اسلام اور کس قرآن کے ساتھ ہے؟ یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے من گھڑت تصورات کو مذہب کا نام دے کر اسلام کو بدنام کر رہے ہیں۔ حقیقت میں یہی دشمنان اسلام ہیں جن کو اسلام کی محبتوں، لطافتوں، رحمتوں، شفقتوں برکتوں اور اس کی عظمتوں کی خبر ہی نہیں۔ حالانکہ پیغمبرِ اسلام ﷺ صحابہ کرام ﷡ کو ہمیشہ محبت، توازن (Balance)، اعتدال (Moderation)، آسانی (Easiness) اور سہولت (convenience) کی تعلیم دیتے اور مبالغہ، انتہا پسندی، اور ہر طرح کی شدت پسندی سے منع فرماتے۔

۱۵۔ تبلیغِ رسالت کے اجر میں طلبِ محبت

حضور نبی اکرم ﷺ نے مؤمنوں سے تبلیغ رسالت پر کوئی ذاتی اجر کی بجائے اپنی قرابت سے محبت چاہی۔ جسے المودۃ کہا گیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ لَّا أَسْئَلُكُمْ عَلَيهِ أَجْرًا اِلَّا الْمُوَدَّةَ فِی الْقُرْبیٰ. (۱)

فرما دیجیے: میں اِس (تبلیغِ رسالت) پر تم سے کوئی اُجرت نہیں مانگتا مگر (میری) قرابت (اور اللہ کی قربت) سے محبت (چاہتا ہوں)۔

---

(۱) الشوریٰ، ۴۲: ۲۳

لوگو! میں نے تمہیں جو راہِ ہدایت دی ہے اس پر کوئی ذاتی اجر نہیں مانگتا ،مگر تمہارے بھلے کے لئے چاہتا ہوں کہ میری قرابت سے محبت کرنا، تاکہ تمہاری نسبت مجھ سے قائم رہے اور میری ہدایت کا فیض تسلسل سے تمہیں ملتا رہے۔ میری قرابت کے ذریعے میرا جو چشمۂ فیض جاری ہوگا تم سبھی اس سے مستفید ہوسکو۔

اس آیت میں اہل بیتِ اطہار کے لئے ''المودّة''فرمایا جبکہ دوسرے مقام پر صحابہ کرام ﷺ، اولیاء وصالحین اور مخلصین کے لئے فرمایا:

اِنَّ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجۡعَلُ لَهُمُ الرَّحۡمٰنُ وُدًّا۝[1]

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے تو (خدائے) رحمٰن ان کے لیے (لوگوں کے) دلوں میں محبت پیدا فرما دے گا۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ جو بندے ایمان لائیں، اعمال صالحہ کریں اور اللہ تعالیٰ کو راضی کر کے اُس کے مقرب ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں ایسے نیک صالح بندوں کے لئے وُدّ یعنی محبت پیدا کردے گا۔ لہٰذا اگر کوئی شخص کسی ولی سے محبت کرتا ہے تو یہ رب العزت نے اس کے دل میں رکھی۔ اسی طرح اگر کسی کا دل صحابہ کرام ﷺ، ائمہ اہل بیت، اولیاء و صالحین، مؤمنین، متقین، کاملین اور ان انعام یافتہ لوگوں کی محبت سے خالی ہے تو اللہ تعالیٰ نے ایسی پاکیزہ محبت کے لئے اس بدنصیب کا دل منتخب ہی نہیں کیا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أَحِبُّوْا اللهَ لِمَا يَغْذُوْكُمْ مِنْ نِعَمِهٖ، وَأَحِبُّوْنِي بِحُبِّ اللهِ ﷻ. وَأَحِبُّوْا أَهْلَ بَيْتِي لِحُبِّي.[2]

---

(۱) مريم، ۱۹:۹٦

(۲): ۱۔ ترمذي، السنن، كتاب المناقب، باب مناقب أهل البيت النبي ﷺ، ۵: ٦٦۴، رقم: ۳۷۸۹

—

اللہ تعالیٰ سے محبت کرو ان نعمتوں کی وجہ سے جو اس نے تمہیں عطا فرمائیں اور مجھ سے اللہ تعالیٰ کی محبت کی خاطر محبت کرو اور میرے اہلِ بیت سے میری محبت کی خاطر محبت کرو۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے جن امتیوں کو خدا اور مصطفیٰ ﷺ سے محبت ہے وہ خدا کی سنت پر عمل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ خود اپنے مقرب ولیوں اور دوستوں کے لئے ان بندوں کے دلوں میں ان کی محبت رکھ دیتا ہے۔ سو جس کے دل میں اللہ کے مقرب دوستوں کی محبت پائیں تو سمجھیں کہ یہ محبت اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے اور جن دلوں کو محبت سے خالی پائیں سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ محبت کے لئے اُن کے دلوں کو چنا ہی نہیں۔

سو جو لوگ محبت کے نام سے چڑتے ہیں خفا ہوتے اور طیش میں آتے ہیں۔ وہ اپنی مرضی سے ایسا نہیں کرتے بلکہ ان کے دلوں کو محبت کے لیے چنا ہی نہیں گیا، چونکہ انہیں محبت نصیب ہی نہیں ہوئی اور اس کی لذتوں سے آشنا ہی نہیں ہوئے اس لئے وہ محبت پر تنقید کرتے رہتے ہیں۔ ان کے دل دنیاوی محبتوں کے غلبہ کی بناء پر گندے ہو چکے ہیں اور محبت کے لائق ہی نہیں رہے۔ لوگ گندے برتنوں میں پاکیزہ چیزیں از قسم دودھ وغیرہ نہیں ڈالتے بلکہ استعمال سے پہلے اسے اچھی طرح دھوتے اور صاف ستھرا کرتے ہیں۔ اگر ایک عام آدمی گندے برتن میں پاکیزہ چیزیں نہیں ڈالتا تو یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی پاکیزہ محبت گندے دلوں میں ڈال دے؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

۲۔ حاكم، المستدرك، ۳: ۱۶۲، رقم: ۴۷۱۶

۳۔ طبراني، المعجم الكبير، ۳: ۴۶، رقم: ۲۶۳۹

۴۔ أيضًا، ۱۰: ۲۸۱، رقم: ۱۰۶۶۴

۵۔ بيهقي، شعب الإيمان، ۱: ۳۶۶، رقم: ۴۰۸

إِذَا أَحَبَّ اللهُ عَبْدًا، نَادٰی جِبْرِيْلَ: إِنِّي قَدْ أَحْبَبْتُ فُلَانًا فَأَحِبَّهُ، قَالَ: فَيُنَادِي فِي السَّمَاءِ ثُمَّ تَنْزِلُ لَهُ الْمَحَبَّةُ فِي أَهْلِ الْأَرْضِ، فَذٰلِکَ قَوْلُ اللهِ: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّاo﴾ [مريم، ١٩: ٩٦]، وَإِذَا أَبْغَضَ اللهُ عَبْدًا نَادٰی جِبْرِيْلَ: إِنِّي قَدْ أَبْغَضْتُ فُلَانًا، فَيُنَادِي فِي السَّمَاءِ ثُمَّ تَنْزِلُ لَهُ الْبَغْضَاءُ فِي الْأَرْضِ.(١)

اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبرائیل علیہ السلام کو آواز دیتا ہے (اے جبرائیل!) میں فلاں آدمی کو محبوب رکھتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو۔ فرمایا: پھر جبریل آسمان میں اعلان کرتے ہیں۔ پھر اہلِ زمین (کے دلوں) میں اس کی محبت اُترتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان اسی بارے میں ہے: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّاo﴾ 'بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے تو (خدائے) رحمٰن ان کے لیے (لوگوں کے) دلوں میں محبت پیدا فرما دے گاo'۔ اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو نا پسند کرتا ہے تو جبرائیل علیہ السلام کو پکارتا ہے میں فلاں آدمی کو نا پسند کرتا ہوں۔ جبرائیل علیہ السلام آسمان میں اس کی منادی کرتے ہیں اور پھر زمین (والوں کے دلوں) میں بھی اس کے لیے نفرت اترتی ہے۔

١٦۔ شفاعتِ عامہ، خاصہ اور عظمیٰ میں مضمر محبت

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آقا علیہ السلام نے فرمایا: میں نے بتکرار اللہ تعالیٰ کے حضور سوال کیا کہ باری تعالیٰ جس طرح تو اُممِ سابقہ پر ان کی حد سے بڑھی ہوئی طرح طرح کی زیادتیوں اور گمراہیوں کے سبب عذاب نازل کرتا تھا اور اُنہیں اسی دنیا میں

(١) ترمذي، السنن، كتاب تفسير القرآن، باب ومن سورة مريم، ٥: ٣١٧، رقم: ٣١٦١۔

دائمی بھوک، سمندروں میں اغراق، دشمنوں کے تسلط، پتھروں کی بارش اور چہرے مسخ ہو جانے جیسے عذاب میں ڈالتا تھا، باری تعالیٰ! میری اُمت کو اِن سخت اور ہلاکت خیز عذابوں سے محفوظ رکھنا۔

آقا علیہ السلام کے مانگنے پر اللہ تعالیٰ نے اپنی درج ذیل وہ خاص چیزیں عطا فرمائیں جو پہلے انبیاء میں سے کسی کو نصیب نہیں ہوئی تھیں حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

ا۔ باری تعالیٰ نے مشارق سے مغارب تک ساری زمین میرے لئے سمیٹ دی۔

۲۔ پھر میں نے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں اپنی اُمت کے لئے عرض کیا:

أَنْ لَا يُهْلِكَهَا بِسَنَةٍ عَامَّةٍ.[1]

(اے باری تعالیٰ!) میری اُمت کو ایسے قحط سے محفوظ رکھنا (جس میں اُس کی تمام غذا تلف ہو جائے)۔

یعنی میری امت پر اس طرح کے قحط نازل نہ کرنا جس کے نتیجے میں قوم کے سارے لوگ اور تمام طبقات ہلاک ہو جائیں۔ آقا علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اللہ رب العزت نے میری یہ دعا قبول فرمائی اور فرمایا کہ اے حبیب اس طرح کے عذاب جو پہلی امتوں پر ان کے حد سے گذر جانے کے نتیجے میں اتارے گئے تھے آپ ﷺ کی دعوت امت پر نازل نہیں کروں گا۔

بلاشبہ آقا ﷺ کا ایسی دعائیں دینا اپنی امت کے ساتھ محبت کا اظہار ہے کہ آپ ﷺ کسی بھی صورت اپنی امت پر کسی بھی قسم کی کوئی مشکل اور پریشانی نہیں دیکھنا چاہتے۔

---

(۱) مسلم، الصحيح، كتاب الفتن و أشراط الساعة، باب هلاك هذه الأمة بعضهم ببعض، ۴: ۲۲۱۵، الرقم: ۲۸۸۹

۱۷۔ رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں میں بھی محبت کی تمنا

محبت وہ جذبہ ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ جب اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا کے لئے ہاتھ بلند کرتے تو دعا میں اس سے اس کی محبت کا سوال کرتے۔ نہ صرف یہ بلکہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں سے محبت کا بھی سوال کرتے۔ پس حضور ﷺ کی دعا بھی محبت کے حصول اور طلب کے لئے ہوتی۔ حضرت عبد اللہ بن یزید خَطمی انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی دعا میں یہ کلمات کہا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِي حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ يَّنْفَعُنِي حُبُّهُ عِنْدَکَ، اَللّٰهُمَّ، مَا رَزَقْتَنِي مِمَّا أُحِبُّ فَاجْعَلْهُ قُوَّةً لِي فِيْمَا تُحِبُّ، اَللّٰهُمَّ، وَمَا زَوَيْتَ عَنِّي مِمَّا أُحِبُّ فَاجْعَلْهُ لِي قُرَّةً فِيْمَا تُحِبُّ.(۱)

یا اللہ! تو مجھے اپنی محبت عطا فرما اور ہر اس شخص کی محبت عطا فرما جس کی محبت تیرے نزدیک میرے لیے نفع بخش ہو۔ یا اللہ! میری پسندیدہ چیزوں میں سے جو چیز تو مجھے عطا فرمائے اُسے اپنی محبت میں میری قوت و طاقت بنا۔ یا اللہ! میری پسندیدہ چیزوں میں سے جو چیز تو مجھ سے روک لے تو اس سے میری توجہ ہٹا کر اپنی محبوب چیزوں کی رغبت و محبت کو ہی میرے لیے (ظاہر و باطن کی) ٹھنڈک بنا۔

محبت کے لئے دعا کرنا صرف آقا علیہ السلام کا معمول مبارک نہ تھا بلکہ انبیائے کرام بھی اسی محبت کا سوال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کرتے نظر آتے ہیں۔ ایک روایت میں

---

(۱) ۱۔ ترمذي، السنن، کتاب الدعوات، باب (۷۴)، ۵: ۵۲۳، رقم: ۳۴۹۱
۲۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۶: ۷۶، رقم: ۲۹۵۹۲
۳۔ ابن المبارک، کتاب الزهد، ۱: ۱۴۴، رقم: ۴۳۰
۴۔ ذهبي، ميزان الاعتدال وحسّنه، ۳: ۲۵۰۔

حضرت ابو درداء ﷺ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت داؤد ﷺ کی دعاؤں میں سے ایک دعا یہ بھی ہے:

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُکَ حُبَّکَ، وَحُبَّ مَنْ يُحِبُّکَ، وَالْعَمَلَ الَّذِي يُبَلِّغُنِي حُبَّکَ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّکَ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِي وَأَهْلِي، وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ[1]

قَالَ: وَکَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِذَا ذَکَرَ دَاوُدَ ﷺ يُحَدِّثُ عَنْهُ قَالَ: کَانَ أَعْبَدَ الْبَشَرِ.

اے اللہ! میں تجھ سے تیری محبت، تجھ سے محبت کرنے والوں کی محبت اور تیری محبت پیدا کرنے والے عمل کا سوال کرتا ہوں۔ یااللہ! اپنی محبت میرے لیے میرے نفس، میری اولاد اور ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ محبوب بنا دے۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب بھی حضرت داود ﷺ کا تذکرہ فرماتے اور اُن کی نسبت کوئی حدیث بھی بیان فرماتے تو ارشاد فرماتے: وہ سب سے زیادہ عبادت گزار انسان تھے۔

۱۸۔ محبت و رحمت پر مبنی اسلامی اَحکام وقوانین کے بنیادی اُصول

جملہ اسلامی تعلیمات، اسلامی قوانین اور احکام کی اساس محبت و رحمت اور آسانی

(۱) ۱۔ ترمذي، السنن، کتاب الدعوات، باب (۷۳)، ۵: ۵۲۲، رقم: ۳۴۹۰
۲۔ حاکم، المستدرک، ۲: ۴۷۰، رقم: ۳۶۲۱
۳۔ ديلمي، مسند الفردوس، ۳: ۲۷۱، رقم: ۴۸۱۰

کی فراہمی ہے۔ آج بھی اگر کسی سلطنت میں شریعت کے احکام کا نفاذ ہوگا تو وہ رفع حرج، قلتِ تکلیف، استثنٰی، تدریج اور نسخ کے اساسی اصولوں (foundational principles) کی روشنی میں ہوگا کیونکہ ان اصولوں کو نظرانداز کر کے جو قانون سازی (legislation) ہوگی وہ خلافِ اسلام اور خلافِ شریعت ہوگی۔ کیوں؟ اس لیے کہ اِن تمام اصولوں کی روح محبت، رحمت، شفقت اور آسانی ہے۔ دینِ اسلام کی جملہ تعلیمات چونکہ محبت پر قائم ہیں اس لیے اِس میں اساسی اصولوں کا درجہ بھی انہی قوانین کو حاصل ہے جس میں مخلوق کے ساتھ محبت کا عنصر نمایاں نظر آئے۔

(۱) حضور ﷺ کا بوجہ محبت نرمی و آسانی کو پسند فرمانا

حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ چھ، سات یا اس سے زیادہ غزوات میں شرکت کی اور ان غزوات کے دوران آقا علیہ السلام کی صحبت، مجلس اور رفاقت میں بہت زیادہ وقت گزارا، اس تمام عرصہ میں ایک ہی چیز میں نے دیکھی:

شَهِدْتُ تَيْسِيرَهُ. (۱)

آپ ﷺ کی سیرتِ طیبہ کا ہر لمحہ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے آسانی مہیا کرنے کی فکر میں گزرتا۔

آپ ﷺ کا ہر عمل اور حکم بھی آسانی کی طرف ہی مائل ہوتا۔ ہر جگہ آپ ﷺ کے طرزِ عمل اور طرزِ فکر یعنی احکام اور وعظ و نصیحت میں مقدم چیز تسہیل ہوتی کہ ان کی طرف سے امت کو سہولت اور آسانی کس طرح فراہم ہو۔ کسی کو آسانی فراہم کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اُس سے محبت کرتا ہے اس لئے اسے کسی مشکل سے دوچار ہوتا نہیں دیکھ سکتا۔

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب الجمعة، باب إِذَا انْفَلَتَتِ الدَّابَّةُ فِي الصَّلَاةِ وَقَالَ قَتَادَةُ إِنْ أُخِذَ ثَوْبُهُ يَتْبَعُ السَّارِقَ وَيَدَعُ الصَّلَاةَ، ۱: ۴۰۵، رقم: ۱۱۵۳

آقا ﷺ خود بھی ہمیشہ آسان عمل اختیار فرماتے تاکہ اس عمل کے ترک ہو جانے کا خدشہ نہ رہے اور امتی اس عمل پر دوام سے گامزن رہ سکے کیونکہ اگر عمل مشکل ہوگا تو اسے انجام دینے والے کا تسلسل تھوڑے وقت کے بعد ٹوٹ جائے گا لہٰذا دائمی سنت بنانے کے لئے آقا ﷺ کی خواہش ہوتی کہ وہ دو اُمور میں سے ہمیشہ آسان کو منتخب کریں۔ امت کی آسانی اور بھلائی کے لئے آقا ﷺ کا یہ طرزِ عمل مخلوق سے آپ ﷺ کی محبت ہی کی علامت ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام صرف نرمی اور آسانی کا دین ہے اور نرمی اور آسانی کے راستوں کا انتخاب محبت ہی کی وجہ سے ممکن ہے۔ آقا ﷺ کی ساری تعلیمات، ترجیحات اور جملہ احکام و قوانین مبنی بر محبت، رحمت، شفقت، سہولت، آسانی اور یُسر ہیں اور دینِ اسلام میں نہ ہی تو شدت پسندی کی کوئی گنجائش ہے اور نہ ہی تنگ نظری، اکراہ یا انتہاء پسندی کی اجازت۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آقا ﷺ نے فرمایا:

يَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا وَبَشِّرُوا وَلَا تُنَفِّرُوا. (1)

آسانی پیدا کرو، مشکل میں نہ پھنساؤ۔ خوشخبری دو اور متنفر نہ کرو۔

یعنی لوگوں کو دین کی دعوت دو تو تبلیغ سے لے کر دین کے نفاذ تک ہر مرحلے پر لوگوں کے لئے آسانیاں پیدا کرو اور کبھی تنگی، شدت اور سختی نہ کیا کرو۔ آقا ﷺ کا یہ پیغام تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر قیامت تک کے لئے تحریکِ اسلام کے تمام علماء، تمام کارکنان

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب العلم، بَاب مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَتَخَوَّلُهُمْ بِالْمَوْعِظَةِ وَالْعِلْمِ كَيْ لَا يَنْفِرُوا، ۱: ۳۸، رقم: ۶۹

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الجھاد و السیر، باب فی الأمر بالتیسیر و ترک التنفیر، ۳: ۱۳۵۹، رقم: ۱۷۳۴

اور دین کی دعوت اور دین کا فریضہ ادا کرنے والے ایسے تمام افراد کے لئے ہے جن کے ہاتھ میں دین کا جھنڈا ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے دین اس انداز سے پیش کریں کہ ان کے لئے دین کی بات خوشخبری کی پیام بر ہو، جس سے ان کے دل خوشی محسوس کریں اور وہ قبولیت اسلام سے دلی مسرت پائیں، وَلَا تُنَفِّرُوا اس کے مقابلے میں ان سے ایسا معاملہ مت اختیار کرو اور دین کا پیغام ان تک اس طرح ہرگز نہ پہنچاؤ کہ وہ دین سے نفرت کرنے لگیں۔ آج جس اندازِ تعلیم کی ضرورت ہے اس حدیثِ مبارکہ میں اسی حوالے سے واضح رہنمائی موجود ہے۔ آج کے دور میں اسلام پر شدت پسندی کا الزام لگایا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق اور حضور نبی اکرم ﷺ کے نعلین پاک کے تصدق سے ہم انہی الزامات و اعتراضات کو رد کرنے کے لئے علمی اور فکری کاوشیں بجا لا رہے ہیں۔ اس حدیث مبارکہ میں بھی وضاحت اور صراحت کے ساتھ پندرہ صدیاں پہلے اسلام کو نرمی، شفقت اور محبت کا دین قرار دیا گیا اور شدت پسندی و انتہا پسندی کی شدید مذمت کی گئی ہے۔

آقا علیہ السلام نے یہ پیغامات محبت اور ارشادات آج سے قریباً ڈیڑھ ہزار سال پہلے تمام عالمِ انسانیت بالخصوص اُمت مسلمہ کو عطا فرمائے۔ یہ اور بات ہے کہ بطور اُمت ہم نے دین اسلام کی حقیقی تعلیمات کو کماحقہ پڑھنے اور سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی اور نہ ہی علومِ نبوی سے بہرہ ور کسی عالم دین ہی سے پوچھنے یا سیکھنے کی کوشش کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مذہب کے نام پر انتہا پرستی اور شدت پسندی کو اختیار کرنے والے حقیقت میں لادینیت اور لامذہبیت کو فروغ دیتے ہیں، قرآن اور اسلام کو نہیں۔

ہمارا رب، رب ہو کر، قادر مطلق ہو کر، ہم سے اتنی زیادہ محبت کرنے والا، ہم پر اتنا غفور و رحیم، کریم و شفیق اور مہربان ہے تو ہم بندے ہو کر اُس کے بندوں پر مہربان کیوں نہیں؟ آقا علیہ السلام کی تعلیماتِ محبت کے باوجود ہم کیوں ظالم، بھیڑیے اور خونخوار ہو گئے ہیں کہ لوگوں کے خون سے اپنا منہ رنگنے پر تیار ہیں؟ ہمارے اندر اتنی سختی، جبر اور بربریت کیوں

ہے؟ ہم دہشت گردی کی راہ پر کیوں چل رہے ہیں؟ ہماری طبیعتوں کی نرمی اور اندر کے انسان میں اللہ تعالیٰ نے جو شفقت و رقت رکھی ہے ہم نے اسے کیوں اور کہاں گم کیا ہے؟ ہمارے مزاج میں موجود محبت، رحمت و شفقت اور اس میں موجود مغفرت وسہولت اور آسانی کا عنصر کہاں گیا؟

دین اسلام کی ان تمام تعلیمات کا مقصد یہ ہے کہ ہم بھی اپنے آئینہ سیرت میں ان صفات کا عکس پیدا کریں اور عفو و درگزر، مہر و کرم، لطف و عنایت اور رحمت و شفقت کے آئینہ دار بن جائیں۔

(۲) اسلام تلوار کے ذریعہ نہیں پھیلا

انسانوں کے لئے آپ ﷺ کی محبت وشفقت اور رحمت و آسانی کا عالم تو یہ ہے کہ آپ ﷺ کے دشمن آپ ﷺ کو پتھر مارتے ہیں، آپ ﷺ سے جنگ کرتے اور تلواریں برساتے ہیں، جسدِ اقدس کو لہولہان کر دیتے ہیں، آپ ﷺ کو وطن سے نکال دیتے ہیں، آپ ﷺ کے خلاف سازشیں کرنے والے ہیں مگر اس کے باوجود آپ ﷺ پھر بھی ان کی بھلائی کے لئے فکر مند اور غمزدہ رہتے ہیں۔

حضور نبی اکرم ﷺ کا یہ محبت بھرا تعلق، رحیمانہ کردار اور طرزِ عمل صرف مومنین کے ساتھ خاص نہیں بلکہ کفار اور منکرین کے لئے بھی آپ ﷺ سراپا رحمت ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آقا علیہ السلام نے پوری حیاتِ طیبہ میں کسی کو جبراً مسلمان بنانے کے لئے تلوار نہیں اٹھائی اور نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس مقصد کے لئے تلوار اٹھائی۔ عہدِ نبوی میں ہونے والے غزوات اور سرایا کے ذمہ دار کفار ومشرکین اور دیگر اعدائے اسلام خود تھے جو مسلمانوں پر از خود حملہ آور ہوتے، انہیں زدوکوب کرتے اور اذیت ناک سزائیں دیتے۔

غزوۂ بدر کو دیکھئے! کفار ومشرکین نے مدینہ پر جنگی چڑھائی کی، مسلمانوں نے مجبور

ہوکر اپنے دفاع کی جنگ لڑی۔ اُحد کی جنگ بھی مکہ سے آنے والے لشکرِ کفار نے مدینہ منورہ آ کر لڑی۔ کفار نے جنگ کے لئے خود مدینہ کی طرف پیش قدمی کی اور مسلمان شہر کے اندر جنگ نہ کرنے کی حکمت عملی کے باعث شہر سے باہر اپنے دفاع کے لئے جانے پر مجبور ہوئے۔ اسی طرح غزوہ احزاب (غزوہ خندق) بھی مشرکین کی مدینہ پر لشکر کشی کا نتیجہ تھا جس میں مسلمانوں نے اطرافِ مدینہ میں خندق کھود کر دشمن سے اپنا دفاع کیا۔

گویا آقا علیہ السلام کے دور میں جتنی جنگیں ہوئیں ان کی نوعیت دفاعی ہے، خواہ وہ یہود کی عہد شکنی اور مدینے پر حملے کی سازشوں کے سبب ہوئیں یا مشرکینِ مکہ اور دیگر قبائل کی لشکر کشی کی صورت میں ہوئیں۔ حتیٰ کہ فتحِ مکہ کا واقعہ بھی کفار و مشرکین کی طرف سے حدیبیہ کے مقام پر دس سال کے لئے کئے گئے معاہدہء امن (Peace Treaty) کو دو سال میں توڑنے کی صورت میں پیش آیا۔ یہود کے ساتھ جنگِ خیبر بھی میثاق مدینہ کی خلاف ورزی کے سبب ہوئی جب انہوں نے اہلِ اسلام کے خلاف حملے کے لئے افواج اور قبائل کو اکٹھا کرنا شروع کر دیا۔

فتحِ مکہ کا تاریخی واقعہ اسلام اور حضور نبی اکرم ﷺ کی عظیم تعلیماتِ محبت اور امن و رحمت کا غماز ہے۔ اس موقع پر آقا علیہ السلام کی ہدایات کی روشنی میں سرزمینِ مکہ پر ایک شخص بھی قتل نہیں ہوا کیونکہ آقا علیہ السلام نے اہلِ مکہ کو امان عطا کر دی اور مکہ میں داخل ہو کر اعلان فرما دیا:

۱۔ جو ابوسفیان کے گھر میں آ جائے اس کو بھی پناہ حاصل ہے۔

۲۔ جو ہتھیار ڈال دے اس کو بھی پناہ ہے۔

۳۔ جو کافر و مشرک اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے، اس کو بھی پناہ حاصل ہے۔

آج کی دنیا میں بڑی سے بڑی طاقت بھی اس عظیم کردار کا تصور نہیں کر سکتی جو آقا علیہ السلام نے اپنی سیرتِ طیبہ کے ذریعے عالمِ انسانیت کو عطا کیا کہ کفار و مشرکین اور جان کے دشمنوں کے لئے بھی آپ ﷺ کی شفقت و محبت اپنی انتہا پر تھی۔

(۳) مومن کی پہچان - پیکرِ اُخوت و محبت

اللہ رب العزت نے مسلم معاشرے میں رہنے والوں کو ایک دوسرے سے محبت، خیر خواہی اور بھلائی کی نصیحت کے احکام دیتے ہوئے فرمایا کہ کوئی شخص کسی دوسرے کو نقصان نہ پہنچائے، اذیت دے نہ بے عزت کرے، کسی کی برائی چاہے اور نہ خود بُرا سلوک کرے۔ ہر شخص دوسرے کے لئے بہی خواہ، ہمدرد، نفع رساں، محبت کرنے والا اور بھلائی پہنچانے والا ہو۔ اسی لئے ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ.(۱)

بات یہی ہے کہ (سب) اہلِ ایمان (آپس میں) بھائی ہیں۔

مومن کی شان یہ ہے کہ وہ آپس میں بھائی بھائی ہوتے ہیں، ایک دوسرے پر ظلم و بربریت، جبر و دہشت گردی، ڈاکہ زنی نہیں کرتے۔ نہ ایک دوسرے کا مال اور جائیداد لوٹتے ہیں اور نہ ہی ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہوتے ہیں، بلکہ ایک دوسرے کے بھائی ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے کی حفاظت کرنے والے، پردہ پوشی کرنے والے، پیار کرنے والے اور کمزوری، گناہ اور خطا پر پردہ ڈالنے والے ہوتے ہیں۔ مومنوں کی اس تعریف کو قرآن نے اِنَّمَا کلمہ حَصر کے ذریعے بیان کیا ہے جس کا معنی یہ ہے کہ مومن صرف وہی لوگ ہی ہوتے ہیں، جن میں باہم بھائی چارہ ہو۔ جس طرح مواخاتِ مدینہ کے ذریعہ آقا ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان اخوت کا رشتہ قائم فرمایا کہ انہیں آپس میں بھائی بھائی بنا دیا، پس ثابت ہوا کہ جب تک مسلمانوں کی زندگی میں محبت و اخوت کا یہ عملی نمونہ نظر نہیں آتا وہ قرآن کے ایمانی معیار پر کبھی پورے نہیں اُتر سکتے۔

ایک طرف قرآن کا یہ میعارِ ایمان ہے کہ مومن صرف وہ ہیں جو ایک دوسرے

---

(۱) الحجرات، ۴۹: ۱۰

کے لئے بھائی سے بھی بڑھ کر محبت و مؤدت، اُخوت اور بھائی چارہ رکھتے ہیں اور دوسری طرف ہمارا کردار یہ ہے کہ ہم ایک دوسرے کے لئے خونخوار بھیڑیے بنے ہوئے ہیں، ہر شخص دوسرے کی عزت، مال و جان پر ڈاکہ ڈالنے، اس کا خون بہانے اور اسے ہر طرح سے اذیت و نقصان پہنچانے پر تُلا بیٹھا ہے تاکہ خود راحت حاصل کرے۔ ہمارا حال درندوں سے بھی بدتر ہے جبکہ قرآن تو مومن انہی کو کہتا ہے جن میں اخوت و مواخات، بھائی چارہ اور باہمی محبت و مودت کمال پر نظر آئے بلکہ حکمِ الٰہی ہے کہ اگر مومنین میں جھگڑا ہو جائے یا دوری پیدا ہو جائے تو:

فَاَصۡلِحُوۡا بَيۡنَ اَخَوَيۡكُمۡ.(۱)

سو تم اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کرایا کرو۔

ایک دوسرے کو آپس میں توڑو نہیں بلکہ جوڑو کیوں کہ اسلام توڑنے کے لئے نہیں آیا بلکہ جوڑنے کے لئے آیا ہے، جدا کرنے کے لئے نہیں آیا بلکہ ملانے کے لئے آیا ہے۔ اسی لئے فرمایا کہ ایسے کام نہ کرو جن کے نتیجے میں باہم پھوٹ پیدا ہو اور وَاتَّقُوا اللّٰهَ 'اللہ سے ڈرو' تاکہ تم پر رحمت کی جائے۔ رب کی محبت و رحمت کے حقدار صرف وہ لوگ ہیں جو باہم اُخوت و مواخات کی زندگی بسر کرتے ہیں۔

(۴) غیر مسلموں تک پھیلا دائرہ محبت

دینِ اسلام دین محبت ہے۔ اس کی محبت کا دائرہ کار مسلمانوں اور غیر مسلموں دونوں پر محیط ہے۔ دین اسلام کے دین محبت ہونے کا پہلا ثبوت یہ ہے کہ اس میں کسی سطح پر بھی کوئی جبر نہیں۔ اللہ رب العزت کا فرمان: لَآ اِكۡرَاهَ فِى الدِّيۡنِ۔ ''دین میں کوئی زبردستی نہیں۔'' اس حقیقت کو بیان کر رہا ہے۔ اس آیت نے اسلام کی تعلیم و تربیت اور احکام و

(۱) الحجرات، ۴۹: ۱۰

قوانین کا اصولی اور اساسی مزاج بتلا دیا کہ دینِ اسلام کا کوئی پہلو، جبر، سختی اور زبردستی پر مبنی نہیں چنانچہ اہل اسلام کا کوئی داخلی معاملہ ہو یا غیر مسلموں کے ساتھ خارجی سطح پر کوئی مسئلہ، کسی بھی حالت میں جبر اور سختی پر مبنی نہیں کیوں کہ سختی و جبر دینِ اسلام کا حصہ ہی نہیں۔ ہمارا فرض اور ذمہ داری صرف خلوص اور محبت کے ساتھ ہر کسی کو دعوتِ اسلام دینا ہے۔

گویا اللہ رب العزت نے اصولی بات سمجھا دی کہ اسلام جو سراسر دین محبت ہے کی دعوت دے دینے اور پیغام پہنچا دینے کے بعد مخاطب کی مرضی اور اس کی صوابدید پر ہے کہ وہ جو چاہے فیصلہ کرے، اب کسی داعی، کسی مبلغ اور کسی فرد، جماعت، حتیٰ کہ اسلامی ریاست کو بھی اپنی غیر مسلم رعایا پر، انہیں مسلمان بنانے کے لئے جبر کرنے کا اختیار نہیں۔ کسی مذہب کے ماننے والوں کی عبادت گاہیں گرانا یا دہشت گردی اور سختی کے ذریعے انہیں ہراساں کر کے اسلام میں داخل ہونے پر مجبور کرنا، یہ عمل سرے سے ہی غیر اسلامی ہے۔

جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے، انہیں حکمت و محبت سے سمجھایا جائے کہ تم دین کا کامل فہم اور اس کی معرفت حاصل کرو تا کہ دینِ اسلام خود بخود اپنی سچائی، نرمی اور سہولت کے سبب تمہارے باطن میں سرایت کر جائے کیونکہ اس کا کوئی پہلو فطرت انسانی، انسانی مزاج اور بنیادی بشری تقاضوں کے خلاف نہیں ہے۔

خلاصہ کلام

مذکورہ بالا تمام آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ دین اسلام میں ''محبت'' ہی کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ اس کی جملہ تعلیمات سے محبت جھلکتی نظر آتی ہے۔ اللہ رب العزت کی ذات عالیہ ہو یا حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات مقدسہ، آیات قرآنیہ ہوں یا احادیث نبویہ ہر جگہ محبت ہی کا درس نمایاں نظر آتا ہے۔ دینِ اسلام حقیقت میں دینِ محبت و رحمت ہے۔ اس کے ہر حکم اور تعلیم سے رحمت و محبت کا پیغام جھلکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے بندے کا تعلق محبت پر قائم ہے۔ رسول اقدس ﷺ سے امتی کا تعلق محبت پر قائم

ہے۔ صحابہ کرام اور اہل بیت عظام علیہم السلام سے تعلق محبت پر قائم ہے۔ اولیاء و صالحین سے تعلق محبت پر قائم ہے۔ بڑوں سے تعلق محبت پر قائم ہے، چھوٹوں سے تعلق شفقت و محبت پر قائم ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے تعلق محبت پر قائم ہے۔ ہر شخص اور شخصیت کے حسب حال محبت کی شکلیں بدلتی رہتی ہیں۔ کہیں محبت، ادب و تعظیم میں بدل جاتی ہے۔ کہیں محبت، شفقت و رحمت میں بدل جاتی ہے۔ کہیں محبت، مودت اور اخوت میں بدل جاتی ہے۔ جس طرح کا رشتہ اور نسبت ہوتی ہے محبت اسی طرح کا روپ دھار لیتی ہے۔

مختصر یہ کہ محبت، امن اور علم ان تین چیزوں کو ان کی اپنی صحیح روح کے ساتھ جمع کر دیں تو اس کا نام اسلام ہے۔ محبت کے ذریعے اسلام نے نفرت ختم کر دی۔ امن کے ذریعے دہشت گردی ختم کر دی اور علم کے ذریعے جہالت ختم کر دی۔ یہ تین وہ معجزات ہیں جو ابد الآباد تک زندہ و تابندہ رہیں گے اور پوری انسانیت ان سے فائدہ اٹھاتی رہے گی۔ آج مشرق سے لے کر مغرب تک اور UN سے لے کر یورپی یونین تک قدیم اور جدید دنیا کی جتنی Development ہے، سب کی سب محبت، امن اور علم کے گرد گھوم رہی ہے اور یہ صرف اور صرف نعلین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا صدقہ ہے۔

عالمی سطح پر اغیار اور اسلام کے بعض نادان دوستوں کی وجہ سے اسلام کے مقدّس اور روشن چہرے کو گرد آلود کرنے کی کوششیں ہو رہی ہیں جس سے نوجوان نسل کے ذہن پراگندہ ہو رہے ہیں۔ افسوس! آج نفرت و عداوت، قتل و غارت گری ، تنگ نظری، انتہا پسندی، جبر و بربریت اور دہشت گردی کو اسلام سے جوڑ دیا گیا ہے۔ حالانکہ ان تمام چیزوں کا اسلام کے ساتھ دور کا بھی کوئی تعلق اور واسطہ نہ تھا ، نہ ہے اور نہ ہوگا۔ اسلام تو انہیں ختم کرنے کے لئے آیا تھا۔ بعثتِ محمدی سے پہلے دہشت گردی کا راج تھا۔ اسلام نے اس راج کو شکست دے کر محبت کی حلاوت سے جو نظام عطا کیا وہ نظامِ محبت، نظامِ امن اور نظامِ علم ہے۔

باب دُوُم

پیغمبرِ رحمت ﷺ، سراپا محبت

اسلام میں محبت اور عدم تشدد کا موضوع انتہا پسندی، دہشت گردی اور عدمِ برداشت کے ماحول میں نہ صرف پاکستان بلکہ اَقوامِ عالم کے لیے بھی نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ دین اسلام کی جملہ تعلیمات اور حضور نبی اکرم ﷺ کی سیرتِ مبارکہ میں ہمیں جا بجا انسانوں سے محبت اور عدمِ تشدد کے مظاہر نظر آتے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضور نبی اکرم ﷺ کے مقام و مرتبہ کے بیان میں بھی محبت اور رحمت کو نمایاں طور پر بیان کیا ہے۔ ارشاد فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ○[1]

اور (اے رسولِ محتشم!) ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر○

گویا اللہ تعالیٰ نے آپ کو پیکرِ رحمت بنا کر بھیجا اور آپ ﷺ تمام کائنات کے لیے سراپا رحمت ہیں۔ اپنی اِسی صفت کا اِظہار خود آپ ﷺ نے متعدد مواقع پر فرمایا ہے۔

مشرکین اور کفارِ مکہ کی طرف سے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے اَصحاب پر ظلم و تشدد کے پہاڑ توڑے جاتے رہے، کسی کو کوڑے مارے جاتے تو کسی کو آگ کے انگاروں پر لٹایا جاتا۔ کبھی آپ ﷺ کو پتھروں سے لہولہان کیا جاتا اور کبھی معاشرتی مقاطعہ کیا جاتا۔ ظلم و ستم کی اس اِنتہا پر جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ سے یہ عرض کرنے پر مجبور ہو جاتے کہ یا رسول اللہ! آپ ان ظالموں اور مشرکوں کے لیے بد دعا کیجیے تو آپ ﷺ اپنے اَصحاب کے اس

---

(۱) الأنبياء، ۲۱:۱۰۷

تقاضے پر جواباً ارشاد فرماتے:

إِنِّي لَمْ أُبْعَثْ لَعَّانًا، وَإِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً. (۱)

مجھے لعنت کرنے والا بنا کر مبعوث نہیں کیا گیا، مجھے تو صرف سراپا رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔

ظلم و ستم کے پہاڑ ڈھائے جانے کے بعد صحابہ کرام ﷺ کی گزارش پر آپ ﷺ نے صراحتاً فرما دیا کہ میں بددعا کرنے والا بن کر مبعوث نہیں ہوا بلکہ میں تو سراپا رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے یہ الفاظ بھی مروی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً، وَلَمْ أُبْعَثْ عَذَابًا. (۲)

مجھے تو سراپا رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے نہ کہ عذاب بنا کر۔

یعنی میں پیکرِ رحمت ہوں، میں ایسا عمل نہیں کرسکتا جس سے کسی دوسرے کو اذیت یا تکلیف پہنچے۔

یہ اور اس موضوع کی حامل دیگر احادیثِ مبارکہ سے آپ ﷺ کی درج ذیل دو صفات کا اِظہار ہوتا ہے:

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب البر والصلة والآداب، باب النهي عن لعن الدواب وغيرها، ۴:۲۰۰۶، رقم:۲۵۹۹
۲۔ بخاري، الأدب المفرد:۱۱۹، رقم:۳۲۱
۳۔ أبو يعلى، المسند، ۱۱:۳۵، رقم:۶۱۷۴

(۲) ۱۔ بيهقي، شعب الإيمان، ۲: ۱۴۴، رقم: ۱۴۰۳
۲۔ ابن عساكر، تاريخ مدينة دمشق، ۴: ۹۲

(۱) محبت (love)

(۲) عدمِ تشدد (non-violence)

یہ دونوں اَوصاف حضور نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ مبارکہ میں بدرجہ اَتم موجود ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ ہر شخص محبت کا علم بردار بنے اور عدمِ تشدد کی راہ پر گامزن ہو۔ اس لیے کہ مخلوقِ خدا سے محبت کرنا محبتِ رسول ﷺ کا ایک جزوِ لاینفک ہے۔ نیز زندگی عدمِ تشدد (non-violence) کے فارمولے کے مطابق گزارنا یعنی کسی کو اذیت نہ دینا ہی حضور نبی اکرم ﷺ کی سیرتِ طیبہ اور تعلیمات کا نچوڑ ہے۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک موقع پر حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّمَا بَعَثَنِي رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ. [1]

بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔

اس حدیث شریف میں حضور نبی اکرم ﷺ کی رحمت اسی طرح کلمہ حصر - اِنَّمَا - کے ساتھ بیان ہوئی ہے جس طرح آیتِ کریمہ ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ کلمہ حصر کے ساتھ بیان ہوئی ہے۔ عربی گرامر کا قاعدہ ہے کہ جب نفی کے ساتھ استثنا آئے (جیسے مَا کلمہ نافیہ ہے اور إِلَّا استثنا ہے) تو بیان، حصر کا فائدہ دیتا ہے اور آیت کا معنی یہ بنتا ہے کہ ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے 'صرف' رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے۔ دوسرے لفظوں میں آپ کی ذات سے کسی کو ضرر، گزند یا نقصان پہنچ ہی نہیں سکتا اور نہ ہی آپ کسی کے لیے تکلیف دہ ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ دوست ہو یا دشمن، اپنا ہو یا غیر، مومن ہو یا کافر، نیکوکار ہو یا بدکار جو بھی آپ ﷺ کی بارگاہ میں آئے گا تو آپ ﷺ سے ہر ایسے شخص کو صرف شفقت و رحمت، لطف و کرم اور بخشش و انعام ہی ملے گا، انتقام یا معمولی سی بھی رنجش نہیں ملے گی۔

---

(۱) أبو داود، السنن، كتاب السنة، باب النهي عن سبّ أصحاب رسول الله ﷺ، ۴: ۲۱۵، رقم: ۴۶۵۹

یہی بات کلمہ حصر کے ساتھ حضور نبی اکرم ﷺ نے مذکورہ حدیث شریف میں بیان فرمائی کہ میرے اللہ نے تو مجھے تمام جہانوں کے لیے صرف رحمت ہی بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔

ا۔ ذاتِ مصطفیٰ ﷺ سراپا رحمت و محبت ہے

حضور نبی اکرم ﷺ اس کائنات میں تحفۂ رحمت کی صورت مبعوث ہوئے ہیں۔ یہ رحمتِ مکتسبہ نہیں بلکہ رحمتِ مہداۃ ہے۔ یعنی یہ رحمت، کسب یا جہد و محنت اور تربیت و ریاضت کا نتیجہ نہیں بلکہ اللہ رب العزت کی عطا سے جبلی طور پر آپ ﷺ کی ذات مقدسہ کا حصہ ہے۔ جس دن آپ ﷺ کی خِلقت ہوئی تھی اسی دن سے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے جسدِ عنصری اور روح مبارک کو منبعِ رحمت بنا دیا۔ چنانچہ رحمت آپ ﷺ کی خِلقت میں شامل اور آپ ﷺ کے اندر ودیعت کردہ ہے۔ یہ پیدائشی طور پر آپ ﷺ پر عطیہ اور وہب ہے، کسی اِکتساب کا نتیجہ نہیں۔ اللہ رب العزت نے جب عموماً اپنی مخلوقات اور خصوصاً انسانوں کو اپنی رحمت سے نوازنے کے لیے اپنی رحمت کا سب سے بڑا منبع، ذخیرہ اور خزانہ زمین پر اتارنا چاہا کہ جہاں سے اس کی رحمت بے حجابانہ بٹتی رہے تو وجودِ مصطفیٰ ﷺ کو اپنی رحمت کا سب سے بڑا خزانہ، عظیم عطیہ، رحمت کا سرچشمہ اور منبع بنا کر کائناتِ خلق کو عطا فرمایا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اس امر کا اظہار خود بھی فرمایا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّمَا أَنَا رَحْمَةٌ مُهْدَاةٌ. (١)

اے لوگو! بے شک میں (تمام عوالم کے لیے) تحفتاً عطا کی گئی رحمت ہوں۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللهَ عزوجل بَعَثَنِي رَحْمَةً لِلْعَالَمِيْنَ وَهُدًى لِلْعَالَمِيْنَ. (٢)

---

(١) حاكم، المستدرك، ١: ٩١، رقم: ١٠٠

(٢) أحمد بن حنبل، المسند، ٥: ٢٥٧، ٢٦٨، ٤٣٧، رقم: ٢٢٢٧٢، ٢٢٣٦١، ٢٣٧٥٧

بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام جہانوں کے لیے رحمت اور ہدایت بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔

مذکورہ اِرشاداتِ گرامی میں سے پہلی روایت میں آقا ﷺ فرما رہے ہیں کہ مجھے تو تمام دنیاؤں اور تمام طبقاتِ خلق کے لیے صرف اور صرف رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔ میں ساری مخلوقات کے لیے سراپا اَمن و رحمت اور محبت و شفقت ہوں۔

دوسری روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بلا تفریقِ رنگ و نسل اور بلا اِمتیازِ مذہب تمام طبقاتِ اِنسانی - خواہ مسلمان ہوں یا غیرمسلم، سفید ہوں یا سیاہ، غریب ہوں یا امیر - اور کل عوالم کے لیے محض رحمت اور ہدایت بنا کر بھیجا ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات مقدسہ میں ہدایت، روشنی، رحمت، محبت اور شفقت یکجا دکھائی دیتی ہیں۔ آپ ﷺ کا پیکر اَقدس بذاتِ خود پوری انسانیت کے لیے محبت، رحمت، ہدایت، شفقت اور باعثِ اَمن ہے۔ اس میں تشدد، جبر، زیادتی، ظلم اور اذیت کا کوئی گزر نہیں ہے اور یہی اسلام کی تعلیمات کا نچوڑ ہے۔

۲۔ سابقہ کتبِ سماویہ میں حضور ﷺ کی صفاتِ رحمت و محبت کا بیان

حضرت عطاء بن یسار بیان کرتے ہیں: میں حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے ملا اور میں نے ان سے پوچھا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی شان میں جو کچھ قرآن میں اترا ہے، وہ تو ہم پڑھتے اور سنتے ہی ہیں؛ اس کے علاوہ آقا ﷺ وقتاً فوقتاً خود اپنی صفات، اپنی ذاتِ اَقدس، اپنے اَحوال اور اپنی شان کے بارے میں جو کچھ ارشاد فرماتے ہیں، وہ بھی ہم سنتے رہتے ہیں۔ آپ مجھے رسول اللہ ﷺ کی وہ صفات بتلایئے جو تورات میں بیان کی گئی

ہیں۔ اِس پر اُنہوں نے فرمایا:

أَجَلْ، وَاللهِ! إِنَّهُ لَمَوْصُوفٌ فِي التَّوْرَاةِ بِبَعْضِ صِفَتِهِ فِي الْقُرْآنِ: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاکَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا﴾ [الأحزاب، ۳۳/٤٥]، وَحِرْزًا لِلْأُمِّيِّينَ. أَنْتَ عَبْدِي وَرَسُولِي، سَمَّيْتُکَ الْمتَوَکِّلَ، لَيْسَ بِفَظٍّ وَلَا غَلِيظٍ، وَلَا سَخَّابٍ فِي الْأَسْوَاقِ وَلَا يَدْفَعُ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ، وَلٰـکِنْ يَعْفُو وَيَغْفِرُ، وَلَنْ يَقْبِضَهُ اللهُ حَتّٰى يُقِيمَ بِهِ الْمِلَّةَ الْعَوْجَاءَ، بِأَنْ يَقُولُوا لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللهُ، وَيَفْتَحُ بِهَا أَعْيُنًا عُمْيًا، وَآذَانًا صُمًّا، وَقُلُوبًا غُلْفًا. (۱)

ہاں! خدا کی قسم، تورات میں بھی آپ ﷺ کی بعض وہ صفات بیان ہوئی ہیں جو قرآن مجید میں بیان کی گئی ہیں۔ یعنی اے (غیب کی خبریں بتانے والے) نبی! بے شک ہم نے آپ کو گواہ، خوش خبری سنانے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر مبعوث فرمایا اور اُمیین کے لیے حفاظت بنا کر مبعوث کیا ہے۔ آپ میرے بندے اور میرے رسول ہیں۔ میں نے آپ کا نام متوکل رکھ دیا ہے۔ آپ تند خو، سخت دل، بازاروں میں شور مچانے والے اور برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے نہیں ہیں، بلکہ درگزر کرنے والے اور معاف فرما دینے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُنہیں اس وقت تک اپنے پاس نہیں بلائے گا جب تک ان کے ذریعے ٹیڑھی ملت کو سیدھا نہ

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب البیوع باب کراهیة السخب فی السوق، ۲:۷۴۷، رقم: ۲۰۱۸

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲:۱۷۴، رقم: ٦٦٢٢

۳۔ دارمی، السنن، ۱:۷، رقم:۷-۸

۴۔ حاکم، المستدرک، ۲:٦٧٨، رقم:۴۲۴۲

کر دے گا کہ وہ لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللهُ یعنی وحدانیتِ اِلٰہی کا اقرار کرنے لگیں۔ نیز آپ ﷺ کے ذریعے اندھی آنکھوں، بہرے کانوں اور قفل لگے ہوئے دلوں کو کھول دے گا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور نبی اکرم ﷺ کے اَحوال کا ذکر صدیوں پہلے تورات میں اُتارا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو سنایا کہ جس مقدس ہستی پر نبوت کا سلسلہ ختم ہوگا اور انسانیت کے وہ پیکر اَتم جو پیغمبر آخر الزماں ﷺ ہوں گے وہ اِن اِن صفات کے حامل ہوں گے۔ وہ اِنسانیت کے ہر طبقے اور ہر فرد سے محبت کریں گے اور ان کی طبیعت، مزاج، ظاہر و باطن اور کلام میں کہیں بھی تشدد، اذیت، سختی کا شائبہ تک نہیں ہوگا۔

تورات میں مذکور اِنہی صفات کا عملی اِظہار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رات دن حضور نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ مقدسہ میں دیکھتے تھے۔

۳۔ دینِ اسلام بزرگوں اور بچوں کے حقوق کا محافظ ہے

دینِ اسلام تو ہر بڑے سے ادب اور چھوٹے سے شفقت سے پیش آنے کا حکم دیتا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا وَيَعْرِفْ حَقَّ كَبِيرِنَا. (۱)

وہ شخص ہماری اُمت میں سے نہیں (یعنی اس کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے) جو ہماری اُمت میں چھوٹے بچوں پر رحمت و شفقت نہ کرے اور بڑے لوگوں کے حقِ ادب کو نہ پہچانے (یعنی اُن کا ادب و اِحترام بجا نہ لائے)۔

---

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۱: ۱۳۱، رقم: ۲۰۹
۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۲: ۲۰۳، رقم: ۴۵۸
۳۔ ابن ابي شيبه، المصنف، ۵: ۲۱۴، رقم: ۲۵۳۵۹

غور کریں کہ آقا ﷺ نے لَیۡسَ مِنَّا کے ذریعے کتنی سخت تنبیہ فرمائی ہے کہ چھوٹوں پر رحمت و شفقت اور بڑوں کی تعظیم و تکریم نہ کرنے والے شخص کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ درحقیقت آقا ﷺ نے اس فرمان کے ذریعے اُمت کو نہایت اعلیٰ درجہ کے اخلاق کی ایسی تعلیم دی ہے جو تمام اِنسانی اَقدار کی جامع ہے۔

اسلام سے بڑھ کر اور کون سا دین ہوگا جو اِنسانی حقوق کا اِس قدر خیال کرے کہ حَقَّ کَبِیرِنَا کہہ کر ہر بڑی عمر والے شخص - خواہ وہ نیک ہو یا بد - کے ساتھ ادب و تکریم سے پیش آنے کو اُس کا حق قرار دے کر دیگر اَفرادِ اُمت پر بزرگوں کی تعظیم واجب کر دے اور اسی طرح اپنے سے چھوٹی عمر والے اَفراد پر محبت و شفقت کو ان کا حق قرار دے اور بقیہ امت پر ان کے ساتھ رحمت و شفقت سے پیش آنے کو واجب کر دے قطع نظر اِس کے کہ وہ کم سِن شرارتی ہے یا نیک۔

اس حوالے سے یہ وضاحت ضروری ہے کہ آج کے دور میں بطورِ خاص بزرگ شہریوں (senior citizens) کے لیے خصوصی مراعات دے کر اُن کے حقوق کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ یہ تصور سب سے پہلے آقا ﷺ ہی نے دنیا کو متعارف کرایا۔ جدید دنیا آج اس تصور سے آشنا ہو رہی ہے مگر آقا ﷺ نے چودہ سو سال قبل بوڑھے شہریوں (senior citizens) کے حقوق کا مکمل تصور دے کر فرما دیا کہ جو بزرگوں کا ادب نہیں کرتا یا ان کی پرواہ نہیں کرتا وہ میری اُمت میں سے نہیں۔

یہی مضمون حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَیۡسَ مِنَّا مَنۡ لَمۡ یَرۡحَمۡ صَغِیرَنَا وَیُوَقِّرۡ کَبِیرَنَا.[1]

---

(۱) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب البر والصلة، باب ما جاء في رحمة الصبيان، ۴:۳۲۲، رقم: ۱۹۲۱
←

وہ شخص ہماری اُمت میں سے ہی نہیں ہے جو ہماری اُمت کے چھوٹوں کے ساتھ محبت، شفقت اور رحمت سے پیش نہ آئے اور ہمارے بڑوں کی تعظیم و تکریم نہ کرے۔

۴۔ بچوں پر رحمت و شفقت کے پیشِ نظر نماز کو مختصر کر دینا

حضور نبی اکرم ﷺ کی پوری حیاتِ طیبہ ہی رحمت، محبت اور شفقت کے اندازِ فکر، اندازِ عمل اور اندازِ تربیت سے معمور نظر آتی ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو باجماعت نماز پڑھاتے، امامت کرواتے اور صحابہ کرام اور صحابیات رضی اللہ عنہن آپ ﷺ کے پیچھے مقتدی بن کر کھڑے ہوتے تو اس دوران آپ ﷺ کی یہ خواہش ہوتی کہ آپ ﷺ طویل سورت کی تلاوت کریں تاکہ اللہ تعالیٰ کے حضور دیر تک قیام کرسکیں۔ لیکن بسا اوقات ایسا ہوتا کہ ابھی تھوڑی تلاوت ہی کی ہوتی کہ صحابیات کے ساتھ آئے بچوں میں سے اچانک مسجد کے عقبی حصے یا کونے سے کسی بچے کے رونے کی آواز آپ ﷺ کے گوشِ اَقدس میں پڑتی۔ آپ ﷺ اپنی نماز کو مختصر کرتے ہوئے خدا کے حضور طویل قیام کا ارادہ صرف اس خیال سے ترک فرما دیتے کہ کہیں بچے کا رونا اس کی ماں کے لیے باعثِ تکلیف نہ ہو۔ کیوں کہ اگر بچہ روتا رہے گا تو ماں کا دھیان بار بار اپنے بچے کی طرف جائے گا اور اس کی مامتا تڑپتی رہے گی کہ کب نماز ختم ہو اور وہ اپنے بچے کو جا کر بہلائے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے اس امر کا اظہار بھی خود فرمایا۔ متفق علیہ حدیث مبارکہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

إِنِّي لَأَدْخُلُ فِي الصَّلَاةِ وَأَنَا أُرِيْدُ إِطَالَتَهَا، فَأَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ،

۲۔ طبراني، المعجم الكبير، ۱۱: ۴۴۹، رقم: ۱۲۲۷۶

۳۔ بزار، المسند، ۷: ۱۵۸، رقم: ۲۷۱۸

فَأَتَجَوَّزُ فِي صَلَاتِي مِمَّا أَعْلَمُ مِنْ شِدَّةِ وَجْدِ أُمِّهِ مِنْ بُكَائِهِ.(۱)

میں نماز شروع کرتا ہوں تو چاہتا ہوں کہ اسے طوالت دوں۔ پھر کسی بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو اپنی نماز مختصر کر دیتا ہوں کہ مبادا اس بچے کے رونے کی وجہ سے اس کی ماں کو تکلیف ہو۔

اِس حدیث مبارکہ میں تو ہم نے حضور نبی اکرم ﷺ کے اپنے طرزِ عمل کا مطالعہ کیا لیکن اس سے بڑھ کر انسانوں کے ساتھ محبت کا ایک اور منظر بھی ہے جو ہمیں حضور نبی اکرم ﷺ کی سیرت مبارکہ میں نظر آتا ہے۔ وہ یہ کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے مختلف علاقوں میں امامت کے فرائض سر انجام دینے والے صحابہ کرام ﷺ کو باقاعدہ طور پر ہدایت نامہ جاری فرما رکھا تھا کہ جب تم نماز کی امامت کراؤ اور بالخصوص نمازِ عشاء کی تو چھوٹی سورتیں پڑھا کرو، لمبی سورتیں نہ پڑھا کرو یعنی مختصر قراءت کیا کرو۔ اِس لیے کہ تمہاری اِقتدا میں دن بھر کے تھکے ماندہ، بوڑھے، ضعیف، کمزور اور بیمار بھی ہوں گے۔ پچھلی صفوں میں عورتیں اور بچے بھی ہوں گے۔ تمہاری طویل قراءت سے وہ مزید تھکاوٹ کا شکار ہو جائیں گے۔ لہٰذا اللہ کی عبادت نماز اور تلاوتِ کلامِ مجید کو مختصر کر لو تاکہ کمزوروں، بوڑھوں، ضعیفوں، بیماروں، عورتوں اور بچوں کو نماز کی حالت میں بھی تکلیف نہ ہو۔

حضرت ابو مسعود انصاری ﷺ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ تک خبر پہنچی کہ ایک صحابی جو اپنے قبیلے کی مسجد کے امام ہیں، وہ اپنے ذوقِ تلاوت کے سبب طویل سورتوں کی تلاوت کرتے ہیں۔ اس پر حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، كتاب الاذان، باب من أخف الصلاة عند بكاء الصبي، ۱: ۲۵۰، رقم: ۶۷۷، ۶۷۸

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الصلاة، باب أمر الأئمة بتخفيف الصلاة في تمام، ۱: ۳۴۳، رقم: ۴۷۰

يَا أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّ مِنكُمْ مُنَفِّرِينَ، فَمَنْ أَمَّ النَّاسَ فَلْيَتَجَوَّزْ، فَإِنَّ خَلْفَهُ الضَّعِيفَ وَالكَبِيرَ وَذَا الحَاجَةِ. (۱)

تم میں سے کچھ لوگ (اپنے متشدد رویے اور سخت عادات و معمولات کی وجہ سے) لوگوں کو (متنفر کر کے دین سے) بھگانے والے ہیں۔ تم میں سے جس شخص کو امامت کرنے کا موقع ملے تو اسے چاہیئے کہ وہ نماز مختصر کیا کرے (یعنی تلاوت، رکعات اور قیام چھوٹا کیا کرے) کیونکہ اُس کے پیچھے بوڑھے اور ضعیف بھی ہوتے ہیں اور حاجت مند بھی (جو کمزوری کے باعث دیر تک کھڑے نہیں ہو سکتے یا انہیں نماز سے فارغ ہوتے ہی اپنا کام کاج کرنا ہوتا ہے۔ لہٰذا ان سب کا خیال کرتے ہوئے ان پر نرمی کیا کرو اور باجماعت نماز مختصر کر دیا کرو)۔

حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے بھی یہی مضمون مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِذَا أَمَّ أَحَدُكُمُ النَّاسَ، فَلْيُخَفِّفْ، فَإِنَّ فِيهِمُ الصَّغِيرَ وَالْكَبِيرَ وَالضَّعِيفَ وَالْمَرِيضَ. فَإِذَا صَلَّى وَحْدَهُ فَلْيُصَلِّ كَيْفَ شَاءَ. (۲)

جب تم نماز میں لوگوں کی امامت کرو تو نماز کو مختصر کرو کیونکہ تمہاری اِقتداء میں چھوٹے بچے بھی ہوں گے، ضعیف اور بوڑھے بھی ہوں گے اور کمزور اور مریض

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الجماعة والإمامة، باب من شکا إمامه إذا طول، ۱: ۲۴۹، رقم: ٦٧٢
۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الصلاة، باب أمر الأئمة بتخیف الصلاة، ۱: ۳۴۰، رقم: ٤٦٦

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الجماعة والإمامة، باب إذا صلی لنفسه فلیطول ما شاء، ۱: ۲۴۸، رقم: ٦٧١
۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الصلاة، باب أمر الأئمة بتخفیف الصلاة في تمام، ۱: ۳۴۱، رقم: ٤٦٧

بھی ہوں گے (لہٰذا ان سب کا خیال رکھو)۔ البتہ جب تنہا نماز پڑھ رہے ہو تو پھر جتنی چاہو قراءت لمبی کرو۔

یہی اسلام کی حقیقی تصویر اور پیغمبر اسلام ﷺ کی سنتِ مطہرہ و سیرتِ طیبہ ہے جس میں اِنسانی اَقدار، دوسروں کے دکھ، درد اور انسان کی شخصی و طبعی اور ذاتی مجبوریوں کے ساتھ ساتھ اس کے جذبات و محسوسات اور مسائل کا اس قدر خیال رکھا جاتا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نہ صرف نماز میں طویل قیام کا ارادہ چھوڑ دیتے اور اپنی نماز مختصر کر دیتے ہیں بلکہ اپنے اس عمل کو تعلیمِ اُمت کے لیے صراحتاً بیان بھی فرماتے ہیں۔ سو حضور نبی اکرم ﷺ نے عبادت میں بھی نرمی اختیار کرنے کا ایک بنیادی اُصول عطا کر دیا کہ امام کو اپنے مقتدیوں کا خیال رکھنا چاہیے۔ آقا علیہ السلام کے ان فرامین سے واضح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے اندازِ فکر کی بنیاد ہمیشہ لوگوں کے لیے آسانی، نرمی، سہولت اور رحمت و شفقت پر مبنی رہی۔

۵۔ اِسلام نرمی اور سہولت کا دین ہے

نرمی اور آسانی دینِ اسلام کا امتیاز ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں:

قِيْلَ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ: أَيُّ الْأَدْيَانِ أَحَبُّ إِلَى اللهِ؟ قَالَ: الْحَنِيفِيَّةُ السَّمْحَةُ.(۱)

بارگاہِ رِسالت مآب ﷺ میں عرض کیا گیا: یارسول اللہ! تمام اَدیان میں سے کون سا دین اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: (اللہ کو سب سے محبوب اور پسندیدہ دین وہ ہے) جو سب سے زیادہ آسان اور مبنی بر سہولت و نرمی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک بار آپ ﷺ نے فرمایا:

(۱) أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۲۳۶، رقم: ۲۱۰۷

اِنِّیْ اُرْسِلْتُ بِحَنِیْفِیَّةِ السَّمَحَ.[۱]

میں دنیا میں آسان ترین دین (دینِ حنیف) لے کر مبعوث ہوا ہوں۔

حضور نبی اکرم ﷺ کی سیرتِ مبارکہ کا مطالعہ اس امر کو واضح کرتا ہے کہ آپ ﷺ نے کسی بھی معاملہ میں انتہا پسندانہ رویہ و مزاج اختیار نہ فرمایا بلکہ ہمیشہ معتدل اور متوازن رہتے ہوئے نرمی، سہولت، آسانی، رحمت و شفقت کو ترجیح دی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

كَانَ النَبِیُّ یُحِبُّ مَا یُخَفِّفُ عَنْهُمْ.[۲]

آقا علیہ السلام ہمیشہ اِس بات کو پسند فرماتے اور اس کا خیال رکھتے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے ایسے عمل کو شرفِ قبولیت بخشیں جو ان کے لیے نرمی (و تخفیف) اور آسانی کا موجب ہو۔

ایک اور روایت میں اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آقا علیہ السلام کی سیرتِ طیبہ کے ایک بڑے خاص پہلو کی طرف اُمتِ مسلمہ کو متوجہ کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

مَا خُیِّرَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بَیْنَ أَمْرَیْنِ إِلَّا أَخَذَ أَیْسَرَهُمَا مَا لَمْ یَكُنْ إِثْمًا.[۳]

جب بھی رسول اللہ ﷺ کو دو کاموں میں سے ایک کو اختیار کرنے کی اجازت ملی تو آپ ﷺ نے آسان اَمر کو اختیار فرمایا جب کہ اس میں معصیت نہ ہو۔

---

(۱) عجلونی، کشف الخفاء، ۱: ۵۳، رقم: ۱۲۱

(۲) بخاری، الصحیح، کتاب مواقیت الصلاة، باب مَا یُصَلّٰی بَعْدَ الْعَصْرِ مِنْ الْفَوَائِتِ وَنَحْوِهَا، ۱: ۲۱۳، رقم: ۵۶۵

(۳) بخاری، الصحیح، کتاب المناقب، بَاب صِفَةِ النَّبِیِّ ﷺ، ۳: ۱۳۰۶، رقم: ۳۳۶۷

حضور نبی اکرم ﷺ آسان عمل کو اس لیے اختیار فرماتے تاکہ اس کے ترک ہو جانے کا خدشہ نہ ہو اور اُمت اس عمل میں موجود آسانی کے باعث اس پر ثابت قدم رہ سکے کیونکہ اگر عمل سخت اور مشکل ہوگا تو اسے انجام دینے والے کا تسلسل تھوڑے عرصہ بعد ٹوٹ جائے گا۔ لہٰذا دائمی سنت بنانے کے لیے اُمت کی آسانی اور بھلائی کے لیے ہمیشہ آقا ﷺ یہی طرزِ عمل اِختیار فرماتے کہ دو اُمور میں سے ہمیشہ آسان کو منتخب فرماتے۔ اِس ضمن میں سیرتِ طیبہ سے بہت سی مثالیں دی جاسکتی ہیں، لیکن صرف ایک کے بیان پر اکتفا کریں گے تاکہ نفسِ مسئلہ بخوبی واضح ہو جائے۔

حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي أَوْ عَلَى النَّاسِ لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ مَعَ كُلِّ صَلَاةٍ. (۱)

اگر میں اپنی اُمت کے لیے مشقت نہ سمجھتا - یا فرمایا: اگر میں لوگوں کے لئے مشقت شمار نہ کرتا - تو میں انہیں ہر نماز کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دیتا۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ وُضُوْءٍ. (۲)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الجمعة، باب السواك یوم الجمعة، ۱:۳۰۳، رقم:۸۴۷
۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵:۴۱۰، رقم:۲۳۵۳۳

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الجمعة، باب السواك یوم الجمعة، ۱: ۳۰۳، رقم: ۸۴۷
۲۔ مالك، الموطأ، کتاب الطهارة، باب ما جاء في السواك، ۱: ٦٦، رقم: ۱۴۵-۱۴٦

میں انہیں ہر وضو کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دیتا۔

۶۔ عمل کی قدر و قیمت کا اِنحصار طرزِ عمل میں نرمی اور ملاطفت پر ہے

یہ اَمر ذہن نشین رہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اَعمال کی قدر و قیمت اور قبولیت کا اِنحصار عبادات و معاملات میں کثرت ہرگز نہیں ہے بلکہ حقوق العباد کی ادائیگی اور مخلوق سے معاملات کی اَنجام دہی کے دوران نرمی و ملاطفت اور بھلائی اختیار کرنے پر ہے۔ آپ ﷺ کے متعدد فرامین ہمیں روز مرہ زندگی میں نرمی و ملاطفت اختیار کرنے کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ آیئے! چند فرامین کا مطالعہ کرتے ہیں:

اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حضور ﷺ نے اُنہیں فرمایا:

يَا عَائِشَةُ! إِنَّ اللهَ رَفِيْقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ فِي الْأَمْرِ كُلِّهِ. (۱)

اے عائشہ! بے شک اللہ تعالیٰ نرمی سے سلوک کرنے والا ہے اور ہر ایک معاملہ میں نرمی کو پسند کرتا ہے۔

ایک روایت کے مطابق حضور نبی اکرم ﷺ نے تعلیم اُمت کے لیے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

يَا عَائِشَةُ! إِنَّ اللهَ رَفِيْقٌ وَيُحِبُّ الرِّفْقَ وَيُعْطِي عَلَى الرِّفْقِ مَا لَا يُعْطِي عَلَى الْعُنُفِ. (۲)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب استتابة المرتدین والمعاندین وقتالهم، باب إِذَا عرَّضَ الذِّمِّيُّ وَغَيْرُهُ، ۶: ۲۵۳۹، رقم: ۶۵۲۸
۲۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الأدب، باب الرفق، ۲: ۱۲۱۶، رقم: ۳۶۸۸

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب البر والصلة والآداب، باب فضل الرفق، ۴: ←

اے عائشہ! اللہ تعالیٰ نرمی کرنے والا ہے اور نرمی کو پسند کرتا ہے۔ وہ نرمی پر اتنا عطا فرماتا ہے کہ جتنا سختی پر نہیں۔

یعنی اللہ رب العزت کا لوگوں سے رحمٰن و رحیم اور غفور و رحیم ہو کر پیش آنا نرمی ہے۔ اس کا صاحبِ رحمتِ واسعہ، رب العالمین اور رازق ہونا نرمی ہے۔ اس کا جواد و کریم اور توّاب و رؤف ہونا نرمی ہے۔ لہٰذا وہ ہر معاملے میں نرمی کو پسند کرتا ہے اور نرمی کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے اور وہ عمل جس میں نرمی ہو اس پر جو اجر عطا فرماتا ہے وہ کسی ایسے نیک عمل سے زیادہ ہوتا ہے جس میں نرمی نہ ہو۔

حضرت جریر بن عبد اللہ ﷺ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

مَنْ يُحْرَمِ الرِّفْقَ، يُحْرَمِ الْخَيْرَ. (۱)

جس شخص کو نرمی (شفقت) سے محروم کر دیا گیا، (سمجھ لو! کہ بارگاہِ اِلٰہی کی جانب سے) وہ ہر خیر اور بھلائی سے محروم کر دیا گیا۔

گویا ساری خیر اور بھلائی کسی بھی کام کو نرمی کے ساتھ انجام دینے میں مضمر ہے۔ لیکن جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے نرمی کی توفیق نہیں دی - خواہ اُس شخص کی کاوشیں تبلیغ و نفاذِ دین ہی سے متعلق کیوں نہ ہوں - تو سمجھ لینا چاہیے کہ اس کے پاس اللہ تعالیٰ نے کوئی نیکی

.... ۲۰۰۳، رقم: ۲۵۹۳

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۱۱۲، رقم: ۹۰۲

۳۔ أبو داود، السنن، کتاب الأدب، باب فی الرفق، ۴: ۲۵۴، رقم: ۴۸۰۷

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب کتاب البر والصلة والآداب، باب فضل الرفق، ۴: ۲۰۰۳، رقم: ۲۵۹۲

۲۔ أبو داؤد، السنن، کتاب الأدب، باب في الرفق، ۴: ۲۵۵، رقم: ۴۸۰۹

نہیں چھوڑی بلکہ وہ ہر بھلائی اور خیر سے یکسر محروم ہو چکا ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے:

إِنَّ الرِّفْقَ لَا يَكُوْنُ فِيْ شَيْءٍ إِلَّا زَانَهُ، وَلَا يُنْزَعُ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا شَانَهُ. (۱)

رِفق ایک ایسی (قدر و قیمت والی) نعمت ہے کہ جس معاملے (یا عمل) میں رِفق (نرمی) ہوگی اللہ تعالیٰ اُس شے (کے وزن، اَہمیت، قدر و قیمت اور اجر) کو بڑھا دے گا۔ لیکن جس چیز سے بھی ملاطفت اور نرمی نکل جائے گی وہ چیز اپنی قدر و منزلت میں گر کر ذلیل اور گھٹیا ہو جائے گی۔

یعنی نرمی کی وجہ سے ایک نیک عمل کا اَجر اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کی قدر و منزلت بڑھ جائے گی، لیکن دوسری طرف وہی عمل خواہ جس قدر بھی نیک ہو حتیٰ کہ اسلام کے نفاذ و دعوت یا تبلیغِ دین ہی کا کیوں نہ ہو، اس میں سختی در آنے کی وجہ سے وہ عمل اپنے مقام و مرتبہ سے گر جائے گا۔

اِس سے بڑھ کر کسی دین و مذہب یا نظامِ حیات میں شائستگی اور انسان نوازی (humanism) کیا ہو سکے گی؟

۷۔ اَئمہ اِسلام نے سہولت و رحمت کی تعلیمات بارہ صدیاں قبل بیان کر دی تھیں

دین کے آسان ہونے کا یہ تصور آج کا نہیں بلکہ آج سے چودہ سو سال قبل حضور

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب البر والصلة والآداب، باب فضل الرفق، ۴: ۲۰۰۴، رقم: ۲۵۹۴

۲۔ أبو داؤد، السنن، كتاب الجهاد، باب ما جاء في الهجرة وسكنى الدر، ۳: ۳، رقم: ۲۴۷۸

نبی اکرم ﷺ نے اُمت کو آسانی، رحمت اور شفقت کی تعلیم دی۔ افسوس! آج ایک طرف علمِ دین کے حاملین میں سے بعض لوگ اپنی تنگ نظری، محدود مطالعہ اور سطحی شعور کے باعث ان باتوں کو سننے کے روادار نہیں۔ جب کہ دوسری طرف غیر مسلم اور اہلِ اسلام دونوں کی جدید نسلوں میں سیکولر ذہن رکھنے والے بھی یہ سوچتے اور سمجھتے ہیں کہ شاید اسلام میں واقعی آسانی، شفقت اور نرمی کا کوئی تصور نہیں ہے۔

ان تینوں طبقات کی یہ سوچیں لاعلمی، بے خبری اور تعصب سے جنم لیتی ہیں۔ اَہلِ علم اور اَہلِ شعور جانتے ہیں کہ امام بخاری، امام مسلم یا دیگر اَئمہ حدیث آج کے دور میں یا اِس صدی یا یورپ و امریکہ میں پیدا نہیں ہوئے بلکہ یہ آج سے بارہ تیرہ سو سال پہلے کے اَئمہ حدیث ہیں جنہوں نے اپنی اپنی کتب میں احادیثِ نبوی کو جمع کیا اور اسلام کے **دینِ یُسر** ہونے پر باقاعدہ اَبواب قائم کیے ہیں۔

یاد رکھیں! کسی امامِ حدیث نے اپنی کسی کتاب میں ایسا باب نہیں باندھا جو ان الفاظ پر مبنی ہو کہ اسلام سختی یا جبر کا نام ہے حالانکہ یہ وہ دور تھا جب اسلام علمی طور پر بھی غالب تھا اور اپنی وسعت وقوت کے اعتبار سے بھی ایک عالم گیر طاقت بن رہا تھا۔ اُس دور میں امام بخاری کا اپنی **'الصحيح'** میں **اَلدِّيْنُ يُسْرٌ** (دین سراسر آسانی اور سہولت کا نام ہے) کے عنوان سے باب قائم کرنا اس بات کی بین دلیل ہے کہ آج کے حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے اَہلِ اسلام آسانی و رحمت کی تعلیمات کو اپنی طرف سے بیان نہیں کر رہے بلکہ یہ تمام باتیں اَئمہ حدیث نے بارہ تیرہ صدیاں قبل اپنی کتب میں جمع کر دی تھیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آقا علیہ السلام نے فرمایا:

إِنَّ الدِّيْنَ يُسْرٌ، وَلَنْ يُشَادَّ الدِّيْنَ أَحَدٌ إِلَّا غَلَبَهُ. (۱)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الایمان، باب **الدِّينُ يُسْرٌ وَقَوْلُ النَّبِيِّ ﷺ: أَحَبُّ الدِّينِ إِلَى اللهِ الْحَنِيفِيَّةُ السَّمْحَةُ**، ۱: ۲۳، رقم: ۳۹

بے شک دین آسان (اور نرم) ہے اور جو کوئی اِسے مشکل (اور سخت) بنائے گا تو یہ اُسی پر غالب آ جائے گا۔

یعنی سختی اور انتہا پسندی اپنانے والے کو دینِ اسلام نے کبھی برداشت نہیں کیا۔ جس شخص نے بھی اپنے لیے یا دوسروں کو دعوت دینے کے لیے دین کے معاملے میں شدت پر مبنی رویہ اختیار کیا تو دین نے اُسے دبا دیا اور اُسے کبھی قبول نہیں کیا کیونکہ دینِ اِسلام شدت کے خلاف اور سہولت اور رحمت کے حق میں ہے۔

اِسلام کے نرمی و آسانی اور سہولت کا دین ہونے پر درج ذیل حدیث روشن دلیل کی حیثیت رکھتی ہے۔ جب آپ ﷺ سے بہترین دین کی بابت دریافت کیا گیا تو حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے دو بار ارشاد فرمایا:

إِنَّ خَيْرَ دِيْنِكُمْ أَيْسَرُهُ، إِنَّ خَيْرَ دِيْنِكُمْ أَيْسَرُهُ. (۱)

تمہارا بہترین دین وہ ہے جو آسانی پر مبنی ہو، تمہارا بہترین دین وہ ہے جو آسانی پر مبنی ہو۔

یہ حقیقت ہے کہ صحیح معنوں میں اسلام سے زیادہ جدید نظامِ حیات اور کوئی نہیں ہے۔ نوجوان نسل کو چاہیے کہ دینِ اسلام کو گہرائی سے پڑھیں اور اسے پڑھے بغیر دوسروں کے کہنے پر ہی یہ فیصلہ نہ کر لیا کریں کہ اسلام نے انسانی حقوق (Human Rights) اور اِنسانی اَقدار (Human Values) کے تصورات عالمِ مغرب سے مستعار لیے ہیں۔ نہیں! ایسا ہرگز نہیں ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے آج سے چودہ صدیاں قبل دہشت گردی اور شدت پسندی کی بیخ کنی کے لیے یہ سنہری اُصول عطا فرمائے۔ دہشت گردی کے ردّ پر مبنی یہ وہ تصور

.... ۲۔ نسائی، السنن، کتاب الایمان وشرائعہ، الدین یسر، ۶: ۵۳۷، رقم: ۱۱۷۶۵

(۱) أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۴۷۹، رقم: ۱۵۹۷۸

ہے جو کسی جدید جمہوریت نے نہیں دیا بلکہ آقا ﷺ نے خود چودہ سو سال پہلے انتہا پسندی کی مذمت کرتے ہوئے عطا کیا۔ یہ وہ دور تھا جب مغرب تہذیب و شائستگی سے دُور اور تاریک دَور (dark ages) میں زندہ تھا۔ ابھی امریکہ دریافت بھی نہیں ہوا تھا جب مدینہ کی سرزمین پر طلوع ہونے والے آفتابِ ہدایت، نبی اَوّلین و آخرین اور تاجدارِ کائنات ﷺ پوری کائناتِ انسانی کو شدت پسندی کی مذمت کی تعلیم دے رہے تھے۔

یہاں سوال کیا جاسکتا ہے کہ اُس وقت شدت پسندی کو ردّ کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ کیا دورِ جاہلیت میں بھی شدت پسندی تھی؟ اس کا جواب 'ہاں' میں ہے کیونکہ کفر ہمیشہ سے شدت پسند رہا ہے اور اسلام ہمیشہ سے رحمت پسند رہا ہے۔ اس لیے شدت پسندی کی مذمت کی اُس وقت بھی ضرورت تھی اور آج بھی ناگزیریت ہے۔ ہر دور میں شدت پسندی کے روپ بدلتے رہے ہیں اور ہر دور میں یہ ایک فلسفہء حیات کے طور پر موجود رہا ہے جبکہ اس کے مقابلے میں ہر دور میں نرمی اور اعتدال (moderation) بھی ایک فلسفہ حیات رہا ہے۔

۸۔ شدت پر مبنی طرزِ عمل اِسلامی تعلیمات کے منافی ہے

حضور نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے دو مرتبہ یہ بات بیان فرمائی کہ دین کی بہترین صورت وہ ہے جو نرمی، آسانی، لطف و کرم اور رحمت و شفقت پر مبنی ہو۔ چنانچہ جس کی بنیاد آسانی اور سہولت پر ہو سمجھ لو کہ وہ سب سے اَعلیٰ اور اَرفع دین ہے۔ آقا ﷺ نے اپنی بات دہرا کر یہ واضح فرما دیا کہ اگر کوئی شخص دین میں شدت پسندی کا راستہ اختیار کرتا ہے تو یہ مت سمجھو کہ یہ اَصلِ دین ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام صرف نرمی اور آسانی کا دین ہے کیونکہ انسانیت کو بہترین دین عطا کرنے والی ہستی آقاے نامدار ﷺ خود اپنے دین کی یہ تعریف کر رہے ہیں کہ دین کا بہترین تصور نرمی، شفقت اور سہولت سے عبارت ہے۔

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور نبی اکرم ﷺ سے کسی حوالے سے سوال کیا:

أَعَلَيْنَا حَرَجٌ؟

کیا کہیں اس (خاص شے یا عمل) میں ہمارے لیے کوئی حرج ہے؟

جواب میں آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا کہ کوئی حرج نہیں، کوئی حرج نہیں، کوئی حرج نہیں۔ پھر فرمایا:

أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ دِيْنَ اللهِ عزوجل فِي يُسْرٍ. (۱)

اے لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ کا دین آسانی میں ہے۔

آقا ﷺ کا تین مرتبہ بیان فرمانا اِس بات پر مہر تصدیق ثبت کر دیتا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ کا دین، آسانی، سہولت، نرمی اور شفقت میں ہے۔ اس لیے جن لوگوں کے مزاج، طبیعت، اور طرزِ عمل مبنی بر شدت دیکھیں تو اُن لوگوں کا فلسفہ اور نظریہ مکمل طور پر ردّ کر دیں کیونکہ ان کی فکر اور نظریہ کا دینِ اِسلام کی تعلیمات سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔

(۱) شدت اور اِنتہا پسندی سے اجتناب کا حکم

اَحادیثِ نبوی میں ایسے بے شمار واقعات ملتے ہیں جن میں آقا علیہ السلام نے اِعتدال، نرمی، شفقت، رحمت اور سہولت کی زندگی اِختیار کرنے کا حکم دیا اور اَعمال و عبادات میں شدت، مبالغے اور انتہاء پسندی سے منع فرما دیا۔ ایسے تمام مسلمان بھائی جنہیں جہاد کی غلط تعبیرات بتا کر شدت پسند بنا دیا گیا ہے ان کی بھلائی کے لیے انہیں نصیحت ہے کہ وہ آقا علیہ السلام کی زبانِ مبارک سے سمجھیں کہ دین اسلام کیا ہے؟ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(۱) احمد بن حنبل، السمند، ۵:۶۹، رقم:۲۰۶۸۸

إِيَّاكُمْ وَالْغُلُوَّ فِي الدِّينِ.[۱]

دین میں غلو (یعنی شدت پسندی اور انتہا پسندی) سے پرہیز کرو۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں ہمیشہ اِعتدال و توازن کو پسند فرمایا اور اس طرزِ عمل کو عینِ دین قرار دیا کیوں کہ قرآن مجید نے بھی اُمَّةً وَّسَطًا کہہ کر ساری اُمت کو یہی پیغام دیا کہ یہ اُمت توازن اور اعتدال کی راہ پر چلنے والی اُمت ہے۔ اس کے باوجود جو اِعتدال اور توازن کی راہ چھوڑتا ہے اور شدت پسندی اختیار کرتا ہے وہ خود کو اُمتِ محمدیہ سے بھی خارج کرتا ہے اور دین کے دائرے سے بھی نکال لیتا ہے۔

ان تمام احادیث مبارکہ کی تفصیل بتانے کا مقصد یہ ہے کہ اسلام میں نرمی کا تصور اور شدت پسندی کا ردّ کوئی نیا تصور نہیں بلکہ ہمیں دین عطا کرنے والے تاجدارِ کائنات ﷺ چودہ صدیاں پہلے شدت پسندی کو ردّ فرما چکے ہیں اور جو دین آپ ﷺ نے ہمیں عطا کیا، اس کا روشن چہرہ اور شفاف حیثیت ہمارے سامنے واضح کر چکے کہ دین میں ہر قسم کی اِنتہا پسندی، شدت پسندی اور مبالغہ پسندی کی راہ غلط ہے، اسے چھوڑ دو کیونکہ یہ دین نہیں ہے۔ اس لیے کہ:

إِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِالْغُلُوِّ فِي الدِّينِ.[۲]

تم سے پہلے قومیں دین میں غلو اور زیادتی (یعنی شدت پسندی اور انتہا پسندی) کے سبب ہلاک ہوئیں۔

(۲) دین میں شدت اختیار کرنے والوں کو حضور ﷺ کی سخت تنبیہ

حضرت انس بن مالک ﷺ سے روایت ہے کہ تین اَشخاص ایک وفد کی صورت

(۱) أحمد بن حنبل، السمند، ۱: ۲۱۵، رقم: ۱۸۵۱

(۲) احمد بن حنبل، السمند، ۱: ۲۱۵، رقم: ۱۸۵۱

میں آقا علیہ السلام کے پاس آئے۔ یہ تینوں افراد قائمُ اللَّیل، صائمُ الدَّھر اور تارکُ الدُّنیا تھے۔ وہ یہ جاننا چاہتے تھے کہ عبادات و اعمال میں آقا علیہ السلام کے معمولاتِ شب و روز کیا ہیں۔ ان کا خیال تھا کہ وہ آقا ﷺ کے عملِ مبارک کی متابعت اور مطابقت میں اور زیادہ بڑھ چڑھ کر عبادت و ریاضت کریں گے۔ انہیں بتایا گیا کہ آقا علیہ السلام کا معمول تو یہ ہے کہ آپ ﷺ آرام بھی فرماتے ہیں اور تہجد کی نماز بھی پڑھتے ہیں، روزے بھی رکھتے ہیں اور افطار بھی کرتے ہیں؛ یعنی آپ ﷺ کی حیات طیبہ اعتدال وتوازن پر قائم ہے۔ آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کا یہ معمول سن کر ان تینوں نے جن کا عبادت کے معاملے میں انتہا پسندی اور شدت پسندی پر عمل تھا کہا کہ ہمارا کیا مقام کہ ہم آقا علیہ السلام کی برابری کر سکیں! آقا علیہ السلام تو معصوم ہیں جب کہ ہم تو گنہگار لوگ ہیں اور ہمیں اللہ رب العزت کا قرب اور بخشش چاہیے۔ اس لیے ہم عبادات کے معاملے میں شدت و کثرت سے پیچھے نہیں ہٹ سکتے۔ چنانچہ ایک نے کہا:

أَنَا أَصُوْمُ الدَّهْرَ وَلَا أُفْطِر.

میں عمر بھر روزے رکھتا رہوں گا اور ایک روزہ بھی نہیں چھوڑوں گا۔

دوسرے نے کہا:

أَنَا فَإِنِّي أُصَلِّي اللَّيْلَ أَبَدًا.

میں اب ہمیشہ ساری رات نماز پڑھا کروں گا۔

اور تیسرے نے بھی کہا:

أَنَا أَعْتَزِلُ النِّسَاءَ فَلَا أَتَزَوَّجُ أَبَدًا.

میں عورتوں سے ہمیشہ دور رہوں گا اور کبھی شادی نہیں کروں گا۔

اس طرح ان تینوں نے اپنے ان معمولات قائم رکھنے کی قسم کھاتے ہوئے پختہ عزم و مصمم ارادہ کر لیا۔ اتنے میں آقا علیہ السلام تشریف لے آئے اور ان کی باتیں بیان کر کے

فرمایا:

أَنْتُمُ الَّذِينَ قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا؟

تمہی وہ لوگ ہو جنہوں نے ایسا ایسا کہا ہے؟

یہ سن کر ان تینوں نے عرض کیا: جی ہاں، یا رسول اللہ۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا:

وَاللهِ، إِنِّي لَأَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ وَأَتْقَاكُمْ لَهُ.

خدا کی قسم! تمہاری نسبت میں خدا سے زیادہ خشیت رکھتا ہوں اور اس سے ڈر کر گناہوں سے زیادہ بچنے والا ہوں۔

یعنی تم سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت، خشیت اور تقویٰ کا جذبہ مجھ میں ہے:

لٰكِنِّي أَصُومُ وَأُفْطِرُ وَأُصَلِّي وَأَرْقُدُ وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ.

لیکن اس کے باوجود میں روزے رکھتا بھی ہوں اور چھوڑتا بھی ہوں، (راتوں کو) نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں، نیز عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔

پس:

مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي. (۱)

جو میری سنت سے منہ پھیرے وہ مجھ سے نہیں ہے۔

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب النکاح، باب الترغیب في النکاح لقوله تعالٰی: (فانکحوا ما تاب لکم من النساء) ۵: ۱۹۴۹، رقم: ۴۷۷۶
۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب النکاح، بَابُ اسْتِحْبَابِ النِّكَاحِ لِمَنْ تَاقَتْ نَفْسُهُ إِلَيْهِ وَوَجَدَ مُؤَنَهُ وَاشْتِغَالِ مَنْ عَجَزَ عَنِ الْمُؤَنِ بِالصَّوْمِ، ۲: ۱۰۲۰، رقم: ۱۴۰۱

اِس حدیث مبارکہ میں تین چیزیں جمع ہیں:

۱۔ آرام کیے بغیر ہر رات قیام کرنا

۲۔ روزانہ روزہ رکھنا اور کبھی افطار نہ کرنا

۳۔ زندگی میں کبھی شادی نہ کرنا یعنی متوازن زندگی چھوڑ کر تارکِ دنیا ہو جانا۔

آقا علیہ السلام نے شدت اور مشقت پر مبنی اِن تینوں اَعمال کو سختی سے ردّ کرتے ہوئے واضح کیا کہ میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا، سب سے زیادہ تقویٰ رکھنے والا اور سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والا ہوں۔ لیکن میرا طریقہ یہ ہے کہ میں رات کو عبادت بھی کرتا ہوں اور بستر پر سوتا بھی ہوں، روزے بھی رکھتا ہوں اور چھوڑتا بھی ہوں اور میں شادیاں کرتا اور اَزواج کے حقوق بھی پورے کرتا ہوں۔ یہی میری سنت، طرزِ عمل، شعار اور اُسوہ ہے اور جو شخص بھی میری سنت، طرزِ عمل اور اُسوہ کو چھوڑ کر کوئی اور طریق اختیار کرے گا وہ میری اُمت میں سے نہیں۔

(۳) شدت پسندوں کے لیے ہلاکت کی وعید

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے تین بار فرمایا:

هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ. [1]

بال کی کھال نکالنے والے (یعنی شدت پسند و انتہاء پسند) ہلاک ہو گئے۔

مُتَنَطِّعُوْنَ انتہا پسندوں، مبالغہ پرستوں اورشدت شعاروں کو کہا جاتا ہے۔ انتہا پسندی کے ردّ میں اسلام کی طرف سے یہ واضح اورصریح پیغام اور اس باب میں اسلام کا یہ فیصلہ کن موقف ان الفاظ میں بآسانی سمجھا جا سکتا ہے۔

(۱) مسلم، الصحیح، کتاب العلم، باب هلك المتنطعون، ۴: ۲۰۵۵، رقم: ۲۶۷۰

۹۔ دنیا کا کوئی فلسفہ، اِسلام کی اِنسانیت نواز تعلیمات کا بدل نہیں ہوسکتا

اِسلام اِنسانیت کے خیال اور اِنسانی جذبات کے اِحساس میں اپنی تعلیمات کو جتنی بلندیوں تک لے گیا ہے، دنیا کا کوئی مذہب اور فلسفہ اُس کی گرد کو بھی نہیں پا سکتا۔ بدقسمتی یہ ہے کہ ہم نے اِسلام کو صحیح طور پر نہیں جانا۔ لادینی میلانات و رُجحانات رکھنے والے اس کی عظمتوں کو نہ جاننے کے سبب اس سے انکار کرتے ہیں اور اسلام کے دعوے دار بسببِ جہالت اور فقدانِ عمیق مطالعہ کے زیادہ افسوس ناک منظر پیش کر رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس مذہبِ رحمت کو ناحق بدنام کیا جا رہا ہے۔

جو اسلام بچے کے رونے کے باعث ماں کی مامتا پر بیتنے والے احساس کے نتیجے میں نماز جیسی عظیم عبادت کو مختصر کر دینے کا اہتمام کرتا ہے، وہ 'اسلام' کیسے گوارا کرسکتا ہے کہ کسی بچے کی گردن کٹ جائے، کسی کے کلیجے پر خنجر چل جائے، کسی کے سینے میں بندوق کی گولی داغ دی جائے، کسی کا گھر جلا دیا جائے اور خودکش حملے کے ذریعے انسانی آبادیوں اور ان میں رہنے والے معصوم بچوں، عورتوں، بوڑھوں اور مریضوں کو ہلاک و برباد کر دیا جائے۔ جو بدبخت ایسے کام کرکے بھی خود کو مسلمان سمجھتے ہیں وہ بتلائیں کہ ان کا رشتہ کس اسلام اور کس قرآن کے ساتھ ہے؟ یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے من گھڑت تصورات کو مذہب کا نام دے کر اسلام کو بدنام کر رہے ہیں، حقیقت میں یہی دشمنانِ اِسلام ہیں جن کو اسلام کی لطافتوں، رحمتوں، شفقتوں، برکتوں اور اس کی عظمتوں کی خبر ہی نہیں۔ پیغمبرِ اسلام ﷺ ہمیشہ صحابہ کرام ﷡ کو اِعتدال و توازن (balance and moderation)، آسانی (easiness) اور سہولت (convenience) کی تعلیم دیتے اور ہمیشہ مبالغہ پسندی، انتہا پسندی اور ہر طرح کی شدت پسندی سے منع فرماتے۔

مسلمان اور مومن ہونے کے لیے ضروری ہے کہ ہم حضور نبی اکرم ﷺ کی اِن تعلیمات کو نہ صرف فکری ونظریاتی طور پر تسلیم کریں بلکہ اپنے معاشرے میں ان کا عملی اظہار بھی پیش کریں۔ دہشت گردی و انتہا پسندی کے عفریت سے نجات حاصل کرنے کے لیے نہ صرف ہماری مسلح اَفواج بلکہ ہر ہر شہری کو اسلام کے بارے میں موجود منفی اِبہام، اِنتشار اور confusion کو دور کر لینا چاہیے۔ بحیثیت مسلمان ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ کون سا عمل عینِ اسلام ہے اور کون سا فعل خارِج اَز اِسلام ہے۔ اِسی صورت ہم یکسو ہوکر مملکتِ خداداد پاکستان کو دہشت گردی اور انتہا پسندی کے تسلط سے آزاد کروا سکتے ہیں۔

یہ وقت پوری قوم، سیاسی جماعتوں، پارلیمنٹ اور خاص طور پر اَفواجِ پاکستان کے لیے امتحان کا وقت ہے۔ تمام ادارے اور سیاسی جماعتیں اور پارلیمنٹ فیصلہ کریں کہ وہ اس ملک کو اَمن اور عدمِ تشدد کا معاشرہ دینا چاہتے ہیں یا اس ملک کو ہمیشہ کے لیے انتہا پسند و متشدد معاشرہ بنا کر دہشت گردوں کے سپرد کرنا چاہتے ہیں؟ وہ فیصلہ کریں کہ امن وسکون چاہتے ہیں یا دہشت گردی اور قتل و غارت گری؟ وہ لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ کی راہ پر چلنا چاہتے ہیں یا رسولِ معظم ﷺ کی تعلیمات سے بغاوت چاہتے ہیں؟

جب تک یکسو ہوکر تمام سیاسی مفادات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے دہشت گردی اور انتہا پسندی کے مرتکب افراد، ان کے معاونین اور فکری گماشتوں کا قلع قمع نہیں کیا جاتا، امن ہمارا خواب ہی رہے گا اور اس کی عملی تعبیر کبھی ممکن نہ ہوسکے گی۔ اس معاشرے کو 'محبت اور عدمِ تشدد' کا نیا slogan دینا ہوگا جس کی بنیاد حضور نبی اکرم ﷺ کی تعلیماتِ اَمن و رحمت اور محبت وشفقت ہیں۔

باب سوُم

حرمتِ دم اور تکریمِ بشر

۱۔ مومن کی جان و مال کی حرمت کعبہ کی حرمت سے بھی زیادہ ہے

سیاسی، فکری یا اِعتقادی اِختلافات کی بنا پر مسلمانوں کی اکثریت (large majority) کو کافر، مشرک اور بدعتی قرار دیتے ہوئے انہیں بے دریغ قتل کرنے والوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے نزدیک مومن کے جسم و جان اور عزت و آبرو کی کیا اَہمیت ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ایک مومن کی حرمت کو کعبے کی حرمت سے زیادہ محترم قرار دیا ہے۔ امام ابن ماجہ سے مروی حدیثِ مبارکہ ملاحظہ ہو:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَطُوفُ بِالْكَعْبَةِ، وَيَقُولُ: مَا أَطْيَبَکِ وَأَطْيَبَ رِيْحَکِ، مَا أَعْظَمَکِ وَأَعْظَمَ حُرْمَتَکِ، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ، لَحُرْمَةُ الْمُؤْمِنِ أَعْظَمُ عِنْدَ اللهِ حُرْمَةً مِنْکِ مَالِهٖ وَدَمِهٖ، وَأَنْ نَظُنَّ بِهٖ إِلَّا خَيْرًا. (۱)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو خانہ کعبہ کا طواف کرتے دیکھا اور یہ فرماتے سنا: (اے کعبہ!) تو کتنا عمدہ ہے اور تیری خوشبو کتنی پیاری ہے، تو کتنا عظیم المرتبت ہے اور تیری حرمت کتنی زیادہ ہے، قسم

---

(۱) ۱۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الفتن، باب حرمة دم المؤمن وماله، ۲: ۱۲۹۷، رقم: ۳۹۳۲

۲۔ طبراني، مسند الشاميين، ۲: ۳۹۶، رقم: ۱۵۶۸

۳۔ منذري، الترغيب والترهيب، ۳: ۲۰۱، رقم: ۳۶۷۹

ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے! مومن کے جان و مال کی حرمت اللہ کے نزدیک تیری حرمت سے زیادہ ہے اور ہمیں مومن کے بارے میں نیک گمان ہی رکھنا چاہیے۔

۲۔ انسانی جان کا قتل کفر کی طرح گناہِ عظیم ہے

عقائد میں اہلِ سنت کے اِمام ابو منصور ماتریدی آیت مبارکہ - مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ (۱) - کے ذیل میں انسانی قتل کو کفر قرار دیتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

من استحل قتل نفس حَرَّمَ الله قتلها بغير حق، فكأنّما استحل قتل الناس جميعًا، لأنه يكفر باستحلاله قتل نفس محرم قتلها، فكان كاستحلال قتل الناس جميعًا، لأن من كفر بآية من كتاب الله يصير كافرًا بالكل. ......

وتحتمل الآية وجهًا آخر، وهو ما قيل: إنه يجب عليه من القتل مثل ما أنه لو قتل الناس جميعًا.

ووجه آخر: أنه يلزم الناس جميعا دفع ذلک عن نفسه ومعونته له، فإذا قتلها أو سعى عليها بالفساد، فكأنما سعى بذلک على الناس كافة. ...... وهذا يدل أن الآية نزلت بالحكم في أهل الكفر وأهل الإسلام جميعاً، إذا سعوا في الأرض بالفساد. (۲)

جس نے کسی ایسی جان کا قتل حلال جانا جس کا ناحق قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام کر

(۱) المائدة، ۵: ۳۲

(۲) أبو منصور الماتُريدی، تأويلات أهل السنة، ۳: ۵۰۱

رکھا ہے، تو گویا اس نے تمام لوگوں کے قتل کو حلال جانا، کیونکہ ایسی جان جس کا قتل حرام ہے، **وہ شخص اس کے قتل کو حلال سمجھ کر کفر کا مرتکب ہوا ہے** ، وہ ایسے ہی ہے جیسے اس نے تمام لوگوں کے قتل کو حلال جانا، کیونکہ جو شخص کتاب اللہ کی ایک آیت کا انکار کرتا ہے وہ پوری کتاب کا انکار کرنے والا ہے۔ ......

یہ آیت ایک اور توجیہ کی بھی حامل ہے اور وہ یہ کہ کہا گیا ہے کہ کسی جان کے قتل کو حلال جاننے والے پر تمام لوگوں کے قتل کا گناہ لازم آئے گا۔

ایک توجیہ یہ بھی ہے کہ تمام لوگوں پر لازم ہے کہ اجتماعی کوشش کے ساتھ اس جان کو قتل سے بچائیں اور اس کی مدد کریں۔ کیونکہ جب وہ اس کو قتل کر کے فساد بپا کرنے کی کوشش کرے گا تو گویا وہ پورے معاشرے کے سبھی لوگوں میں فساد بپا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ...... اور یہ چیز دلالت کرتی ہے کہ یہ آیت اس حکم کے ساتھ تمام اہل کفر اور اہل اسلام کے لیے نازل ہوئی ہے جبکہ وہ فساد فی الارض کے لیے سرگرداں ہو۔

علامہ ابوحفص الحنبلی اپنی تفسیر **اللباب في علوم الكتاب** میں اللہ تعالیٰ کے فرمان **فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيۡعًا**[1] کی تفسیر میں ایک انسان کے قتل کو پورے معاشرہ کے تمام لوگوں کا قتل قرار دیتے ہوئے مختلف ائمہ کے اقوال نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

۱۔ قال مُجَاهِد: من قتل نَفْساً محرَّمة يَصْلَى النَّار بقتلها، كما يصلاها لو قتل النَّاس جميعاً،

۲۔ وقال قتادة: أَعْظَم الله أجرَهَا وعظَّم وزرَها، معناه: من استَحَلَّ قتل مُسْلِمٍ بغير حَقّه، فكأنّما قتل النَّاس جميعاً،

---

(۱) المائدة، ۵: ۳۲

٣۔ وقال الحسن: ﴿فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا﴾، يعني: أنّه يَجِبُ عليه من القِصَاص بِقَتْلِها، مثل الذي يجب عليه لو قتل النَّاسَ جَمِيعًا.

قوله تعالى: ﴿اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْيُصَلَّبُوْٓا اَوْتُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْامِنَ الاَرْضِ ط ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌo اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ ج فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌo﴾. [1]

وقوله: ﴿يُحَارِبُون اللّٰه﴾، أي: يُحَارِبُون أولِيَاءه كذا قدَّرَه الجمهور.

وقال الزَّمَخْشَريُّ: يُحَارِبُون رسول الله، ومحاربة المُسْلِمِين في حكم مُحَارَبَته.

نزلت هذه الآية في قطَّاع الطَّرِيق من المُسْلِمين (وهذا قول) أكثر الفقهاء. [2]

أنَّ قوله تعالٰى: ﴿الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا﴾ يتناول كل من يُوصَف بهذه سواءً كان مُسْلِمًا أو كافراً، ولا يُقالَ: الآية نزلت في الكُفَّار، لأن العبرة بعُمُوم اللَّفظ لا

(۱) المائدة، ۵: ۳۳-۳۴

(۲) ۱۔ بغوی، معالم التنزیل، ۲: ۳۳

۲۔ رازی، التفسیر الکبیر، ۱۱: ۱۶۹

خُصوص السَّبَب، فإن قيل: المُحَارِبُون هم الذين يَجْتَمِعُون ولهم مَنَعَةٌ، ويَقصدون المُسْلِمِين في أرواحهم ودِمَائهم، واتَّفَقُوا على أنّ هذه الصِّفَة إذا حصلت في الصَّحراء كانوا قُطَّاع الطَّريق، وأما إن حصلت في الأمصار، فقال الأوزَاعِيُّ ومالِكٌ واللَّيْثُ بن سَعْد والشَّافِعِيُّ: هم أيضاً قُطَّاع الطَّريق، هذا الحدُّ عليهم، قالوا: وإنّهم في المُدُن يكونون أعظَم ذَنْباً فلا أقَلّ من المساواة، واحتجوا بالآية وعمومها، ولأنّ هذا حدّ فلا يختلف كسائر الحدود.[1]

۱۔ حضرت مجاہد نے فرمایا: جس شخص نے ایک جان کو بھی ناحق قتل کیا تو وہ اس قتل کے سبب دوزخ میں جائے گا، جیسا کہ وہ تب دوزخ میں جاتا اگر وہ سارے لوگوں کو قتل کر دیتا (یعنی اس کا عذابِ دوزخ ایسا ہو گا جیسے اس نے تمام انسانیت کو قتل کر دیا ہو)۔

۲۔ حضرت قتادہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس کی سزا بڑھا دی ہے اور اس کا بوجھ عظیم کر دیا ہے یعنی جو شخص ناحق کسی مسلمان کے قتل کو حلال سمجھتا ہے گویا وہ تمام لوگوں کو قتل کرتا ہے۔

۳۔ حضرت حسن بصریؒ نے ﴿فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا﴾ کی تفسیر میں فرمایا کہ (جس نے ناحق ایک جان کو قتل کیا) اس پر اس کے قتل کا قصاص واجب ہوگا، اس شخص کی مثل جس پر تمام انسانوں کو قتل کرنے کا قصاص واجب ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد انگیزی کرتے پھرتے ہیں (یعنی مسلمانوں میں خونریز رہزنی اور ڈاکہ زنی وغیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں) ان کی سزا یہی ہے کہ وہ قتل کیے جائیں یا

(۱) أبو حفص الحنبلي، اللباب في علوم الكتاب، ۷: ۳۰۱

پھانسی دیے جائیں یا ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹے جائیں یا (وطن کی) زمین (میں چلنے پھرنے) سے دور (یعنی ملک بدر یا قید) کر دیے جائیں۔ یہ (تو) ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لیے آخرت میں (بھی) بڑا عذاب ہےo مگر جن لوگوں نے، قبل اس کے کہ تم ان پر قابو پا جاؤ، توبہ کرلی سو جان لو کہ اللہ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہےo﴾

اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿یُحَارِبُوْنَ اللهَ﴾ سے مراد ہے: یحاربون أولیاءہ (وہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء سے جنگ کرتے ہیں)۔ یہی معنی جمہور نے بیان کیا ہے۔ اور علامہ زمخشری نے کہا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ سے جنگ کرتے ہیں؛ اور مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنا دراصل حضور نبی اکرم ﷺ ہی کے ساتھ جنگ کے حکم میں ہے۔

یہ آیت - ﴿اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللهَ﴾ - مسلمان راہزنوں کے بارے میں اُتری ہے، اور یہ اکثر فقہاء کا قول ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہر وہ شخص شامل ہے جو ان صفات سے متصف ہو خواہ وہ مسلم ہو یا کافر۔ یہ نہیں کہا جائے گا کہ یہ آیت کفار کے حق میں نازل ہوئی کیونکہ اعتبار لفظ کے عموم کا ہوگا نہ سبب کے خاص ہونے کا۔ اور اگر کہا جائے کہ محاربون وہ ہیں جو مجتمع ہوتے ہیں اور ان کے پاس طاقت وقوت بھی ہوتی ہے اور وہ مسلمانوں کی جانوں کا قصد کرتے ہیں تو فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر یہ وصف صحراء میں پایا جائے تو ایسے لوگ راہزن کہلائیں گے، اور اگر دہشت گردی و قتل و غارت گری کا یہ عمل شہروں میں پایا جائے تو امام اوزاعی، مالک، لیث بن سعد اور شافعی کا قول ہے کہ وہ (قاتل ہونے کے علاوہ) راہزن اور ڈاکو بھی ہیں، ان پر بھی یہی حد ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر وہ شہروں میں ہوں تو ان کا

گناہ بہت ہی زیادہ ہو جائے گا۔

کسی ایک مومن کو قصداً قتل کرنے والے کی ذلت آمیز سزا کا اندازہ یہاں سے لگا لیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ایک ہی آیت میں نہ صرف ایسے قاتل کے لیے دوزخ کی سزا کا ذکر کیا ہے بلکہ خَالِدًا، غَضِبَ، لَعَنَهٗ اور عَذَابًا عَظِيْمًا فرما کر اس کی شدّت و حدّت میں کئی گنا اضافہ کر دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا○[1]

اور جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کرے تو اس کی سزا دوزخ ہے کہ مدتوں اس میں رہے گا اور اس پر اللہ غضب ناک ہوگا اور اس پر لعنت کرے گا اور اس نے اس کے لیے زبردست عذاب تیار کر رکھا ہے○

۳۔ اِنسانی جان کا قتل، شرک کی طرح ظلمِ عظیم ہے

حافظ ابنِ کثیر (م۷۷۴ھ) آیت وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا[2] کی تفسیر میں قتلِ عمد کو گناہِ عظیم اور معصیتِ کبریٰ قرار دیتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنا اتنا بڑا گناہ ہے کہ اللہ عزوجل نے اسے شرک جیسے ظلمِ عظیم کے ساتھ ملا کر بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

وهذا تهديد شديد ووعيد أكيد لمن تعاطى هذا الذنب العظيم، الذي هو مقرون بالشرك بالله في غير ما آية في كتاب الله، حيث يقول سبحانه في سورة الفرقان: ﴿وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللهِ إِلَٰهًا

(۱) النساء، ۴: ۹۳

(۲) النساء، ۴: ۹۳

آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ إِلا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ﴾.[1]

وقال تعالٰى: ﴿قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ أَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا﴾ إلى أن قال: ﴿وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَo﴾[2].[3]

اس (قتل عمد جیسے) گناہ عظیم کا ارتکاب کرنے والوں کے لیے یہ شدید دھمکی اور مؤکد وعید ہے کہ قتل عمد کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ شرک جیسے گناہ کے ساتھ ملا کر بیان کیا گیا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سورۂ فرقان میں ارشاد فرمایا ہے: ﴿اور یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی پوجا نہیں کرتے اور نہ ہی کسی ایسی جان کو قتل کرتے ہیں جسے بغیر حق مارنا اللہ نے حرام فرمایا ہے اور نہ ہی بدکاری کرتے ہیں۔﴾ اور ارشاد فرمایا: ﴿فرما دیجئے! آؤ میں وہ چیزیں پڑھ کر سنا دوں جو تمہارے رب نے تم پر حرام کی ہیں (وہ) یہ کہ تم اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ...... اور اس جان کو قتل نہ کرو جسے (قتل کرنا) اللہ نے حرام کیا ہے بجز حق (شرعی) کے۔ یہی وہ اُمور ہیں جن کا اس نے تمہیں تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم عقل سے کام لو۔﴾۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر انسانی جان و مال کے تلف کرنے اور قتل و غارت گری کی خرابی و ممانعت سے آگاہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

إِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ، كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا، فِي شَهْرِكُمْ هٰذَا، فِي بَلَدِكُمْ هٰذَا، إِلَى يَوْمِ تَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ. أَلَا،

---

(۱) الفرقان، ۲۵: ۶۸

(۲) الأنعام، ٦: ۱۵۱

(۳) ابن كثير، تفسير القرآن العظيم، ۱: ۵۳۵

هَلْ بَلَّغْتُ؟ قَالُوْا: نَعَمْ. قَالَ: اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ، فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ، فَرُبَّ مُبَلَّغٍ أَوْعٰی مِنْ سَامِعٍ، فَـلَا تَرْجِعُوْا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ.[1]

بے شک تمہارے خون اور تمہارے مال اور تمہاری عزتیں تم پر اِسی طرح حرام ہیں جیسے تمہارے اِس دن کی حرمت تمہارے اِس مہینے میں اور تمہارے اِس شہر میں (مقرر کی گئی) ہے اُس دن تک جب تم اپنے رب سے ملو گے۔ سنو! کیا میں نے تم تک (اپنے رب کا) پیغام پہنچا دیا؟ لوگ عرض گزار ہوئے: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! گواہ رہنا۔ اب چاہیے کہ (تم میں سے ہر) موجود شخص اِسے غائب تک پہنچا دے کیونکہ کتنے ہی لوگ ایسے ہیں کہ جن تک بات پہنچائی جائے تو وہ سننے والے سے زیادہ یاد رکھتے ہیں (اور سنو!) میرے بعد ایک دوسرے کو قتل کر کے کافر نہ ہو جانا۔

اس متفق علیہ حدیث مبارکہ میں حضور نبی اکرم ﷺ نے صراحتاً یہ فیصلہ صادر فرما دیا کہ جو لوگ آپس میں خون خرابہ کریں گے، فتنہ و فساد اور دہشت گردی کی وجہ سے ایک دوسرے پر اسلحہ اٹھائیں گے اور مسلمانوں کا خون بہائیں گے وہ مسلمان نہیں بلکہ کفر کے مرتکب ہیں۔ **لہٰذا انتہا پسندوں اور دہشت گردوں کے جبر و تشدد کو حضور ﷺ نے فَـلَا تَرْجِعُوْا بَعْدِي كُفَّارًا فرما کر کفر قرار دے دیا۔**

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الحج، باب الخطبة أيام منى، ۲: ۶۲۰، رقم: ۱۶۵۴

۲۔ بخاري، كتاب العلم، باب قول النبي ﷺ: رب مبلغ أوعى من سامع، ۱: ۳۷، رقم: ۶۷

۳۔ مسلم، الصحيح، كتاب القسامة والمحاربين والقصاص والديات، باب تغليظ تحريم الدماء والأعراض والأموال، ۳: ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، رقم: ۱۶۷۹

حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے مومن کے قاتل کی سزا جہنم بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

لَوْ أَنَّ أَهْلَ السَّمَاءِ وَأَهْلَ الْأَرْضِ اشْتَرَكُوْا فِي دَمِ مُؤْمِنٍ لَأَكَبَّهُمُ اللهُ فِي النَّارِ.(۱)

اگر تمام آسمانوں و زمین والے کسی ایک مومن کے قتل میں شریک ہو جائیں تب بھی یقیناً اللہ تعالیٰ ان سب کو جہنم میں جھونک دے گا۔

۴۔ خون خرابہ تمام جرائم سے بڑا جرم ہے

قتل و غارت گری، خون خرابہ، فتنہ و فساد اور ناحق خون بہانا اِتنا بڑا جرم ہے کہ قیامت کے دن اللہ سبحانہ و تعالیٰ ایسے مجرموں کو سب سے پہلے بے نقاب کر کے کیفرِ کردار تک پہنچائے گا۔

۱۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے خونریزی کی نسبت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

أَوَّلُ مَا يُقْضٰى بَيْنَ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي الدِّمَاءِ.(۲)

---

(۱) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب الديات، باب الحكم في الدماء، ۴: ۱۷، رقم: ۱۳۹۸

۲۔ ربيع، المسند، ۱: ۲۹۲، رقم: ۷۵۷

۳۔ ديلمی، مسند الفردوس، ۳: ۳۶۱، رقم: ۵۰۸۹

(۲) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الديات، باب ومن يقتل مؤمنا متعمدا، ۶: ۲۵۱۷، رقم: ۶۴۷۱

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب القسامة والمحاربين والقصاص والديات، باب المجازاة بالدماء في الآخرة وأنها أول ما يقضى فيه بين الناس يوم القيامة، ←

قیامت کے دن لوگوں کے درمیان سب سے پہلے خون ریزی کا فیصلہ سنایا جائے گا۔

۲۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے باہمی خون خرابہ اور لڑائی جھگڑے کے تباہ کن نتائج سے خبردار کرتے ہوئے فرمایا: قتل وغارت گری اتنا بڑا جرم ہے کہ اگر کوئی فرد یا طبقہ اس میں ایک مرتبہ ملوث ہو جائے تو پھر اسے اس سے نکلنے کا راستہ نہیں ملے گا۔ امام بخاری کی روایت کردہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

إِنَّ مِنْ وَرَطَاتِ الْأُمُوْرِ الَّتِي لَا مَخْرَجَ لِمَنْ أَوْقَعَ نَفْسَهُ، فِيْهَا سَفْکَ الدَّمِ الْحَرَامِ بِغَيْرِ حِلِّهِ. (1)

ہلاک کرنے والے وہ اُمور ہیں جن میں پھنسنے کے بعد نکلنے کی کوئی سبیل نہ ہو۔ اِن میں سے ایک بغیر کسی جواز کے حرمت والا خون بہانا بھی ہے۔

۳۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فتنہ و فساد، خون خرابہ اور کثرت سے قتل و غارت گری کے ظہور سے لوگوں کو خبردار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

يَتَقَارَبُ الزَّمَانُ وَيَنْقُصُ الْعِلْمُ وَيُلْقَى الشُّحُّ وَتَظْهَرُ الْفِتَنُ وَيَكْثُرُ الْهَرْجُ. قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، أَيُّمَا هُوَ؟ قَالَ: الْقَتْلُ، الْقَتْلُ. (2)

.... ۳: ۱۳۰۴، رقم: ۱۶۷۸

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۴۴۲

۴۔ نسائي، السنن، کتاب تحريم الدم، باب تعظيم الدم، ۷: ۸۳، رقم: ۳۹۹۴

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، کتاب الديات، باب ومن قتل مؤمنا متعمدًا فجزاؤه جهنم، ۶: ۲۵۱۷، رقم: ۶۴۷۰

۲۔ بيهقي، السنن الکبری، ۸: ۲۱، رقم: ۱۵۶۳۷

(۲) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب الفتن، باب ظهور الفتن، ۶: ۲۵۹۰، رقم: ←

زمانہ قریب ہوتا جائے گا، علم گھٹتا جائے گا، بخل پیدا ہو جائے گا، فتنے ظاہر ہوں گے اور ہرج کی کثرت ہو جائے گی۔ لوگ عرض گزار ہوئے: یا رسول اللہ! ہرج کیا ہے؟ فرمایا: قتل، قتل (یعنی ہرج سے مراد ہے: کثرت سے قتلِ عام)۔

۴۔ جب ایک مرتبہ پُرامن شہریوں اور سول آبادیوں کو ظلم و ستم، جبر و تشدد اور وحشت و بربریت کا نشانا بنایا جائے اور معاشرے کی دیگر مذہبی و سیاسی شخصیات کی محض فکری و نظریاتی اختلاف کی بنا پر Target killing کی جائے تو اس دہشت گردی کا منطقی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ سماج افراتفری، نفسا نفسی، بد امنی اور لڑائی جھگڑے کی آماج گاہ بن جاتا ہے۔ انہی گھمبیر اور خطرناک حالات کی طرف امام ابو داؤد سے مروی درج ذیل حدیث مبارکہ اشارہ کرتی ہے:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

كُنَّا قُعُودًا عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَذَكَرَ الْفِتَنَ، فَأَكْثَرَ فِي ذِكْرِهَا حَتّٰى ذَكَرَ فِتْنَةَ الْأَحْلَاسِ. فَقَالَ قَائِلٌ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، وَمَا فِتْنَةُ الْأَحْلَاسِ؟ قَالَ: هِيَ هَرَبٌ وَحَرْبٌ.(۱)

ہم رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ ﷺ نے فتنوں کا ذکر فرمایا۔ پس کثرت سے ان کا ذکر کرتے ہوئے فتنہ اَحلاس کا ذکر فرمایا۔ کسی نے سوال کیا کہ یارسول اللہ! فتنہ احلاس کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ افراتفری،

.... ٢٦٥٢

٢۔ مسلم، الصحيح، كتاب الفتن وأشراط الساعة، باب إذا تواجه المسلمان بسيفيهما، ۴: ٢٢١٥، رقم: ١٥٧

(١) أبو داود، السنن، كتاب الفتن والملاحم، باب ذكر الفتن، ۴: ۹۴، رقم: ۴٢۴٢

فساد انگیزی اور قتل و غارت گری ہے۔

۵۔ ایک مومن کا قتل پوری دنیا کی تباہی سے بڑا گناہ ہے

اپنے گھناؤنے اور ناپاک مقاصد کے حصول کے لیے عام شہریوں اور پُراَمن انسانوں کو بے دریغ قتل کرنے والے کیسے دینِ امن و سلامتی کے علم بردار بنتے ہیں؟ وہ اپنی دہشت گردانہ کارروائیوں کے ذریعے ہزاروں مسلمانوں کی قتل و غارت گری میں مصروف ہیں جبکہ حضور نبی اکرم ﷺ نے تو ایک مومن کے قتل کو بھی پوری دنیا کے تباہ ہونے سے بڑا گناہ قرار دیا ہے۔ اِس حوالے سے چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما، سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لَزَوَالُ الدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللهِ مِنْ قَتْلِ رَجُلٍ مُسْلِمٍ.(۱)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مسلمان شخص کے قتل سے پوری دنیا کا ناپید (اور تباہ) ہو جانا ہلکا (واقعہ) ہے۔

۲۔ حضرت عبد اللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

قَتْلُ الْمُؤْمِنِ أَعْظَمُ عِنْدَ اللهِ مِنْ زَوَالِ الدُّنْيَا.(۲)

(۱) ۱۔ ترمذي، السنن، كتاب الديات، باب ما جاء في تشديد قتل المؤمن، ۴: ۱۶، رقم: ۱۳۹۵

۲۔ نسائي، السنن، كتاب تحريم الدم، باب تعظيم الدم، ۷: ۸۲، رقم: ۳۹۸۷

۳۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الديات، باب التغليظ في قتل مسلم ظلما، ۲: ۸۷۴، رقم: ۲۶۱۹

(۲) ۱۔ نسائي، السنن، كتاب تحريم الدم، باب تعظيم الدم، ۷: ۸۲، ۸۳، ←

مومن کو قتل کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام دنیا کے برباد ہونے سے بڑا ہے۔

۳۔ ایک روایت میں کسی بھی شخص کے قتلِ ناحق کو دنیا کے مٹ جانے سے بڑا حادثہ قرار دیا گیا ہے۔ حضرت براء بن عازب ﷺ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لَزَوَالُ الدُّنْيَا جَمِيْعًا أَهْوَنُ عِنْدَ اللهِ مِنْ سَفْكِ دَمٍ بِغَيْرِ حَقٍّ.[1]

اللہ تعالیٰ کے نزدیک پوری کائنات کا ختم ہو جانا بھی کسی شخص کے قتلِ ناحق سے ہلکا ہے۔

۶۔ اسلام میں فوت شدگان کی تکریم بھی واجب ہے

دینِ اسلام نے جہاں بلا تفریقِ مذہب اور بلا اِمتیازِ رنگ و نسل ہر انسان کی عزت و تکریم اور اس کی جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کا حکم دیا وہیں فوت شدہ لوگوں کی بھی تکریم کی تعلیم دی ہے۔ یعنی مرنے کے بعد بھی انسانی میت تکریم کی مستحق ہے خواہ مسلمان کی ہو یا غیر مسلم کی۔ بزعم خویش بہت روشن خیال اور سیکولر بننے والے بعض لوگ یہ خیال رکھتے ہیں کہ شاید ان کی قابلیت ہی یہ ہے کہ وہ دین اسلام اور مذہب کے خلاف باتیں کریں۔ حالانکہ انہیں اسلامی تعلیمات سے آشنائی ہے نہ انہوں نے اسلام کا تفصیلی مطالعہ کیا ہے۔ یہ لوگ لاعلمی کی بنا پر دینِ اسلام کی تعلیمات کو نشانہ بناتے ہیں۔ حقیقتِ حال یہ ہے

.... رقم: ۳۹۸۸-۳۹۹۰

۲۔ طبراني، المعجم الصغير، ۱: ۳۵۵، رقم: ۵۹۴

۳۔ بيهقي، السنن الكبرى، ۸: ۲۲، رقم: ۱۵۶۴۷

امام طبرانی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔

(۱) ۱۔ ابن أبي الدنيا، الأهوال: ۱۹۰، رقم: ۱۸۳

۲۔ ابن أبي عاصم، الديات: ۲، رقم: ۲

۳۔ بيهقي، شعب الإيمان، ۴: ۳۴۵، رقم: ۵۳۴۴

کہ پاکستان میں دہشت گردی اور انتہا پسندی کے جواز کے لیے جو کچھ ہو رہا ہے یا کیا جا رہا ہے وہ ہرگز ہرگز دینِ اسلام نہیں ہے۔ موجودہ حالات کی ذمہ دار ملک کی سیاسی قیادت ہے جس نے قوم کو صحیح سمت ہی نہیں دی اور پوری قوم کو شترِ بے مہار کی طرح چھوڑ دیا ہے۔ اسلام صرف زِندہ اِنسانوں کو ہی نہیں بلکہ مردہ کو بھی عزت و تکریم دیتا ہے۔ یہ اِس بات کا بین ثبوت ہے کہ اسلام سراسر دینِ امن و رحمت ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

مَرَّتْ بِنَا جَنَازَةٌ فَقَامَ لَهَا النَّبِيُّ ﷺ وَقُمْنَا لَهُ، فَقُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللهِ، إِنَّهَا جِنَازَةُ يَهُوْدِيٍّ؟ قَالَ: إِذَا رَأَيْتُمُ الْجِنَازَةَ فَقُوْمُوْا. [1]

ہمارے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو حضور نبی اکرم ﷺ کھڑے ہو گئے اور آپ کے ساتھ ہم بھی کھڑے ہو گئے۔ ہم عرض گزار ہوئے: یا رسول اللہ! یہ تو کسی یہودی کا جنازہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم جنازہ دیکھو تو کھڑے ہو جایا کرو۔

ایک اور روایت میں حضرت عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سہل بن حُنَیف اور حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہما قادسیہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اُن کے پاس سے

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الجنائز، باب من قام لجنازة يهودي، ۱: ۴۴۱، رقم: ۱۲۴۹

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الجنائز، باب القيام للجنازة، ۲: ۶۶۰، رقم: ۹۶۰

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۳۱۹، رقم: ۱۴۴۶۷

۴۔ نسائي، السنن، كتاب الجنائز، باب القيام لجنازة أهل الشرك، ۴: ۴۵، رقم: ۱۹۲۲،

۵۔ نسائی، السنن الكبرى، ۱: ۶۲۶، رقم: ۲۰۴۹۔

ایک جنازہ گزرا۔ دونوں کھڑے ہو گئے۔ اُن سے کہا گیا:

إِنَّهَا مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ أَيْ مِنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ، فَقَالَا: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ مَرَّتْ بِهِ جِنَازَةٌ، فَقَامَ، فَقِيْلَ لَهُ: إِنَّهَا جِنَازَةُ يَهُوْدِيٍّ، فَقَالَ: أَلَيْسَتْ نَفْسًا. (۱)

یہ تو یہاں کے مقامی باشندے یعنی ذِمی شخص کا جنازہ ہے۔ (اس بات پر ان) دونوں نے بیان فرمایا: (ایک مرتبہ) حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس سے جنازہ گزرا تو آپ ﷺ کھڑے ہو گئے۔ عرض کیا گیا: یہ تو یہودی کا جنازہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا یہ (انسانی) جان نہیں ہے۔

یعنی حضور نبی اکرم ﷺ نے ہر حال میں انسانی جان کی تکریم کا درس دیا ہے قطع نظر اس کے کہ اس کا مذہب کیا تھا۔ یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ انسانی جان کی یہ تکریم مرنے کے بعد اُس کی میت کی ہو رہی ہے۔ افسوس! ہم زندہ انسانوں کی تکریم کا معاشرہ نہیں بنا سکتے۔

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الجنائز، باب من قام لجنازة يهودي، ۱: ۴۴۱، رقم: ۱۲۵۰

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الجنائز، باب القيام للجنازة، ۲: ۶۶۱، رقم: ۹۶۱

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۶: ۶، رقم: ۲۳۸۹۳

۴۔ نسائي، السنن، كتاب الجنائز، باب القيام لجنازة أهل الشرك، ۴: ۴۵، رقم: ۱۹۲۱

۵۔ نسائی، السنن الكبرى، ۱: ۶۲۶، رقم: ۲۰۴۸

۶۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۳: ۳۹، رقم: ۱۱۹۱۸

۷۔ ابن الجعد، المسند: ۲۷، رقم: ۷۰

۸۔ طبراني، المعجم الكبير، ۶: ۹۰، رقم: ۵۶۰۶

۹۔ بيهقي، السنن الكبرى، ۴: ۲۷، رقم: ۶۶۷۲

۷۔ انسانی قبروں کی حرمت و تکریم بھی واجب ہے

دینِ اسلام کے دینِ امن و محبت اور پیکرِ شفقت ہونے کے جس پہلو پر بھی بات کی جائے ہر پہلو میں انسانوں سے محبت اور عدمِ تشدد عیاں ہے۔ اسلام کی تعلیمات تو یہ ہیں کہ جب کوئی دفن ہو جائے تو اُس کی قبر کی بھی بے حرمتی نہ کی جائے؛ نہ اس پر کھڑے ہوں اور نہ بیٹھیں۔ مرورِ زمانہ سے ممکن ہے اُس کا جسم اور ہڈیاں خاک میں مل کے ختم ہوجائیں مگر چونکہ انسان کا مدفن ہے اور انسانی جان کے دفن ہونے کی علامت ہے، لہٰذا اُس کی قبر کی بھی تکریم کا حکم ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے اُمت کو قبرستان کی تعظیم و احترام میں جوتے اُتارنے کا حکم دیا ہے۔ حضرت بشیر بن خَصَاصِيَه ﷜ بیان کرتے ہیں:

كُنْتُ أَمْشِي مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، فَمَرَّ عَلٰى قُبُوْرِ الْمُسْلِمِيْنَ فَقَالَ: لَقَدْ سَبَقَ هٰؤُلَاءِ شَرًّا كَثِيْرًا. ثُمَّ مَرَّ عَلٰى قُبُوْرِ الْمُشْرِكِيْنَ فَقَالَ: لَقَدْ سَبَقَ هٰؤُلَاءِ خَيْرًا كَثِيْرًا. فَحَانَتْ مِنْهُ الْتِفَاتَةٌ فَرَآى رَجُلًا يَمْشِي بَيْنَ الْقُبُوْرِ فِي نَعْلَيْهِ، فَقَالَ: يَا صَاحِبَ السِّبْتِيَّتَيْنِ، أَلْقِهِمَا. (۱)

---

(۱) ۱۔ نسائی، السنن، کتاب الجنائز، باب کراهیة المشی بین القبور فی النعال، ۴: ۹۶، رقم: ۲۰۴۸
۲۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الجنائز، باب في خلع النعلين في المقابر، ۱: ۴۹۹، رقم: ۱۵۶۸
۳۔ حاکم، المستدرک، ۱: ۵۲۹، رقم: ۱۳۸۱
۴۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۳: ۶۵، رقم: ۱۲۱۴۲
۵۔ ابن حبان، الصحيح، ۷: ۴۴۲، رقم: ۳۱۷۰
۶۔ بخاری، الأدب المفرد، ۱: ۲۸۹، رقم: ۸۲۹

میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جا رہا تھا کہ اسی اثناء ہم مسلمانوں کی قبروں کے قریب سے گزرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک یہ لوگ بہت بڑی برائی سے بچ گئے۔ پھر مشرکین کے قبور کے پاس سے گزرے تو فرمایا: یہ لوگ بہت بڑی بھلائی سے محروم رہے۔ اس کے بعد حضور نبی اکرم ﷺ آگے تشریف لے گئے۔ پس آپ ﷺ نے ایک شخص کو قبروں کے درمیان جوتوں سمیت گزرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: اے جوتوں والے! اپنے جوتے اُتار دو۔

دوسری روایت کے الفاظ کچھ یوں ہیں:

يَا صَاحِبَ السِّبْتِيَّتَيْنِ، وَيْحَکَ أَلْقِ سِبْتِيَّتَيْکَ.(۱)

اے جوتے پہننے والے شخص! تم پر افسوس ہے، اپنے جوتے اتار لو۔

اُس آدمی نے دیکھا تو رسول اللہ ﷺ کو پہچان لیا اور اپنے جوتے اتار کر پھینک دیے۔

ان احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ اسلام نے جہاں زندہ انسانوں کے حقوق کی ادائیگی کا حکم دیا ہے وہیں مردہ انسان اور اس کی قبر کی بھی تعظیم کی تعلیم دی ہے۔ ائمہ و شارحینِ حدیث نے ان روایات کی شرح کرتے ہوئے تعظیمِ میت اور اِحترامِ قبور کو ثابت کیا ہے۔

۸۔ لمحۂ فکریہ

کیا ہمارا معاشرہ اِسلامی اور اِنسانی معاشرہ کہلا سکتا ہے؟ جہاں سیاسی رقیبوں کو ختم

---

(۱) ۱۔ نسائی، السنن، کتاب الجنائز، باب المشی فی النعل بین القبور، ۴: ۲۱۷، رقم: ۳۲۳۰

۲۔ حاکم، المستدرک، ۱: ۵۲۸، رقم: ۱۳۸۰

کرنے اور اپنے اِقتدار کو ہر جائز و ناجائز طریقے سے طول دینے کی خاطر بچوں، عورتوں اور بوڑھوں کو قتل کروا دیا جاتا ہے۔ وہ عظیم رسول اکرم ﷺ جو میدان جنگ میں بھی عورتوں کو قتل کرنے سے منع فرماتے ہیں، اُسی رسول ﷺ کا نام لینے والوں نے 17 جون 2014ء کو سانحہ ماڈل ٹاؤن میں اپنی پولیس کے ذریعے دو جوان خواتین کو منہ میں گولیاں مار کر شہید کر دیا اور مزید بارہ اَفراد کو سیدھی گولیوں کا نشانہ بنا کر شہید کیا۔ نیز بوڑھوں کو داڑھیوں سے اور سر کے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹا۔ پھر 16 دسمبر 2014ء کو سانحہ پشاور میں سفاک دہشت گردوں نے معصوم طالب علم بچوں کو انتہائی بے دردی سے شہید کر دیا۔

یہ لوگ کس منہ سے رسولِ رحمت ﷺ کے سامنے اپنے آپ کو پیش کریں گے اور کس منہ سے آقا علیہ السلام کی شفاعت مانگیں گے؟

باب چہارُم

غیر مسلموں کی
جان و مال کا تحفظ

۱۔ اِسلام بلاامتیاز مذہب سبھی انسانوں کے تحفظ کی ضمانت دیتا ہے

وطنِ عزیز میں دہشت گردی کے مختلف واقعات کا شکار ہونے والے ہزاروں لوگ مسلمان تھے اور سانحہ پشاور میں بھی مسلمان بچے ہی قتل ہوئے۔ جب کہ حضور نبیِ رحمت ﷺ کی سیرتِ طیبہ غیر مسلموں کے لیے بھی سراپا رحمت و شفقت ہے۔ آپ ﷺ نے انسانوں سے محبت سکھائی ہے اور اس میں مذہب کی کوئی تمیز روا نہ رکھی۔ مسلم ہے یا غیر مسلم، سب پر بلا اِمتیاز رحمت و شفقت کا درس دیا ہے۔

۱۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ قَتَلَ مُعَاهَدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ، وَإِنَّ رِيْحَهَا تُوْجَدُ مِنْ مَسِيْرَةِ أَرْبَعِيْنَ عَامًا. (۱)

جس نے کسی معاہد (غیر مسلم شہری) کو قتل کیا تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھے گا

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، کتاب الجزية، باب إثم من قتل معاهدا بغير جرم، ۳: ۱۱۵۵، رقم: ۲۹۹۵

۲۔ بخاري، الصحيح، کتاب الديات، باب إثم من قتل نفسا بغير جرم، ۶: ۲۵۳۳، رقم: ۶۵۱۶

۳۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الديات، باب من قتل معاهدا، ۲: ۸۹۶، رقم: ۲۶۸۶

۴۔ بزار، المسند، ۶: ۳۶۸، رقم: ۲۳۸۳

حالانکہ جنت کی خوشبو چالیس برس کی مسافت تک محسوس ہوتی ہے۔

اسلامی تعلیمات میں مسلم اور غیر مسلم کی جان و مال کے تحفظ کی ضمانت دی گئی ہے۔ ایک اور روایت میں حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ قَتَلَ قَتِيلًا مِنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ لَمْ يَجِدْ رِيحَ الْجَنَّةِ، وَإِنَّ رِيحَهَا لَيُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ أَرْبَعِينَ عَامًا. (1)

جو شخص کسی ذمی کو قتل کرے گا وہ جنت کی خوشبو تک نہیں پائے گا حالانکہ جنت کی خوشبو چالیس برس کی مسافت سے محسوس کی جا سکتی ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے ارشادات گرامی سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی غیر مسلم کو قتل کرنے والا شخص - خواہ داڑھی رکھے یا پگڑی باندھے، خواہ صوم و صلاۃ کا پابند ہو اور حج بیت اللہ بھی کرے - کبھی بھی جنت کی خوشبو نہیں سونگھ سکے گا۔

ایک اور روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۱۸٦، رقم: ٦۷۴۵

۲۔ نسائي، السنن، کتاب القسامة، باب تعظیم قتل المعاهد، ۸: ۲۵، رقم: ۴۷۵۰

۳۔ نسائی، السنن الکبری، ۴: ۲۲۱، رقم: ٦۹۵۲

۴۔ بزار، المسند، ٦: ۳٦۱، رقم: ۲۳۷۳

۵۔ حاکم، المستدرک علی الصحیحین، ۲: ۱۳۷، رقم: ۲۵۸۰

٦۔ ابن الجارود، المنتقٰی، ۱: ۲۱۲، رقم: ۸۳۴

۷۔ بیهقي، السنن الکبری، ۸: ۱۳۳، رقم: ۱٦۲٦۰

۸۔ منذري، الترغیب والترهیب، ۳: ۲۰۴، رقم: ۳٦۹۳

مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا فِي غَيْرِ كُنْهِهٖ حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ. (۱)

جو مسلمان کسی معاہد شخص (ذمی) کو ناحق قتل کرے گا اللہ تعالیٰ اُس پر جنت حرام فرما دے گا۔

۲۔ میدانِ جنگ میں بھی عورتوں کے قتل کی سختی سے ممانعت

حضور نبی اکرم ﷺ کی سیرت تو انسانوں سے محبت ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

وُجِدَتِ امْرَأَةٌ مَقْتُوْلَةً فِي بَعْضِ مَغَازِي رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، فَنَهٰى رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَنْ قَتْلِ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ. (۲)

رسول اللہ ﷺ کے کسی غزوہ میں ایک عورت مقتول پائی گئی تو آپ ﷺ نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے کی (سختی سے) ممانعت فرما دی۔

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۳۶، ۳۸، رقم: ۲۰۳۹۳، ۲۰۴۱۹
۲۔ أبو داود، السنن، کتاب الجهاد، باب في الوفاء للمعاهد وحرمة ذمته، ۳: ۸۳، رقم: ۲۷۶۰
۳۔ نسائي، السنن، کتاب القسامة، باب تعظیم قتل المعاهد، ۸: ۲۴، رقم: ۴۷۴۷

(۲) ۱۔ بخاري، الصحیح، کتاب الجهاد والسیر، باب قتل النساء في الحرب، ۳: ۱۰۹۸، رقم: ۲۸۵۲
۲۔ مسلم، صحیح، کتاب الجهاد والسیر، باب تحریم قتل النساء والصبیان في الحرب، ۳: ۱۳۶۴، رقم: ۱۷۴۴
۳۔ ترمذي، السنن، کتاب السیر، باب ما جاء في النهي عن قتل النساء والصبیان، ۴: ۱۳۶، رقم: ۱۵۶۹

یہ حدیث 'صحیح بخاری' اور 'صحیح مسلم' دونوں میں روایت کی گئی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک غزوہ میں تھے کہ دورانِ جنگ (during war time) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خبر دی: یا رسول اللہ! جنگ کے دوران بعض عورتیں اور بچے بھی مار دیے گئے ہیں اور وہ غیر مسلم تھے۔ اگرچہ جنگ کے میدان میں جو عورتیں اور بچے مارے گئے وہ کفار کے لشکر میں ان کی آرمی کا حصہ ہوں گے۔ انہیں طبی اِمداد (medical aid) فراہم کر رہے ہوں گے یا جنگی امداد کا کوئی اور کام کر رہے ہوں گے۔ لیکن جب آقا علیہ السلام کو بتایا گیا کہ عورتوں اور بچوں کو بھی مار دیا گیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہرگز اس عمل کی تائید نہیں فرمائی کہ یہ خواتین اور بچے بھی تو اُنہی کے معاون تھے؛ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناگواری کا اظہار فرمایا اور حکماً ایسے عمل سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو باز رہنے کی تلقین فرمائی۔ حدیث مبارکہ کے الفاظ پر غور کریں:

فَنَهٰی رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عَنْ قَتْلِ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے (سختی سے) ممانعت فرمائی۔

لیکن کیا اسلام کے نام پر آج کے دور میں روا رکھے جانے والے خود کش حملوں میں عورتیں اور بچے محفوظ ہیں، جنہیں آقا علیہ السلام نے حالتِ جنگ میں بھی قتل کرنے سے منع فرمایا ہے؟ حالانکہ آقا علیہ السلام نے جن عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا وہ کافروں کی عورتیں اور بچے تھے۔ لیکن عین دورانِ جنگ بھی اُنہیں قتل کرنے کی اجازت نہیں دی گئی چہ جائیکہ گھروں یا ہسپتالوں میں زیرِ علاج اور مسجدوں میں مصروفِ عبادت لوگوں پر خود کش بموں (suicidal bombs) کے ذریعے حملہ آور ہو کر اپنے آپ کو بھی خودکشی کی موت کے ذریعے جہنم واصل کر دیا جائے اور بیسیوں مرد، عورتیں، بوڑھے بیمار اور بچے بھی لقمۂ اجل بن جائیں۔

۳۔ میدانِ جنگ میں بچوں کے قتل کی بھی سختی سے ممانعت

دورانِ جنگ غیر مسلم خواتین کے علاوہ غیر مسلموں کے بچوں کے قتل کی ممانعت بھی اسلام کے سنہری اور انسان دوست ضابطوں میں سے ایک ہے۔ حضور نبیِ رحمت ﷺ کے اصولِ جنگ بھی دیکھیں اور جہاد کے نام پر کلمہ گو دہشت گردوں کی چیرہ دستیاں بھی۔ کاش! ان لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کے ان فرامین کا تھوڑا سا بھی حیاء ہوتا!

۱۔ امام مسلم اپنی 'الصحیح' میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے ایک خط کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے تحریر فرمایا:

وَإِنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ لَمْ يَكُنْ يَقْتُلُ الصِّبْيَانَ، فَلَا تَقْتُلِ الصِّبْيَانَ. (۱)

بے شک حضور نبی اکرم ﷺ (یعنی عہد نبوی کی مسلم فوج) دشمنوں کے بچوں کو قتل نہیں کرتے تھے۔ سوتم بھی بچوں کو قتل نہ کرنا۔

۲۔ اس سلسلے میں دوسری روایت ملاحظہ کریں جس میں رسول اللہ ﷺ نے بڑے سخت کلمات کے ذریعے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو غیر مسلموں کے بچے قتل کرنے سے منع فرمایا اور ان کلمات کو بار بار تاکیداً دہرایا۔ حضرت اَسود بن سریع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنَّا فِي غَزَاةٍ فَأَصَبْنَا ظَفَرًا وَقَتَلْنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ، حَتّٰى بَلَغَ بِهِمُ الْقَتْلُ إِلٰى أَنْ قَتَلُوا الذُّرِّيَّةَ، فَبَلَغَ ذَالِكَ النَّبِيَّ ﷺ، فَقَالَ: مَا بَالُ أَقْوَامٍ بَلَغَ بِهِمُ الْقَتْلُ إِلٰى أَنْ قَتَلُوا الذُّرِّيَّةَ؟ أَ لَا! لَا تَقْتُلَنَّ ذُرِّيَّةً. أَ لَا! لَا تَقْتُلَنَّ ذُرِّيَّةً. قِيْلَ: لِمَ يَا رَسُوْلَ اللهِ، أَلَيْسَ هُمْ أَوْلَادُ الْمُشْرِكِيْنَ؟ قَالَ: أَوَلَيْسَ خِيَارُكُمْ أَوْلَادَ الْمُشْرِكِيْنَ؟ (۲)

---

(۱) مسلم، الصحيح، كتاب الجهاد والسير، باب النساء الغازيات يرضخ لهن ولا يسهم والنهي عن قتل صبيان أهل الحرب، ۳: ۱۴۴۴، رقم: ۱۸۱۲

(۲) ۱۔ نسائي، السنن الكبرىٰ، كتاب السير، باب النهي عن قتل ذراري ——

ہم ایک غزوہ میں شریک تھے (ہم لڑتے رہے یہاں تک) کہ ہمیں غلبہ حاصل ہو گیا اور ہم نے مشرکوں سے قتال کیا اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ لوگوں نے بعض بچوں کو بھی قتل کر ڈالا۔ یہ بات حضور نبی اکرم ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جن کے قتل کی نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ انہوں نے بچوں تک کو قتل کر ڈالا؟ خبردار! بچوں کو ہرگز قتل نہ کرو، خبردار! بچوں کو ہرگز قتل نہ کرو۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! کیوں، کیا وہ مشرکوں کے بچے نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہارے بہترین لوگ بھی مشرکوں کے بچے نہیں تھے؟

ایک روایت میں ہے کہ کسی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ مشرکین کے بچے تھے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

خِيَارُكُمْ أَبْنَاءُ الْمُشْرِكِيْنَ. أَلَا! لَا تُقْتَلُ الذُّرِّيَّةُ.[(۱)]

تم میں سے بہترین لوگ بھی تو مشرکین ہی کے بچے تھے (یعنی اُن کے والدین بھی مشرک تھے)۔ خبردار! بچوں کو جنگ کے دوران بھی قتل نہ کیا جائے۔

۳۔ رسول اللہ ﷺ کے جاں نثار صحابہ ﷢ سے بڑھ کر کون جہاد فی سبیل اللہ کی فضیلت اور ضرورت سے آگاہ ہوگا! لیکن قربان جائیں ان پیکرانِ اطاعت و محبت پر، انہوں نے کس حد تک حضور نبی اکرم ﷺ کے اس حکم کی تعمیل کی اور جنگ کے دوران کس قدر احتیاط سے کام

.... المشركين، ۵: ۱۸۴، رقم: ۸۶۱۶

۲۔ دارمي، السنن، كتاب السير، باب النهي عن قتل النساء والصبيان، ۲: ۲۹۴، رقم: ۲۴۶۳

۳۔ حاكم، المستدرك، ۲: ۱۳۳، ۱۳۴، رقم: ۲۵۶۶، ۲۵۶۷

۴۔ طبراني، المعجم الكبير، ۱: ۲۸۴، رقم: ۸۲۹

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۴۳۵، رقم: ۱۵۶۲۶، ۱۵۶۲۷

۲۔ بيهقي، السنن الكبرى، ۹: ۷۷، رقم: ۱۷۸۶۸

لیا۔ اس کی ایک خوبصورت مثال ملاحظہ ہو۔

حضرت عطیہ قرظی ﷺ بیان کرتے ہیں:

كُنْتُ فِيْمَنْ حَكَمَ فِيْهِمْ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ، فَشَكُّوْا فِيَّ أَمِنَ الذُّرِّيَّةِ أَنَا أَمْ مِنَ الْمُقَاتِلَةِ؟ فَنَظَرُوْا إِلٰى عَانَتِي فَلَمْ يَجِدُوْهَا نَبَتَتْ، فَأُلْقِيْتُ فِي الذُّرِّيَّةِ، وَلَمْ أُقْتَلْ. (۱)

میں بذاتِ خود ان لوگوں میں شامل تھا جن کے بارے میں دورانِ جنگ حضرت سعد بن معاذ ﷺ نے فیصلہ کیا تھا کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟ اُنہوں نے میرے بارے میں شک کیا کہ آیا میں بچوں میں شامل ہوں یا لڑائی کرنے والوں میں؟ لہٰذا اُنہوں نے میرے جسم پر بلوغت کے بال تلاش کیے جو ابھی اُگے بھی نہ تھے۔ تو مجھے بچوں میں شمار کر لیا گیا اور میں قتل ہونے سے بچ گیا۔

دورانِ جنگ غیر مسلم عورتوں، بچوں اور ضعیفوں کو قتل کرنے کی ممانعت سے متعلق مندرجہ بالا احکامات کی روشنی میں جلیل القدر فقیہ امام سرخسیؒ اپنی شہرہ آفاق کتاب ’المبسوط‘ میں اپنا نقطہ نظر یوں بیان کرتے ہیں:

قال ﷺ: ولا تقتلوا وليدا والوليد المولود في اللغة وكل آدمي مولود، ولكن هذا اللفظ إنما يستعمل في الصغار عادة. ففيه دليل على أنه لا يحل قتل الصغار منهم، إذا كانوا لا يقاتلون. وقد جاء في

---

(۱) ۱۔ ابن حبان، الصحيح، كتاب السير، باب الخروج وكيفية الجهاد، ۱۱: ۱۰۹، رقم: ۴۷۸۸

۲۔ عبد الرزاق، المصنف، ۱۰: ۱۷۹، رقم: ۱۸۷۴۲

۳۔ طبراني، المعجم الكبير، ۱۷: ۱۶۴، رقم: ۴۳۴

۴۔ بيهقي، السنن الكبرىٰ، ۶: ۱۶۶، رقم: ۱۱۰۹۸

الحديث أنّ النبي ﷺ نهى عن قتل النساء والولدان. وقال: اقتلوا شيوخ المشركين، واستحيوا شروخهم. والمراد بالشيوخ البالغين وبالشروخ الأتباع من الصغار والنساء والإستحياء الاسترقاق. قال الله: ﴿وَاسْتَحْيُوْا نِسَآءَهُمْ﴾.[1] وفي وصية أبي بكر ﷺ ليزيد بن أبي سفيان: لا تقتل شيخا ضرعا ولا صبيا ضعيفا، يعني شيخا فانيا وصغيرًا لا يقاتل.[2]

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بچوں کو قتل نہ کرو، ولید لغت میں مولود کے معنی میں ہے۔ یوں تو ہر انسان مولود ہے مگر عادتاً اس لفظ کا استعمال چھوٹے بچوں کے لیے ہوتا ہے۔ یہ فرمانِ نبوی ﷺ اس بات کی دلیل ہے کہ بچوں کا قتل جائز نہیں (خاص طور پر) جبکہ وہ قتال میں شریک ہی نہ ہوں۔ حدیث مبارکہ میں آیا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع کیا اور فرمایا: (حربی) مشرکین میں سے جو بالغ ہیں (صرف حالتِ جنگ میں) اُنہیں قتل کرو لیکن عورتوں اور بچوں کو (پھر بھی) زندہ رہنے دو۔ شیوخ سے مراد (جنگ میں شریک) بالغ افراد ہیں، جبکہ شروخ سے مراد بچے اور عورتیں ہیں، استحیاء کا مطلب ہے: نرمی کا برتاؤ کیا جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَاسْتَحْيُوْا نِسَآءَهُمْ﴾۔ اس آیت میں بھی اِستحیاء نرمی کے برتاؤ کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق ﷺ نے یزید بن ابی سفیان کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ کسی شیخ فانی (عمر رسیدہ یا قریب المرگ بوڑھے) اور ناتواں بچے کو ہرگز قتل نہ کرے۔

---

(۱) مؤمن، ۴۰: ۲۵

(۲) سرخسی، کتاب المبسوط، ۱۰: ۵-۶

مذکورہ بالا بحث میں اُن لوگوں کے لیے واضح پیغام ہے جنہیں دھوکے سے جہاد کا غلط تصور سمجھا دیا گیا ہے اور وہ خدمتِ اِسلام اور جہاد سمجھ کر معصوم بچوں اور عورتوں کا قتل عام کرتے ہیں۔ یہ ہرگز ہرگز اَمر جہاد نہیں بلکہ یہ عمل رسول اکرم ﷺ سے بے وفائی اور اسلام سے غداری و بغاوت ہے۔ آپ ﷺ کی تعلیمات تو یہ ہیں کہ میدانِ جنگ میں بھی کافروں کی عورتوں اور بچوں کو قتل نہ کیا جائے۔ چہ جائیکہ کوئی دہشت گرد اسکولوں کے اندر اپنی قوم کے بچوں کو قتل کر دے اور سمجھے کہ یہ جہاد ہے۔ کچھ لوگ بزعم خویش اپنے ہی شہریوں کو قتل کر دیں اور سمجھیں کہ یہ جہاد ہے۔ (**استغفر اللہ العظیم**)

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ایسے غلط تصورات سے بچائے۔

آقا علیہ الصلوۃ والسلام کو تو بنی نوع انسان سے اتنی محبت ہے کہ میدانِ جنگ میں دورانِ جنگ بھی کافروں کی عورتوں اور بچوں کے قتل کرنے سے سختی سے منع فرماتے۔

موجودہ قتل و غارت گری کو نہ تو جنگ کا نام دیا جا سکتا ہے اور نہ جہاد کا کیونکہ نہ صرف اسلام بلکہ آج کی متمدن دنیا نے بھی جنگ کے کچھ اُصول وضع کر رکھے ہیں جن میں سفاکی، بربریت اور پُرامن شہریوں پر اندھا دھند بم باری کی قطعاً گنجائش نہیں ہے۔ اسلام نے تو جہاد کے ایسے زرّیں اُصولوں سے دنیا کو رُوشناس کرایا ہے جن کی نظیر پوری تاریخ انسانی میں نہیں ملتی۔ وہ کیسے انسان ہیں جن کے دل انسانیت سے یکسر خالی ہو چکے ہیں اور انہیں کسی بین الاقوامی اُصول اور قانون کی پروا نہیں رہی! یہ کیسے مسلمان ہیں جو نہ صرف اسلامی جہاد کی شرائط اور ضابطوں بلکہ اسلام کی جمیع تعلیمات کو پامال کرتے اور مسلمانوں و دیگر اِنسانوں کا خون بے دریغ بہاتے جا رہے ہیں لیکن پھر بھی خود کو 'مسلمان مجاہد' کہلوانے پر مصر ہیں!

انتہا پسند دہشت گرد مخالفین کا خون مباح قرار دے کر مساجد کو شہید کرنے، نمازیوں کے خون سے مساجد کے در و دیوار رنگنے، مزارات کی بے حرمتی کرنے اور انہیں

شرک کے اڈے قرار دے کر مسمار کرنے میں مصروف ہیں۔ سرکاری اسکولوں کو غیر اسلامی تعلیم کے مراکز قرار دے کر انہیں گرانے اور اساتذہ کو قتل کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ ۲۰۰۶ء سے ۲۰۰۹ء تک سینکڑوں اساتذہ اور طلباء کو قتل کر دیا گیا اور سینکڑوں اسکولوں کو جلایا اور گرایا جا چکا ہے۔ حتیٰ کہ سرکاری عمارات اور پبلک مقامات پر خودکش حملوں کے نتیجے میں ہزارہا سرکاری اہلکار اور عام شہری اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ اس وحشت و بربریت پر ہر محبّ وطن شہری کا دل فگار اور آنکھیں اشک بار ہیں۔

بچوں اور عورتوں کو قتل کرنا جہاد نہیں، فساد ہے

اِنسانی جان کی عزت و حرمت پر اِسلامی تعلیمات میں کس قدر زور دیا گیا ہے اِس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اِسلام دورانِ جنگ بھی غیر محارب لوگوں کو قتل کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ میدانِ جنگ میں بھی بچوں، عورتوں، ضعیفوں، بیماروں، مذہبی رہنماؤں اور تاجروں کو قتل کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ ہتھیار ڈال دینے والے، گھروں میں بند ہو جانے والے یا کسی کی امان میں آ جانے والے لوگوں کو بھی قتل نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی عامۃ الناس کو قتل کیا جا سکتا ہے۔ عبادت گاہوں، عمارتوں، بازاروں یہاں تک کہ کھیتوں، فصلوں اور درختوں کو بھی تباہ نہیں کیا جا سکتا۔ ایک طرف حالتِ جنگ میں بھی اس قدر احتیاط پر مبنی اَحکام و قوانین ہیں اور دوسری طرف دہشت گردوں کی ایسی کارروائیاں جو بلا امتیازِ مذہب و ملت، پُراَمن لوگوں، عورتوں، بچوں اور مساجد میں عبادت کرنے والے نمازیوں کے قتلِ عام کا باعث بن رہی ہوں، پھر بھی وہ اسلام کا نام لیں اور جہاد کی بات کریں، اِس سے بڑا تضاد تو شاید چشمِ فلک نے کبھی نہ دیکھا ہوگا۔ غیر مسلم عالمی طاقتوں کی ناانصافیوں اور بلاجواز کارروائیوں کے ردِعمل کے طور پر بھی پُراَمن غیر مسلم شہریوں اور غیر ملکی سفارت کاروں کو قتل کرنا یا اُنہیں حبس بے جا میں رکھنا قطعاً جائز نہیں۔ جو ایسا کرتا ہے اُس کا اِسلام اور پیغمبر اِسلام ﷺ سے کوئی تعلق نہیں۔

جن لوگوں کو موجودہ حالات میں مسلح دہشت گردوں کی ملک دشمن کارروائیوں کے پس پردہ ’جہاد‘ کا شائبہ ہوتا ہے انہیں اطمینانِ قلب ہو جانا چاہیے کہ کلمہ گو اور پُرامن لوگوں کی جانیں لینا کوئی جہاد نہیں بلکہ یہ جہاد جیسے اعلیٰ دینی تصور کو بدنام کرنے کی کوشش ہے۔ تاریخِ اسلام میں جس طرح بغاوت کو قطعی جرم کے طور پر ممنوع سمجھا گیا آج بھی مسلح باغیوں کو ملک و قوم کا دشمن سمجھنا ہی دِین داری ہے۔

۴۔ غیر مسلم سفارت کاروں کے قتل کی ممانعت

اسلام قومی اور بین الاقوامی معاملات میں امن و رواداری کا درس دیتا ہے۔ قرآن و حدیث کی تعلیمات کے مطابق بدترین دشمن قوم کا سفارت کار بھی اگر سفارت کاری کے لیے آئے تو اس کا قتل حرام ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس کئی مواقع پر غیر مسلموں کے نمائندے آئے، لیکن آپ ﷺ نے ہمیشہ خود بھی ان سے حسنِ سلوک فرمایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی یہی تعلیم دی۔ حتیٰ کہ نبوت کے جھوٹے دعوے دار مسیلمہ کذاب کے نمائندے آئے جنہوں نے صریحاً اِعترافِ اِرتداد کیا تھا لیکن آپ ﷺ نے سفارت کار ہونے کے باعث اُن سے حسنِ سلوک سے پیش آئے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِنِّي كُنْتُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ جَالِساً إِذْ دَخَلَ هٰذَا (عَبْدُ اللهِ بْنُ نُوَاحَةَ) وَرَجُلٌ وَافِدَيْنِ مِنْ عِنْدِ مُسَيْلَمَةَ. فَقَالَ لَهُمَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: أَتَشْهَدَانِ أَنِّي رَسُوْلُ اللهِ؟ فَقَالَا لَهُ: نَشْهَدُ أَنَّ مُسَيْلَمَةَ رَسُوْلُ اللهِ، فَقَالَ: آمَنْتُ بِاللهِ وَرُسُلِهٖ، لَوْ كُنْتُ قَاتِلًا وَافِدًا لَقَتَلْتُكُمَا. [1]

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۴۰۴، رقم: ۳۸۳۷

۲۔ دارمی، السنن، ۲: ۳۰۷، رقم: ۲۵۰۳

—

میں حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا جب یہ شخص (عبد اللہ بن نواحہ) اور ایک اور آدمی مسیلمہ (کذاب) کی طرف سے سفارت کار بن کر آئے تو انہیں حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا تم دونوں اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں؟ انہوں نے (اپنے کفر و ارتداد پر اصرار کرتے ہوئے) کہا: ہم گواہی دیتے ہیں کہ مسیلمہ اللہ کا رسول ہے (معاذ اللہ!)۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے کمال برداشت اور تحمل کی مثال قائم فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتا ہوں۔ اگر میں سفارت کاروں کو قتل کرنے والا ہوتا تو تم دونوں کو قتل کر دیتا (مگر حضور ﷺ نے ایسا نہ کیا اور انہیں جان کی سلامتی دی)۔

غور کیجیے! بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں مسیلمہ کذاب کے پیروکاروں کے اعلانیہ کفر و ارتداد کے باوجود تحمل سے کام لیا گیا، کسی قسم کی سزا نہیں دی گئی، نہ انہیں قید کیا گیا اور نہ ہی انہیں قتل کرنے کا حکم فرمایا گیا۔ صرف اس لیے کہ وہ سفارت کار (diplomats) تھے۔ مسند احمد بن حنبل،[1] مصنف عبد الرزاق[2] اور مسند بزار[3] میں رَسُوْلًا کا لفظ آیا ہے یعنی اکیلا سفارت کار ہو یا سفارتی عملہ ہو، ہر دو صورتوں میں ان کا قتل جائز نہیں ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے مندرجہ بالا ارشاد اور آپ کے عمل مبارک سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا کہ غیر ملکی نمائندوں اور سفارت کاروں کی جان کی حفاظت کرنا سنتِ نبوی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود ﷺ نے فرمایا:

.... ٣۔ نسائی، السنن الکبری، ٥: ٢٠٥، رقم: ٨٦٧٥

٤۔ أبو یعلی، المسند، ٩: ٣١، رقم: ٥٠٩٧

٥۔ حاکم، المستدرک علی الصحیحین، ٣: ٥٤، رقم: ٤٣٧٨

(١) أحمد بن حنبل، المسند، ١: ٣٩٠، ٣٩٦، رقم: ٣٧٠٨، ٣٧٦١

(٢) عبد الرزاق، المصنف، ١٠: ١٩٦، رقم: ١٨٧٠٨

(٣) بزار، المسند، ٥: ١٤٢، رقم: ١٧٣٣

فَجَرَتْ سُنَّةٌ أَنْ لَا يُقْتَلَ الرَّسُولُ.(۱)

(اِس عمل سے) سنت جاری ہوگئی کہ سفارت کار کو قتل نہ کیا جائے۔

گویا حضور نبی اکرم ﷺ کے اس جملے نے سفارت کاروں کے احترام کا بین الاقوامی قانون وضع فرما دیا۔ اس حکم سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ وہ تمام عملہ جو کسی embassy میں سفارت کاری پر تعینات ہو اِسی حسن سلوک کا حق دار ہے اور اس کا قتل بھی اَز روئے حدیث حرام ہے۔ گزشتہ کئی سالوں سے پاکستان کے شورش زدہ علاقوں میں غیر ملکی سفارت کاروں اور انجینئرز کے اَغوا اور قتل کے متعدد واقعات رُونما ہو چکے ہیں جن کی ذمہ داری دہشت گرد قبول کرتے رہے ہیں۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ اسلام کے نام پر دہشت گردی کرنے والے حضور نبی اکرم ﷺ کی اِن تعلیمات سے صریحاً اِنحراف برتنے کے باوجود خود کو 'مجاہدینِ اسلام' سمجھتے ہیں!

۵۔ غیر مسلم مذہبی رہنماؤں کے قتل کی ممانعت

جس طرح غیر مسلم سفارت کاروں کا قتل حرام قرار دیا گیا ہے اسی طرح غیر مسلموں کے مذہبی رہنماؤں کے قتل کی بھی ممانعت کی گئی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِذَا بَعَثَ جُيُوْشَهُ قَالَ: لَا تَغْدِرُوْا وَلَا تَغُلُّوْا وَلَا تُمَثِّلُوْا وَلَا تَقْتُلُوا الْوِلْدَانَ وَلَا أَصْحَابَ الصَّوَامِعِ.(۲)

(۱) أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۳۹۰، رقم: ۳۷۰۸

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۳۳۰، رقم: ۲۷۲۸

۲۔ ابن أبی شیبة، المصنف، ۶: ۴۸۴، رقم: ۳۳۱۳۲

۳۔ أبو یعلی، المسند، ۴: ۴۲۲، رقم: ۲۵۴۹

۴۔ ابن رشد، بدایة المجتهد، ۱: ۲۸۱

حضور نبی اکرم ﷺ جب اپنے لشکروں کو روانہ کرتے تو حکم فرماتے: غداری نہ کرنا، دھوکا نہ دینا، نعشوں کی بے حرمتی نہ کرنا اور بچوں اور پادریوں کو قتل نہ کرنا۔

مندرجہ بالا حدیث مبارکہ سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ کسی بھی قوم کے مذہبی رہنماؤں کا قتل، عام حالات کے علاوہ دورانِ جنگ بھی جائز نہیں ہے۔

٦۔ غیر مسلم تاجروں اور کاشت کاروں کے قتل کی ممانعت

اِسلام دورانِ جنگ اور فتوحات کے بعد غیر مسلم معاشرے کے تاجروں (businessmen & traders) اور کاشت کاروں (farmers) کے قتل کا بھی صریح مخالف ہے کیونکہ ان کے ساتھ انسانی آبادیوں کی معیشت وابستہ ہے۔ اس کی وضاحت درج ذیل احادیث سے ہوتی ہے:

۱۔ امام ابن ابی شیبہ اور امام بیہقی حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

كَانُوْا لَا يَقْتُلُوْنَ تُجَّارَ الْمُشْرِكِيْنَ.(۱)

مسلمان کبھی بھی مشرک تاجروں کو قتل نہیں کرتے تھے۔

۲۔ امام ابن ابی شیبہ حضرت زید بن وہب سے بیان کرتے ہیں کہ اُن کے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خط آیا جس میں آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا:

لَا تَغُلُّوْا وَلَا تَغْدِرُوْا، وَلَا تَقْتُلُوْا وَلِيْدًا، وَاتَّقُوا اللهَ فِي الْفَلَّاحِيْنَ.(۲)

---

(۱) ۱۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ٦: ٤٨٤، رقم: ٣٣١٢٩
۲۔ بيهقي، السنن الكبرىٰ، ٩: ٩١، رقم: ١٧٩٣٩
۳۔ ابن آدم القرشي، الخراج، ١: ٥٢، رقم: ١٣٣

(۲) ۱۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ٦: ٤٨٣، رقم: ٣٣١٢٠
۲۔ ابن آدم القرشي، كتاب الخراج، ١: ٥٢، رقم: ١٣٢

مالِ غنیمت کی تقسیم میں دھوکہ نہ کرو، نہ غداری کرو، نہ بچوں کو قتل کرو اور کسانوں کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔

امام بیہقی کی بیان کردہ روایت کے الفاظ یہ ہیں:

اِتَّقُوْا اللّٰہَ فِي الْفَلَّاحِيْنَ، فَلَا تَقْتُلُوْهُمْ. (۱)

کسانوں کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، سو انہیں قتل نہ کرو۔

۳۔ علامہ ابن القیم نے آپ ﷺ کے حوالے سے یہ قول بھی نقل کیا ہے:

فإنّ أصحاب النبي ﷺ لم يقتلوهم حين فتحوا البلاد، ولأنّهم لا يقاتلون، فاشبهوا الشيوخ والرهبان. (۲)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ معمول تھا کہ وہ کسی علاقے کو فتح کر لینے کے بعد ان لوگوں (زراعت پیشہ افراد) کو قتل نہ کرتے کیونکہ وہ براہِ راست جنگ میں شریک نہ ہوتے تھے، پس وہ بوڑھوں اور مذہبی پیشواؤں کے حکم میں ہوتے تھے۔

۴۔ امام اوزاعی نے بھی یہی فرمایا ہے:

لا يقتل الحرّاث إذا عُلِمَ أنّه ليس مِنَ المقاتلة. (۳)

دورانِ جنگ زراعت پیشہ افراد کو قتل نہیں کیا جائے گا، اگر یہ معلوم ہو کہ وہ جنگ میں عملاً شریک نہیں۔

۵۔ ابنِ قدامہ المقدسی نے بھی یہی قول اختیار کیا ہے:

فأمّا الفلّاح الذي لا يقاتل فينبغي ألّا يُقْتَلَ، لما رُوِيَ عن عمر بن

---

(۱) بيهقي، السنن الكبرىٰ، ۹: ۹۱، رقم: ۱۷۹۳۸

(۲) ابن القيم، أحكام أهل الذمة، ۱: ۱۶۵

(۳) ابن القيم، أحكام أهل الذمة، ۱: ۱۶۵

الخطّاب رضي الله عنه أنّه قال: اتّقوا الله في الفلّاحين، الذين لا ينصبون لكم في الحرب. (۱)

ان کسانوں اور مزارعوں کو قتل کرنا جائز نہیں جو جنگ میں عملاً شریک نہ ہوں، کیونکہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان کسانوں اور مزارعوں کی نسبت اللہ تعالیٰ سے ڈرو جو دورانِ جنگ تمہارے خلاف نہیں لڑتے۔

۷۔ غیر مسلم خدمت پیشہ اَفراد کے قتل کی ممانعت

اسلام کے دیے گئے قوانینِ جہاد میں دورانِ جنگ خدمت پر مامور افراد کے قتل کو بھی ممنوع قرار دیا گیا ہے۔

امام احمد بن حنبل، امام ابو داؤد، امام نسائی، امام ابن ماجہ اور امام حاکم نے حضرت رباح بن ربیع رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث بیان کی ہے، وہ فرماتے ہیں:

كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم فِي غَزْوَةٍ، فَرَأَى النَّاسَ مُجْتَمِعِيْنَ عَلٰى شَيءٍ، فَبَعَثَ رَجُلًا فَقَالَ: انْظُرْ عَلٰى مَا اجْتَمَعَ هٰؤُلَاءِ؟ فَجَاءَ، فَقَالَ: عَلَى امْرَأَةٍ قَتِيْلٍ. فَقَالَ: مَا كَانَتْ هٰذِهٖ لِتُقَاتِلَ. قَالَ: وَعَلَى الْمُقَدَّمَةِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ. فَبَعَثَ رَجُلًا فَقَالَ: قُلْ لِخَالِدٍ: لَا يَقْتُلَنَّ امْرَأَةً وَلَا عَسِيْفًا. وفي رواية: لَا تَقْتُلَنَّ ذُرِّيَّةً وَلَا عَسِيْفًا. (۲)

---

(۱) ابن قدامة، المغني، ۹: ۲۵۱

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۴۸۸، رقم: ۱۶۰۳۵

۲۔ أبو داؤد، السنن، كتاب الجهاد، باب في قتل النساء، ۳: ۵۳، رقم: ۲۶۶۹

ایک غزوہ میں ہم حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھے کہ آپ ﷺ نے دیکھا: بہت سے لوگ کسی چیز کے پاس جمع ہیں۔ آپ ﷺ نے ایک آدمی کو یہ دیکھنے کے لیے بھیجا کہ لوگ کس چیز کے پاس جمع ہوئے ہیں۔ اُس نے آ کر بتایا: ایک مقتول عورت کے پاس۔ فرمایا: یہ عورت تو جنگ نہیں کرتی تھی۔ حضرت رباح بیان کرتے ہیں کہ اگلے دستے کے کمانڈر حضرت خالد بن ولید تھے۔ لہٰذا آپ ﷺ نے ایک آدمی کو بھیجا اور فرمایا: خالد سے کہنا: (مشرکین کی) عورتوں اور لوگوں کی خدمت کرنے والوں کو ہرگز قتل مت کرنا۔ ایک روایت میں ہے: بچوں اور خدمت گاروں کو ہرگز قتل مت کرنا۔

یہاں تک کہ مفتوحہ علاقے کے غیر مسلم افراد کے گھروں میں کام کاج کرنے والے غیر مسلم ملازمین کو بھی نہ قتل کیا جاسکتا ہے، نہ ہی ان پر کسی قسم کا ٹیکس عائد کیا جا سکتا ہے۔ ان لوگوں کے معاملہ میں یہی شرعی حکم ہے، اسی بات کو علامہ ابن القیم نے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یوں بیان کیا ہے:

إنّ العبد محقون الدم فأشبه النساء والصبيان. (1)

گھروں میں کام کاج کرنے والے خدمت گار بھی عورتوں اور بچوں کی طرح محفوظ الدم ہیں۔

اسی طرح امام ابن المنذر نے تمام اَہلِ علم کا اجماع نقل کیا ہے کہ غیر مسلموں کے بوڑھوں، بیماروں، محتاجوں، عورتوں، بچوں اور بے روزگار افراد کی طرح ان کے زیر دست

۳۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الجهاد، باب الغارة والبيات وقتل النساء والصبيان، ۲: ۹۴۸، رقم: ۲۸۴۲

۴۔ نسائي، السنن الكبرىٰ، ۵: ۱۸۶-۱۸۷، رقم: ۸۶۲۵، ۸۶۲۷

۵۔ حاكم، المستدرك، ۲: ۱۳۳، رقم: ۲۵۶۵

(۱) ابن القيم، أحكام أهل الذّمة، ۱: ۱۶۷

ملازموں پر بھی کوئی ٹیکس عائد نہیں ہو گا۔[1]

۸۔ پُراَمن غیر مسلموں کے قتل کی ممانعت

اسلام انسانی خون کو کعبۃ اللہ کی حرمت سے زیادہ فضیلت کا حق دار سمجھتا ہے، دورانِ جنگ بھی خونِ ناحق کی مذمت کی گئی ہے۔ دورانِ جنگ صرف انہی دشمنوں کو قتل کرنے کی اجازت ہے جو عملاً جنگ میں شریک ہوں جبکہ آبادی کا غیر محارب حصہ - جس میں بیمار، معذور، گوشہ نشین افراد، بچے، بوڑھے اور عورتیں شامل ہیں - قتال کی اجازت سے مستثنیٰ ہے۔ فتح مکہ کے موقع پر حضور نبی اکرم ﷺ نے جو ہدایات جاری فرمائیں ان میں مذکور ہے کہ جو مقابلہ نہ کرے، جان بچا کر بھاگ جائے، اپنا دروازہ بند کر لے یا زخمی ہو اس پر حملہ نہ کیا جائے۔

۱۔ امام مسلم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ دَخَلَ دَارَ أَبِي سُفْيَانَ فَهُوَ آمِنٌ، وَمَنْ أَلْقَى السِّلَاحَ فَهُوَ آمِنٌ، وَمَنْ أَغْلَقَ بَابَهُ فَهُوَ آمِنٌ.[2]

جو شخص ابو سفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا اُسے امان ہے، جو شخص ہتھیار پھینک دے اُسے امان ہے اور جو شخص اپنے گھر کے دروازے بند کر لے اُسے بھی

(۱) ابن القيم، أحكام أهل الذّمة، ۱:۱۷۲

(۲) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الجهاد والسير، باب فتح مكة، ۳: ۱۴۰۷، رقم: ۱۷۸۰

۲۔ أبو داؤد، السنن، كتاب الخراج والإمارة والفيء، باب ما جاء في خبر مكة، ۳: ۱۶۲، رقم: ۳۰۲۱

۳۔ بزار، المسند، ۴: ۱۲۲، رقم: ۱۲۹۲

امان ہے۔

ان تمام اقدامات سے امن کا عزم اور پیغام ظاہر ہوتا ہے۔

۲۔ مصنف عبد الرزاق میں روایت ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب ؓ فرمایا کرتے تھے:

لَا يُذَفَّفُ عَلٰى جَرِيحٍ، وَلَا يُقْتَلُ أَسِيرٌ، وَلَا يُتْبَعُ مُدْبِرٌ. (۱)

زخمی کو فوراً قتل نہ کیا جائے، نہ قیدی کو قتل کیا جائے اور نہ بھاگنے والے کا تعاقب کیا جائے۔

۳۔ مصنف عبد الرزاق کی ایک اور روایت میں حضرت جویبر بیان کرتے ہیں: اُنہیں بنو اسد کی ایک عورت نے بتایا کہ اُس نے حضرت عمار کو حضرت علی ؓ کے جنگ جمل سے فارغ ہونے کے بعد یہ اعلان کرتے ہوئے سنا:

ولا تذففوا على جريح، ولا تدخلوا دارا، من ألقى السلاح فهو آمن، ومن أغلق بابه فهو آمن. (۲)

زخمی کو فوراً قتل نہ کرنا اور کسی گھر میں داخل نہ ہونا، جس نے اپنا اسلحہ پھینک دیا اُسے امان ہے اور جس نے اپنا دروازہ بند کر لیا وہ بھی مامون ہے۔

۹۔ غیر مسلموں کے مویشیوں، فصلوں اور اَملاک کو نقصان پہنچانے کی ممانعت

اسلام خونِ ناحق کی اجازت دیتا ہے نہ دشمن کی سرزمین پر کھلی تباہی و بربادی کا

(۱) عبد الرزاق، المصنف، ۱۰: ۱۲۳، رقم: ۱۸۵۹۰

(۲) عبد الرزاق، المصنف، ۱۰: ۱۲۴، رقم: ۱۸۵۹۱

خواہاں ہے۔ اسلام امن اور اصلاح کا داعی ہے۔ اس لیے حالتِ جنگ میں بھی اس بات کا خیال رکھا جاتا ہے کہ نہ کھیتیاں برباد ہوں، نہ پھل دار درخت کاٹے جائیں اور نہ اَملاک کو نذرِ آتش کیا جائے۔

۱۔ اس حوالے سے امام ترمذی نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے:

وَنَهٰی أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيْقُ أَنْ يَقْطَعَ شَجَرًا مُثْمِرًا أَوْ يُخَرِّبَ عَامِرًا، وَعَمِلَ بِذٰلِکَ الْمُسْلِمُونَ بَعْدَهٗ. (1)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے (دورانِ جنگ) پھل دار درخت کاٹنے یا عمارت کو تباہ کرنے سے منع فرمایا اور آپ کے بعد بھی مسلمان اسی پر عمل پیرا رہے۔

۲۔ اسی مضمون کی احادیث موطا امام مالک، مصنف عبد الرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ اور سنن بیہقی میں آئی ہیں جن میں حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے صراحتاً درخت کاٹنے سے منع فرمایا ہے۔

حضرت یحییٰ بن سعید بیان کرتے ہیں کہ انہیں بتایا گیا: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ شام کی طرف کچھ لشکر روانہ کرتے ہوئے یزید بن ابی سفیان کی طرف آئے اور اُسے فرمایا:

إِنِّي أُوْصِيْکَ بِعَشْرٍ: لَا تَقْتُلَنَّ صَبِيًّا وَلَا امْرَأَةً، وَلَا كَبِيْرًا هَرِمًا، وَلَا تَقْطَعَنَّ شَجَرًا مُثْمِرًا، وَلَا تَخْرَبَنَّ عَامِرًا، وَلَا تَعْقَرَنَّ شَاةً، وَلَا بَعِيْرًا إِلَّا لِمَأْكَلَةٍ، وَلَا تُغْرِقَنَّ نَخْلًا، وَلَا تَحْرِقَنَّهٗ، وَلَا تَغْلُلْ وَلَا تَجْبُنْ. (2)

---

(۱) ترمذی، السنن، کتاب السیر، بَابُ فِي التَّحْرِيقِ وَالتَّخْرِيبِ، ۴: ۱۲۲، رقم: ۱۵۵۲

(۲) ۱۔ مالك، الموطأ، كتاب الجهاد، باب النهي عن قتل النساء والولدان في الغزو، ۲: ۴۴۷، رقم: ۹۶۵

۲۔ عبد الرزاق، المصنف، ۵: ۱۹۹، رقم: ۹۳۷۵

←

میں تمہیں دس چیزوں کی وصیت کرتا ہوں: کسی بچے، عورت، بوڑھے اور بیمار کو ہرگز قتل نہ کرنا، اور نہ ہی کوئی پھل دار درخت کاٹنا، اور نہ ہی کسی آباد گھر کو ویران کرنا، اور نہ ہی کسی بھیڑ اور اونٹ کی کونچیں کاٹنا مگر کھانے کے لیے (جتنی ضرورت ہو شرعی طریقے کے مطابق ذبح کر لینا)، اور کھجوروں کے پودوں کو مت کاٹنا نہ انہیں جلانا، اور مالِ غنیمت کو تقسیم کرنے میں دھوکہ نہ کرنا اور نہ ہی بزدل ہونا۔

۳۔ امام ابن ابی شیبہ حضرت مجاہد سے مروی روایت بیان کرتے ہیں:

لَا يُقْتَلُ فِي الْحَرْبِ الصَّبِيُّ، وَلَا امْرَأَةٌ وَلَا الشَّيْخُ الْفَانِي، وَلَا يُحْرَقُ الطَّعَامُ، وَلَا النَّخْلُ وَلَا تُخْرَبُ الْبُيُوْتُ وَلَا يُقْطَعُ الشَّجَرُ الْمُثْمِرُ. (۱)

جنگ میں کسی بچے، عورت یا شیخِ فانی کو قتل نہ کیا جائے اور نہ ہی کھانے اور کھجور کے درختوں کو جلایا جائے، اور نہ ہی گھروں کو ویران کیا جائے اور نہ ہی پھل دار درختوں کو کاٹا جائے۔

۴۔ اسی طرح کی ایک اور روایت میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لشکر کو شام کی طرف روانہ کیا تو اس کے ساتھ تقریباً دو میل چلے اور اہلِ لشکر کو مخاطب کر کے فرمایا:

أوصيكم بتقوى الله، لا تعصوا ولا تغلوا، ولا تجبنوا، ولا تغرقوا نخلا، ولا تحرقوا زرعا، ولا تحبسوا بهيمة، ولا تقطعوا شجرة مثمرة، ولا تقتلوا شيخا كبيرا، ولا صبيا صغيرا. (۲)

۳۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۶: ۴۸۳، رقم: ۳۳۱۲۱

۴۔ بيهقي، السنن الكبرىٰ، ۹: ۸۹، ۹۰، رقم: ۱۷۹۲۷، ۱۷۹۲۹

۵۔ مروزی، مسند أبي بكر: ۶۹-۷۲، رقم: ۲۱

(۱) ابن أبي شيبة، المصنف، ۶: ۴۸۳، رقم: ۳۳۱۲۲

(۲) مروزی، مسند أبي بكر: ۶۹-۷۲، رقم: ۲۱

میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں، (اور یہ کہ) نافرمانی نہ کرنا، بزدلی نہ کرنا، کھجور کے پودوں کو تباہ نہ کرنا، کھیتیاں نہ جلانا، چوپایوں کو قید کر کے نہ رکھنا، کسی پھل دار درخت کو نہ کاٹنا اور کسی شیخِ فانی کو قتل کرنا نہ کسی چھوٹے بچے کو۔

۵۔ عاصم بن کلیب نے اپنے والد ماجد سے روایت کیا ہے کہ ایک انصاری نے بیان کیا: ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے تو لوگوں کو کھانے پینے کی بڑی ضرورت پیش آئی اور دقت کا سامنا کرنا پڑا۔ پس انہیں بکریاں ملیں تو انہیں لوٹ کر ذبح کر لیا۔ کھانے کی ہانڈیوں میں ابال آ رہا تھا کہ کمان سے ٹیک لگائے ہوئے رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے اور اپنی کمان سے ہماری ہانڈیوں کو الٹنا شروع کر دیا اور گوشت کو مٹی میں ملانا شروع کر دیا۔ پھر فرمایا:

إِنَّ النُّهْبَةَ لَيْسَتْ بِأَحَلَّ مِنَ الْمَيْتَةِ.[1]

لوٹ مار (کا کھانا) مردار جانوروں کے گوشت سے زیادہ حلال نہیں ہے۔

کس قدر احتیاط، اُصول پسندی اور اعلیٰ سیرت و کردار کا مظاہرہ ہو رہا تھا۔ محاذِ جنگ تھا یا طویل سفر کے دوران بھوک کی شدت کی حالت، دنیا کا کوئی بھی عسکری قائد، مذہبی رہنما یا روحانی مربی اتنے صاف ستھرے، مضبوط اور پاکیزہ کردار کا یہ نمونہ پیش نہیں کر سکتا۔ اِسی تربیت کا اثر تھا کہ بھوک سے نڈھال صحابہ کرام ﷺ کے سامنے گوشت سے اُبلتی ہوئی ہانڈیاں مٹی پر اُلٹا دی گئیں اور پیکرانِ صبر و رضا نے خاموشی کے ساتھ حضور نبی اکرم ﷺ کے فیصلے کے سامنے سرِ تسلیم خم کیے رکھا۔

اِس موقع پر آپ ﷺ نے جو کلمات ارشاد فرمائے وہ انسانوں کے لیے ایک انمول تحفہ تھے۔ لوٹ مار کے رزق کو مردار جانور سے زیادہ ناپاک قرار دینا ان لوگوں کے لیے ایک

(۱) ۱۔ أبو داود، السنن، کتاب الجهاد، بَابُ فِي النَّهْيِ عَنِ النُّهْبَى إِذَا كَانَ فِي الطَّعَامِ قِلَّةٌ فِي أَرْضِ الْعَدُوِ، ۳: ۶۶، رقم: ۲۷۰۵

۲۔ بیهقی، السنن الکبریٰ، ۹: ۶۱، رقم: ۱۷۷۸۹

لمحہ فکریہ ہے جو آئے روز لوٹ مار اور بنک ڈکیتیاں کر کے دہشت گردی کی کارروائیوں کے لیے رقم جمع کرتے ہیں۔

خلاصہ بحث

درج بالا تصریحات سے یہ بات خوب واضح ہوجاتی ہے کہ جب اسلام پر جنگ مسلط کر دی جائے یا مسلمانوں کو جارحیت کا نشانہ بنایا جائے اور جواب میں اسلامی ریاست کی فوج باقاعدہ جہاد میں مصروف ہو تو ایسے حالات میں بھی عورتوں، بچوں اور خدمت گزاروں کو قتل نہیں کیا جا سکتا۔ یہی نہیں بلکہ دورانِ جنگ فصلوں کو تباہ کرنے، عمارتوں کو مسمار کرنے، عبادت گاہوں کو نقصان پہنچانے اور لوٹ مار سے بھی منع کیا گیا ہے۔ جو اسلام دورانِ جہاد بھی ان اُمور کی اجازت نہیں دیتا اس کے نزدیک ایسے مسلمانوں یا غیر مسلموں کو - جو براہِ راست جارحیت میں ملوث نہ ہوں، پُر امن طریقے سے اپنے گھروں اور شہروں میں مقیم ہوں، کاروبار میں مصروف ہوں، سفر کر رہے ہوں یا مساجد میں مصروفِ عبادت ہوں - دہشت گردی کے ذریعے قتل کرنے کی کیسے اجازت دی جا سکتی ہے؟ لہٰذا یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ ایسی کارروائیاں اِسلامی تعلیمات کے سراسر منافی اور قرآن و حدیث سے صریح اِنحراف ہیں۔

باب پنجم

حضور نبی اکرم ﷺ کے

جانوروں پر رحمت وشفقت کے مظاہر

گزشتہ اَبواب میں ہم نے سب سے پہلے حضور ﷺ کا سراپا رحمت پیغمبر ﷺ ہونا بیان کیا۔ دوسرے باب میں حرمتِ دم اور تکریم بشر کے موضوع کے حوالے سے اِنسانی جان و مال اور عزت و آبرو کے تحفظ اور تکریم پر دلائل دیے گئے جب کہ تیسرے باب میں غیر مسلموں کی جان و مال کے تحفظ پر شریعتِ اِسلامیہ سے براہینِ قاطعہ پیش کی گئیں۔ باب ہٰذا میں جانوروں پر رحمت و شفقت کے چند نبوی مظاہر پیش کیے جائیں گے تاکہ واضح ہو کہ پیغمبرِ اَمن و رحمت ﷺ بلاتمیز مذہب اور بلا امتیازِ رنگ و نسل صرف انسانوں پر ہی شفیق و رحیم نہیں تھے، بلکہ آپ ﷺ کی شانِ کریمی جانوروں پر بھی یکساں برستی ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ پر ایمان رکھنے والا شخص نہ صرف انسانوں بلکہ جانوروں پر بھی شفیق و مہربان ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا مخلوق کے لیے رحمت و شفقت کا یہ جذبہ اُس کی طرف سے ایک نعمت ہے۔ جن لوگوں کے دل اُلوہی نعمت و سعادت سے محروم ہو جاتے ہیں اُن کے قلوب سے رحمت و محبت کا پہلو ختم کر دیا جاتا ہے اور وہ شقاوت و بدبختی کا شکار ہوجاتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا جو صادق ومصدوق، ابو القاسم اور حجرہ مبارک کے مکین ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

لَا تُنْزَعُ الرَّحْمَةُ إِلَّا مِنْ شَقِيٍّ.[1]

---

(۱) ۱۔ أبو داؤد، السنن، كتاب الأدب، باب في الرحمة، ۴: ۲۸۶، رقم: ۴۹۴۲
۲۔ ترمذي، السنن، كتاب البر والصلة، باب ما جاء في رحمة المسلمين، ۴: ۳۲۳، رقم: ۱۹۲۳
۳۔ بيهقي، السنن الكبرىٰ، ۸: ۱۶۱، رقم: ۱۶۴۲۰
۴۔ ابن أبي شيبه، المصنف، ۵: ۲۱۴، رقم: ۲۵۳۶۰

رحمت کسی دل سے نہیں چھینی جاتی سوائے اُس شخص کے جو شقی (یعنی بد بخت) ہو۔

حضرت ابو ہریرہ ﷺ نے اس حدیث کو بیان کرتے ہوئے حضور نبی اکرم ﷺ کے لیے خاص اَلقابات استعمال کیے ہیں۔ یہاں ضمناً عرض کر دیں کہ آج کے دور میں جیسے ہم آقا علیہ السلام کو صاحبِ گنبدِ خضریٰ یا گنبدِ خضریٰ کے مکین کے محبت بھرے اَلقاب سے یاد کرتے ہیں؛ صحابہ کرام ﷺ بھی ویسے ہی حضور ﷺ کو ان کے حجرہ مبارک کی مناسبت سے صاحب الحجرۃ یعنی 'حجرۂ مبارک کے مکین' کہتے تھے۔

اس ابتدائی بحث کے بعد اب ہم جانوروں پر ہونے والی رحمتِ نبوی کی چند مثالیں پیش کریں گے تاکہ نفسِ مسئلہ بخوبی واضح ہو جائے۔

۱۔ جانوروں اور پرندوں کو اذیت دینے کی ممانعت

اِسلام عدمِ تشدد کا قائل ہے۔ حضور ﷺ کی سیرت طیبہ اور آپ ﷺ کی عالمی رحمت کا دائرہ کار صرف انسانوں سے محبت اور عدم تشدد تک محدود نہیں بلکہ ہر عالم اور مخلوق کے ہر طبقے کے ساتھ محبت یعنی عدمِ تشدد (non-violence) کا اسلام میں واضح تصور موجود ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ مبارکہ جہاں انسانوں سے محبت کا درس دیتی ہے وہیں جانوروں اور پرندوں سے بھی عدم تشدد کا پرچار کرتی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر ﷺ سے مروی متفق علیہ حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

عُذِّبَتِ امْرَأَةٌ فِي هِرَّةٍ حَبَسَتْهَا حَتّٰى مَاتَتْ جُوْعًا، فَدَخَلَتْ فِيْهَا النَّارَ، قَالَ: فَقَالَ: وَاللهُ أَعْلَمُ، لَا أَنْتِ أَطْعَمْتِهَا وَلَا سَقَيْتِهَا حِيْنَ حَبَسْتِهَا وَلَا أَنْتِ أَرْسَلْتِهَا فَأَكَلَتْ مِنْ خَشَاشِ الْأَرْضِ. (۱)

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب المساقاة، باب فضل سقي الماء، ۲: ۸۳۴، رقم: ۲۲۳۶

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب السلام، باب تحريم قتل الهرة، ۴: ۱۷۶۰، رقم: ۲۲۴۲

ایک عورت کو ایک بلی کی وجہ سے عذاب دیا گیا۔ اُس نے اُس بلی کو (کسی جگہ) بند کر دیا تھا یہاں تک کہ وہ بھوکی مرگئی۔ وہ عورت اُس کی وجہ سے دوزخ میں داخل کر دی گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے (لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ اُس سے فرمائے گا:) جب تو نے اُسے باندھا تو تُو نے نہ اُسے کھلایا نہ پلایا اور نہ ہی اُسے کھلا چھوڑا کہ وہ (خود) زمین کے کیڑے مکوڑے کھا لیا کرتی۔

اُس عورت نے بلی کو اذیت دی اور اُس پر تشدد (violence) کیا۔ صرف اُس بلی کی جان لینے کی وجہ سے اُس نیک عورت کو اللہ تعالیٰ نے دوزخ میں پھینک دیا۔ تعلیماتِ اسلام، سیرتِ محمدی اور میلادِ مصطفیٰ ﷺ کا پیغام ہے کہ آقا ﷺ رحمۃ للعالمین بن کر آئے تو انسانوں اور کائنات کے لیے اَحسن سیرت لائے، پیغامِ اَمن لائے، دین اسلام کی روشن تعلیمات لائے اور انسانوں کو اسوۂ حسنہ عطا کیا۔ وہ لوگ جو اسکولوں میں معصوم بچوں کو مارتے ہیں اور وہ لوگ جو ریاستی دہشت گردی اور معاشی دہشت گردی کا ارتکاب کرتے ہیں اور دھن، دھونس اور دھاندلی کے نتیجہ میں حاصل ہونے والے اِقتدار کی بقاء کے لیے قانون کے محافظوں ہی کے ہاتھوں گولیاں مرواتے اور خواتین، بچوں، جوانوں اور بوڑھوں کو شہید کرواتے ہیں۔ پھر کارکنوں کو گرفتار کرتے ہیں تاکہ انہیں اپنی جعل سازی کا حصہ بنا سکیں اور ظلم پر پردہ پڑ سکے۔ اُن لوگوں کو جاننا چاہیے کہ اسلامی تعلیمات کیا ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي بِطَرِيْقٍ اشْتَدَّ عَلَيْهِ الْعَطَشُ، فَوَجَدَ بِئْرًا فَنَزَلَ فِيْهَا فَشَرِبَ، ثُمَّ خَرَجَ فَإِذَا كَلْبٌ يَلْهَثُ يَأْكُلُ الثَّرٰى مِنَ الْعَطَشِ. فَقَالَ الرَّجُلُ: لَقَدْ بَلَغَ هٰذَا الْكَلْبَ مِنَ الْعَطَشِ مِثْلُ الَّذِي كَانَ بَلَغَ مِنِّي. فَنَزَلَ الْبِئْرَ فَمَلَأَ خُفَّهٗ مَاءً، ثُمَّ أَمْسَكَهٗ بِفِيْهِ حَتّٰى رَقِيَ، فَسَقَى الْكَلْبَ فَشَكَرَ اللهُ لَهٗ فَغَفَرَ لَهٗ. قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ، وَإِنَّ لَنَا فِي هٰذِهِ الْبَهَائِمِ

لَأَجْرًا؟ فَقَالَ: فِي كُلِّ كَبِدٍ رَطْبَةٍ أَجْرٌ.(۱)

ایک شخص جا رہا تھا کہ اُسے راستے میں شدید پیاس لگی، اُس نے ایک کنواں دیکھا تو وہ اُس کنویں میں اُتر گیا اور پانی پیا، جب وہ کنویں سے نکلا تو اُس نے دیکھا کہ ایک کتا پیاس کی وجہ سے ہانپ رہا ہے اور کیچڑ چاٹ رہا ہے۔ اُس شخص نے سوچا کہ اِس کتے کی بھی پیاس سے وہی حالت ہو رہی ہے جو (کچھ دیر قبل) میری ہو رہی تھی۔ پس وہ کنویں میں اُترا اور اپنے موزے میں پانی بھرا، پھر اُس موزے کو منہ سے پکڑ کر اُوپر چڑھا اور کتے کو پانی پلایا۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کی یہ نیکی قبول کی اور اُس کی مغفرت فرما دی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا اِن جانوروں میں بھی ہمارے لیے اجر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر تر جگر والے (یعنی ہر زندہ جانور) میں اَجر ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کی کسی بھی ذی روح مخلوق سے نیکی کرنے پر اجر ملتا ہے)۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صلی الله عليه وآله وسلم يَقُوْلُ: مَنْ مَثَّلَ بِذِي رُوْحٍ ثُمَّ لَمْ يَتُبْ، مَثَّلَ اللهُ

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب المساقاة، باب فضل سقي الماء، ۲: ۸۳۳، رقم: ۲۲۳۴

۲۔ أيضًا، كتاب المظالم والغضب، باب الآبار على الطرق إذا لم يتأذ بها، ۲: ۸۷۰، رقم: ۲۳۳۴

۳۔ مسلم، الصحيح، كتاب السلام، باب فضل سقي البهائم المحترمة وإطعامها، ۴: ۱۷۶۱، رقم: ۲۲۴۴

۴۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۵۱۷، رقم: ۱۰۷

۵۔ أبو داود، السنن، كتاب الجهاد، باب ما يؤمر به من القيام على الدّواب والبهائم، ۳: ۲۴، رقم: ۲۵۵۰

بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.[1]

میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نے کسی ذی روح کا مثلہ کیا اور پھر اِس گناہ سے توبہ نہ کی (اور اسی حال میں مرگیا) تو اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اُس کا مثلہ کرے گا۔

حضرت شرید بن سوید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ اُنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

مَنْ قَتَلَ عُصْفُوْرًا عَبَثًا عَجَّ إِلَى اللهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يَقُوْلُ: يَا رَبِّ، إِنَّ فُلَانًا قَتَلَنِي عَبَثًا، وَلَمْ يَقْتُلْنِي لِمَنْفَعَةٍ.[2]

جس نے کسی چڑیا کو بلا وجہ مار ڈالا تو وہ چڑیا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۹۲، ۱۱۵، رقم: ۵۶۶۱، ۵۹۵۶
۲۔ ابن الجعد، المسند: ۳۳۰، رقم: ۲۲۶۴
۳۔ ابن رجب حنبلي، جامع العلوم والحکم، ۱: ۱۵۳
۴۔ منذری، الترغیب والترهیب، ۲: ۱۰۲، رقم: ۱۶۷۶
۵۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۴: ۳۲
۶۔ عسقلانی، فتح الباري، ۹: ۶۴۴

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۳۸۹، رقم: ۱۹۴۸۸
۲۔ نسائی، السنن، کتاب الضحایا، باب من قتل عصفورا بغیر حقها، ۷: ۲۳۹، رقم: ۴۴۴۶
۳۔ نسائی، السنن الکبری، ۳: ۷۳، رقم: ۴۵۳۵
۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۳: ۲۱۴، رقم: ۵۸۹۴
۵۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۷: ۳۱۷، رقم: ۷۲۴۵
امام منذری، ہیثمی اور عسقلانی نے فرمایا ہے: اِس حدیث کے رجال ثقہ ہیں۔

چلاّئے گی اور عرض کرے گی: اے اللہ! فلاں شخص نے مجھے بلا وجہ بغیر کسی فائدہ کے قتل کیا۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَا مِنْ إِنْسَانٍ قَتَلَ عُصْفُوْرًا فَمَا فَوْقَهَا بِغَيْرِ حَقِّهَا إِلَّا سَأَلَهُ اللهُ ﷻ عَنْهَا. قِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، وَمَا حَقُّهَا؟ قَالَ: يَذْبَحُهَا، فَيَأْكُلُهَا، وَلَا يَقْطَعُ رَأْسَهَا يَرْمِي بِهَا. [1]

جس شخص نے چڑیا یا اُس سے بھی چھوٹا پرندہ ناحق قتل کیا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس سے اُس کے متعلق بھی پوچھے گا (کہ تو نے یہ جان ناحق کیوں لی؟)۔ لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اُس کا حق کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کا حق یہ ہے کہ وہ اُسے ذبح کرے اور کھائے اور (بلا ضرورت صرف شوقِ شکار میں) اُس کا سر کاٹ کر نہ پھینک دے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود ﷺ روایت کرتے ہیں:

كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فِي سَفَرٍ وَمَرَرْنَا بِشَجَرَةٍ فِيْهَا فَرْخَا حُمَّرَةٍ، فَأَخَذْنَاهُمَا. قَالَ: فَجَاءَتِ الْحُمَّرَةُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهِيَ تَصِيْحُ، فَقَالَ: مَنْ فَجَعَ هٰذِهِ بِفَرْخَيْهَا؟ قَالَ: فَقُلْنَا: نَحْنُ. قَالَ: رُدُّوْهُمَا. [2]

---

(۱) ۱۔ نسائی، السنن، کتاب الصید والذبائح، باب إباحة أكل العصافير، ۷:۲۰٦، رقم:۴۳۴۹

۲۔ نسائی، السنن الکبری، ۳:۱٦۳، رقم:۴۸٦۰

۳۔ شافعی، السنن المأثورة:۴۱۳، رقم:٦۰٦

۴۔ حاکم، المستدرک، ۴:۲٦۱، رقم:۷۵۷۴

۵۔ طیالسی، المسند:۳۰۱، رقم:۲۲۷۹

(۲) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۴:۲٦۷، رقم:۷۵۹۹

←

ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے، ہم ایک درخت کے پاس سے گزرے جس میں چَنڈُول (ایک خوش آواز چڑیا) کے دو بچے تھے، ہم نے وہ دو بچے اُٹھا لیے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ وہ چَنڈُول حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں شکایت کرتے ہوئے حاضر ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کس نے اِس چَنڈُول کو اِس کے بچوں کی وجہ سے تکلیف دی ہے؟ راوی بیان کرتے ہیں: ہم نے عرض کیا: ہم نے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اِس کے بچے اِسے لوٹا دو۔

یہ اسلام کی اَمن و رحمت پر مبنی عدمِ تشدد (non-violence) کی تعلیمات ہیں کہ چھوٹے سے چھوٹے جانور اور پرندے کو بھی تکلیف میں مبتلا کرنے کی کی قطعاً اجازت نہیں ہے اور اس پر سخت وعید سنائی گئی ہے۔

۲۔ اِسلامی تعلیمات میں ٹارگٹ کلنگ کی کوئی گنجائش نہیں ہے

اِسلامی تعلیمات میں تو جانور پر بھی تشدد کی اجازت نہیں حتی کہ جانوروں پر تیر اندازی یا تشدد کرنے والوں پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی لعنت کی گئی ہے۔

حضرت ہشام بن زیاد کا بیان ہے کہ وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت حکم بن ایوب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اُنہوں نے چند لڑکوں کو دیکھا کہ ایک مرغی کو باندھ کر اُس پر تیر چلا رہے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اُن سے فرمایا:

نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ تُصْبَرَ الْبَهَائِمُ.(۱)

۲۔ بیہقی، دلائل النبوۃ، ۱: ۳۲۱

۳۔ هناد، الزهد، ۲: ۶۲۰، رقم: ۱۳۳۷

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الذبائح والصید، باب ما یکره من المثلة والمصبورة والمجثمة، ۵: ۲۱۰۰، رقم: ۵۱۹۴

←

حضور نبی اکرم ﷺ نے جانوروں کو باندھ کر مارنے (یعنی Target killing کرنے) سے منع فرمایا ہے۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

مَرَّ ابْنُ عُمَرَ رضی اللہ عنہما بِفِتْيَانٍ مِنْ قُرَيْشٍ، قَدْ نَصَبُوْا طَيْرًا وَهُمْ يَرْمُوْنَهُ، وَقَدْ جَعَلُوْا لِصَاحِبِ الطَّيْرِ كُلَّ خَاطِئَةٍ مِنْ نَبْلِهِمْ. فَلَمَّا رَأَوا ابْنَ عُمَرَ رضی اللہ عنہما تَفَرَّقُوْا. فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: مَنْ فَعَلَ هٰذَا؟ لَعَنَ اللهُ مَنْ فَعَلَ هٰذَا، إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ لَعَنَ مَنِ اتَّخَذَ شَيْئًا فِيْهِ الرُّوْحُ غَرَضًا. (۱)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قریش کے چند جوانوں پر گزر ہوا جو ایک پرندے کو باندھ کر اُس پر تیر اندازی کی مشق کر رہے تھے (یعنی اُسے بھاگنے کا موقع بھی نہیں دے رہے تھے اور مار بھی رہے تھے گویا target killing ہو رہی تھی)۔

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الصید والذبائح، باب النهي عن صبر البهائم، ۳: ۱۵۴۹، رقم: ۱۹۵٦

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۷۱، رقم: ۱۲۷٦۹

۴۔ أبو داود، السنن، کتاب الضحایا، باب في النهي أن تصبر البهائم والرفق بالذبیحة، ۳: ۱۰۰، رقم: ۲۸۱٦

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب الصید والذبائح وما یؤکل من الحیوان، باب النهي عن صبر البهائم، ۳: ۱۵۵۰، رقم: ۱۹۵۸

۲۔ ترمذي، السنن، کتاب الصید، باب ما جاء في کراهیة أکل المصبورة، ۴: ۷۲، رقم: ۱۴۷۵

۳۔ نسائي، السنن، کتاب الضحایا، باب النهي المجثمة، ۷: ۲۳۹، رقم: ۴۴۴۴

۴۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الذبائح، باب النهي عن صبر البهائم وعن المثلة، ۲: ۱۰٦۳، رقم: ۳۱۸۷

اُنہوں نے پرندے والے سے یہ طے کر لیا تھا کہ جس کا تیر نشانے پر نہیں لگے گا وہ اُس کو کچھ دے گا۔ جب اُنہوں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا تو منتشر ہو گئے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ کام کس نے کیا ہے؟ جو شخص اِس طرح کرے اللہ تعالیٰ نے اُس پر لعنت فرمائی ہے، جو شخص کسی جاندار کو ہدف بنائے بلاشبہ اُس پر رسول اللہ ﷺ نے بھی لعنت کی ہے۔

اسی مضمون کی ایک اور حدیث حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ آقا علیہ السلام نے فرمایا:

لَا تَتَّخِذُوْا شَيْئًا فِيْهِ الرُّوْحُ غَرَضًا.[1]

کسی جاندار کو (تیر اندازی کے لیے) ہدف مت بناؤ۔

اس حدیث مبارکہ میں مذکور لفظ 'غَرَضًا' سے مراد ٹارگٹ کلنگ ہے۔ آج ہمارے معاشرے میں کیا ہو رہا ہے؟ آئے روز اس ملک کے ہر شہر میں ٹارگٹ کلنگ کا کوئی نہ کوئی واقعہ رونما ہوتا ہے۔ کوئٹہ ہو یا کراچی، لاہور سانحہ ماڈل ٹاؤن ہو یا جنوبی پنجاب کا کوئی اَلم

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الصيد والذبائح، باب النهي عن صبر البهائم، ۳:۱۵۴۹، رقم:۱۹۵۷

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱:۲۸۰، ۲۸۵، ۳۴۰، رقم:۲۵۳۲، ۲۵۸۶، ۳۱۵۵

۳۔ ترمذي، السنن، كتاب الصيد، باب ما جاء في كراهية أكل المصبورة، ۴:۷۲، رقم:۱۴۷۵

۴۔ نسائي، السنن، كتاب الضحايا، باب النهي عن المجثمة، ۷:۲۳۸، رقم:۴۴۴۳

۵۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الذبائح، باب النهي عن صبر البهائم وعن المثلة، ۲:۱۰۶۳، رقم:۳۱۸۷

ناک سانحہ، کہیں کوئی عالمِ دین اور کہیں کوئی علمی وفکری شخصیت ٹارگٹ کلنگ کا شکار ہورہی ہے۔ اِسلام میں تو جانور ہو یا پرندہ، انسان ہو یا کوئی اور ذی روح، کسی بھی جاندار کو پکڑ کر ہدف بنانا منع ہے اور تیر یا گولی وغیرہ سے مارنے والے پر اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ نے لعنت کی ہے۔ جس پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی لعنت ہو اُس پر جنت حرام اور دوزخ واجب ہو جاتی ہے۔

سوچنے کا مقام ہے کہ اس قوم کو کیا ہوگیا ہے؟ کوئی ہے جو انہیں مدارس، اسکولز، کالجز اور یونیورسٹیز میں اسلام کی اِن تعلیماتِ اَمن سے آشنا کرے؟ اگر پارلیمنٹ اور سیاسی جماعتوں میں یہ سوچ ہوتی تو کب کی قانون سازی ہو چکی ہوتی، اس پر عمل درآمد ہو رہا ہوتا اور پاکستان کا قانون کبھی دہشت گردوں کو تحفظ نہ دیتا۔

ہماری سول گورنمنٹ، سول قانون، عدالتیں اور سیاسی نظام نے ہمیشہ دہشت گردوں اور دہشت گردی کو تحفظ دیا ہے۔ اگر یہ نظام تحفظ نہ دیتا تو آج فوجی عدالتیں بنانے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ فوجی عدالتوں کی ضرورت جائز اور ضروری ہے اور یہ ثابت ہوگیا ہے کہ موجودہ نظام فیل ہو چکا ہے۔ ہمارے نام نہاد حکمران ابھی بھی اس فیل نظام کی مردہ لاش کو گھسیٹ کر چلنا چاہتے ہیں۔ اس نظام نے عوامِ پاکستان کو آج تک کچھ نہیں دیا اور نہ آئندہ دے سکتا ہے کیونکہ یہ نظام بدمعاشوں، غنڈوں، طاقت وروں، دہشت گردوں اور قاتلوں کے لیے ہے۔ یہ نظام مقتولوں، مظلوموں، بے چاروں اور مجبوروں کے لیے نہیں۔ اس لیے اس نظام کو بدل کر ایسا نظام لانا ہوگا جس کی کوکھ سے پُراَمن پاکستان جنم لے اور یہ اسی صورت ممکن ہے کہ ہم محبت اور عدم تشدد پر مبنی حضور نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات کو حرزِ جاں بنائیں۔

۳۔ جانوروں کو جلانے اور داغنے کی ممانعت

سیرتِ طیبہ کے اُن مظاہر کا مطالعہ بھی ضروری ہے جہاں حضور نبی اکرم ﷺ نے جانوروں کو داغنے، جلانے یا اُن سے کچھ چھین کر اُنہیں اذیت پہنچانے کی سختی سے ممانعت فرمائی ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فِي سَفَرٍ، فَانْطَلَقَ لِحَاجَتِهِ فَرَأَيْنَا حُمَّرَةً مَعَهَا فَرْخَانِ فَأَخَذْنَا فَرْخَيْهَا، فَجَاءَتِ الْحُمَّرَةُ فَجَعَلَتْ تَفْرِشُ، فَجَاءَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: مَنْ فَجَّعَ هٰذِهِ بِوَلَدِهَا؟ رُدُّوْا وَلَدَهَا إِلَيْهَا. وَرَآى قَرْيَةَ نَمْلٍ قَدْ حَرَّقْنَاهَا. فَقَالَ: مَنْ حَرَّقَ هٰذِهِ؟ قُلْنَا: نَحْنُ. قَالَ: إِنَّهُ لَا يَنْبَغِي أَنْ يُعَذِّبَ بِالنَّارِ إِلَّا رَبُّ النَّارِ. (۱)

ایک سفر میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ ﷺ قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے تو ہم نے ایک چڑیا دیکھی جس کے ساتھ دو بچے تھے۔ ہم نے اُس کے بچے پکڑ لئے تو چڑیا پر بچھانے لگی۔ حضور نبی اکرم ﷺ تشریف لائے تو

---

(۱) ۱۔ أبو داود، السنن، كتاب الجهاد، باب في كراهية حرق العدو بالنار، ۳:۵۵، رقم:۲۶۷۵
۲۔ أيضًا، كتاب الأدب، باب في قتل الذر، ۴:۳۶۷، رقم:۵۲۶۸
۳۔ بيهقى، دلائل النبوة، ۶:۳۲-۳۳
۴۔ زيلعى، نصب الراية، ۳:۴۰۷
۵۔ نووى، رياض الصالحين:۳۶۷، رقم:۳۶۷
۶۔ ذهبى، الكبائر:۲۰۶
۷۔ ابن كثير، شمائل الرسول ﷺ:۲۸۹

آپ ﷺ نے فرمایا: کس نے اِسے اِس کے بچوں کی وجہ سے تڑپایا ہے؟ اِس کے بچے اِسے لوٹا دو۔ آپ ﷺ نے چیونٹیوں کا ایک بل دیکھا جسے ہم نے جلا دیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اِسے کس نے جلایا ہے؟ ہم عرض گزار ہوئے: (یا رسول اللہ!) ہم نے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: آگ کے ساتھ عذاب دینا، آگ کے (پیدا کرنے والے) رب کے سوا کسی کے لیے مناسب نہیں ہے۔

اسلامی تعلیمات کے مطابق مسلمان تو چیونٹیوں کو بھی جلا نہیں سکتے چہ جائیکہ کوئی شخص خودکش حملہ سے خود کو اور باقی لوگوں کو مار دے اور آگ لگا دے۔ یہ سب کچھ اسلام سے بغاوت اور کفر ہے۔ حیف ہے ان لوگوں اور رہنماؤں پر جو ابھی بھی گومگو کی کیفیت میں ہیں اور ifs and buts میں اُلجھے ہوئے ہیں۔ آج ضرورت ہے کہ پورے پاکستان کی مسجدوں سے دہشت گردی کے خلاف کتاب وسنت کی یہ صدائیں بلند ہوں اور انتہا پسندی اور دہشت گردی کی کھل کر مذمت کی جائے۔

'صحیح مسلم' میں حضرت جابر ﷺ بیان کرتے ہیں:

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ مَرَّ عَلَيْهِ حِمَارٌ، قَدْ وُسِمَ فِي وَجْهِهِ، فَقَالَ: لَعَنَ اللهُ الَّذِي وَسَمَهُ.(۱)

رسول اللہ ﷺ کے پاس سے ایک گدھا گزرا جس کے منہ کو داغا گیا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: اُس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو جس نے اِسے داغا ہے۔

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب اللباس والزينة، باب النهي عن ضرب الحيوان في وجهه ووسمه فيه، ۳:۱۶۷۳، رقم:۲۱۱۷
۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳:۳۲۳، رقم:۱۴۴۹۹
۳۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۲:۴۳۲، رقم:۵۶۲۷
۴۔ عبد الرزاق، المصنف، ۹:۴۴۴، رقم:۱۷۹۴۹
۵۔ أبو يعلى، المسند، ۴:۷۶، رقم:۲۰۹۹

ایک روایت میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

رَآى رَسُوْلُ اللهِ ﷺ حِمَارًا مَوْسُوْمَ الْوَجْهِ، فَأَنْكَرَ ذٰلِكَ. قَالَ: فَوَاللهِ، لَا أَسِمُهُ إِلَّا فِي أَقْصٰى شَيْءٍ مِنَ الْوَجْهِ. فَأَمَرَ بِحِمَارٍ لَهُ فَكُوِيَ فِي جَاعِرَتَيْهِ، فَهُوَ أَوَّلُ مَنْ كَوَى الْجَاعِرَتَيْنِ.(۱)

حضور نبی اکرم ﷺ نے ایک گدھا دیکھا جس کا چہرہ داغا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے اِس عمل کو ناپسند فرمایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں (جانور کے) صرف اُس عضو کو داغتا ہوں جو چہرے سے بہت دور ہو۔ پھر آپ ﷺ نے اپنے گدھے کو داغنے کا حکم دیا۔ سو اُس کی سرین کو داغا گیا اور سب سے پہلے آپ ﷺ ہی نے (جانور کی) سرین کو داغا تھا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِحِمَارٍ قَدْ وُسِمَ فِي وَجْهِهٖ يُدَخِّنُ مَنْخِرَاهُ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: مَنْ فَعَلَ هٰذَا؟ لَا يَسِمَنَّ أَحَدُ الْوَجْهَ لَا يَضْرِبَنَّ أَحَدُ الْوَجْهَ.(۲)

حضور نبی اکرم ﷺ ایک گدھے کے پاس سے گزرے جس کے منہ کو (گرم لوہے سے) داغا گیا تھا اور اُس کے نتھنوں میں دھونی دی جا رہی تھی۔ آپ ﷺ نے

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب اللباس والزينة، باب النهي عن ضرب الحيوان في وجهه ووسمه فيه، ۳: ۱۶۷۳، رقم: ۲۱۱۸
۲۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۲: ۴۴۱، رقم: ۵۶۲۴
۳۔ طبرانی، المعجم الكبير، ۱۰: ۳۳۲، رقم: ۱۰۸۲۲

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۳۲۳، رقم: ۱۴۴۹۹
۲۔ عبد الرزاق، المصنف، ۹: ۴۴۴، رقم: ۱۷۹۴۹
۳۔ بخاری، الأدب المفرد: ۷۲، رقم: ۱۷۵

فرمایا: یہ کس نے کیا ہے؟ کوئی شخص (جانور کے) چہرے کو نہ داغے اور نہ ہی اُس کے چہرے پر مارے۔

ابن حبان اور ابو یعلی کی بیان کردہ روایت میں ہے:

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَآى حِمَارًا، قَدْ وُسِمَ فِي وَجْهِهِ. فَقَالَ: أَلَمْ أُنْهِ عَنْ هٰذَا؟ لَعَنَ اللهُ مَنْ فَعَلَهُ. (۱)

حضور نبی اکرم ﷺ نے ایک گدھے کو دیکھا جس کے منہ کو داغا گیا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا میں نے تمہیں اِس سے منع نہیں کیا؟ جس نے اِسے داغا ہے اُس پر اللہ کی لعنت ہو۔

ایک روایت میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

أَنَّ الْعَبَّاسَ وَسَمَ بَعِيْرًا أَوْ دَابَةً فِي وَجْهِهِ، فَرَآهُ النَّبِيُّ ﷺ فَغَضِبَ. فَقَالَ عَبَّاسٌ: لَا أَسِمُهُ إِلَّا فِي آخِرِهِ. فَوَسَمَهُ فِي جَاعِرَتَيْهِ. (۲)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ایک اونٹ یا کسی اور جانور کے منہ کو داغا۔ سو حضور نبی اکرم ﷺ نے اُسے دیکھا اور غصہ فرمایا۔ اِس پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اِس کے (منہ کی بجائے) پچھلے حصے کو داغوں گا۔ پھر اُس کی سرین کو داغا۔

اسلامی تعلیمات کے مطابق تو گدھے کے جسم کے تھوڑے سے حصے کو بھی نہیں داغا جاسکتا تاکہ اسے اذیت نہ ہو۔ جانوروں پر تشدد violence کی قطعاً اجازت نہیں ہے، انہیں

---

(۱) ۱۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۲: ۴۳۲، رقم: ۵۶۲۷
۲۔ أبو یعلی، المسند، ۴: ۷۶، رقم: ۲۰۹۹

(۲) ۱۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۲: ۴۴۰، رقم: ۵۶۲۳
۲۔ بیہقی، السنن الکبری، ۷: ۳۶، رقم: ۱۳۰۴۱

ٹارچر نہیں کیا جا سکتا۔ جب کہ یہاں تو پوری سوسائٹی اذیت اور ٹارچر میں مبتلا ہے، کسی کی جان محفوظ نہیں ہے۔ جو جس کو چاہے ٹارگٹ کلنگ کر کے مار دے۔ انفرادی طور پہ مار دے یا اقتدار کے زعم میں چودہ معصوم لوگوں کو مار دے یا اسکولوں کے معصوم طلباء اور عورتوں کو مار دے۔ پولیس آ کر مار دے یا دہشت گرد مار دیں۔ سارا معاشرہ دہشت گردی کی لپیٹ میں ہے۔ ہمیں اس لعنت سے نجات پانی ہے۔ اگر دہشت گردی اسی طرح ہوتی رہی اور ہمارے حکمرانوں اور سیاست دانوں نے اس کی بیخ کنی کے لیے موثر اقدامات نہ اُٹھائے تو پھر خدا کا عذاب اُترے گا اور ہر اچھا اور برا اس کی لپیٹ میں آ جائے گا۔

۴۔ وقتِ ذبح بھی جانور کو اذیت دینے کی ممانعت

عدمِ تشدد، اَمن و محبت اور رحمت و شفقت کے حوالے سے آقا ﷺ کا عظیم کردار بایں صورت بھی سامنے آتا ہے کہ آپ ﷺ نے وقتِ ذبح جانور کو کوئی اذیت اور تکلیف دینے کی ممانعت فرمائی ہے۔

ایک سفر کے دوران آقا ﷺ ایک آدمی کے پاس سے گزرے تو دیکھا کہ وہ ایک بھیڑ کو ذبح کرنے کی تیاری کر رہا ہے۔ آقا ﷺ کھڑے ہوگئے۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ اس نے پہلے بھیڑ کو گرا کر اس کی گردن پر پاؤں رکھا ہوا ہے (جیسے قصائی پاؤں رکھتے ہیں یا جس طرح حکمرانوں نے قصائی بن کر پوری انیس کروڑ عوام کو بھیڑ بکری سمجھتے ہوئے ان کی گردنیں دبا کر پاؤں رکھا ہوا ہے)۔ اس حال میں بھیڑ کی چیخیں نکل رہی تھیں اور وہ شخص بھیڑ کو گرانے کے بعد اُس کی آنکھوں کے سامنے چھری تیز کر رہا تھا۔ آقا ﷺ نے اس شخص کو ڈانٹا اور فرمایا: ظالم! اس کو گرانے اور اس کی گردن پر پاؤں رکھنے سے پہلے یہ کام نہیں کر سکتے تھے کہ اب اسے اذیت میں مبتلا کر کے چھری تیز کر رہے ہو؟

حدیث مبارکہ کے الفاظ ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﷺ، قَالَ: مَرَّ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَلٰى رَجُلٍ وَاضِعٍ رِجْلَهُ عَلٰى صَفْحَةِ شَاةٍ، وَهُوَ يَحُدُّ شَفْرَتَهُ، وَهِيَ تَلْحَظُ إِلَيْهِ بِبَصَرِهَا. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: أَفَلَا قَبْلَ هٰذَا؟ أَوْ تُرِيْدُ أَنْ تُمِيْتَهَا مَوْتَتَيْنِ؟(۱)

حضرت عبد اللہ بن عباس ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک آدمی کے پاس سے گزرے جو اپنی ٹانگ بھیڑ کی گردن پر رکھے چھری تیز کر رہا تھا، وہ اُسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا یہ کام پہلے نہیں ہو سکتا تھا؟ (یعنی چھری اس سے پہلے تیز کر لینی چاہیے تھی۔) کیا تم اُسے دو موتیں مارنا چاہتے ہو؟

امام حاکم کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

أَتُرِيْدُ أَنْ تُمِيْتَهَا مَوْتَاتٍ؟ هَلْ حَدَدْتَ شَفْرَتَکَ قَبْلَ أَنْ تَضْجَعَهَا.(۲)

کیا تم اسے کئی موتیں مارنا چاہتا ہے؟ تُو نے اِسے (ذبح کے لیے) لٹانے سے قبل چھری تیز کیوں نہ کرلی؟

یعنی ایک موت وہ ہے جو اس کی گردن کو دبا کر دے رہے ہو اور وہ چیخ اور تڑپ رہی ہے، دوسری موت وہ ہے جو اس کی آنکھوں کے سامنے چھری تیز کر کے دے رہے ہو

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۱:۳۳۲، رقم:۱۱۹۱٦
۲۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۴:۵۳، رقم:۳۵۹۰
۳۔ بیہقی، السنن الکبری، ۹:۲۸۰، رقم:۱۸۹۲۲
۴۔ منذری، الترغیب والترهیب، ۳:۱۴۲، رقم:۳۴۲۲
۵۔ هیثمی، مجمع الزوائد، ۴:۳۳
(۲) حاکم، المستدرک، ۴:۲٦۰، رقم:۷۵۷۰

اور تیسری موت اسے ذبح کر کے دو گے۔ اس طرح تم اسے تین موتیں دینا چاہتے ہو۔

اتنی اذیت، تشدد اور تکلیف بھی حضور نبی اکرم ﷺ پر گراں گزری اور آپ ﷺ نے اسے بھی ناجائز قرار دیا۔ یہ اسلام کی پُراَمن تعلیمات، سیرتِ محمدی، سنتِ مصطفیٰ ﷺ اور اَخلاق و کردارِ رسول ﷺ ہے۔ پاکستان ایسے مثالی معاشرے کے لیے قائم ہوا تھا جہاں اس حد تک بھی تشدد نہ ہو۔ افسوس! ہمارے ملک کے بعض ناعاقبت اندیش لوگ ایسے پر تشدد راستے اختیار کر رہے ہیں جن کا اسلامی تعلیمات، سیرت و کردارِ مصطفیٰ ﷺ اور نظریہ پاکستان سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تم کسی جانور کو ذبح کرنے لگو تو چھری اس سے چھپا کر تیز کرو اور اسے تیزی سے ذبح کر دو۔ حدیث مبارکہ کے الفاظ ہیں:

أَمَرَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بِحَدِّ الشِّفَارِ وَأَنْ تُوَارٰی عَنِ الْبَهَائِمِ. وَقَالَ: إِذَا ذَبَحَ أَحَدُكُمْ فَلْيُجْهِزْ. (1)

رسول اللہ ﷺ نے چھریوں کو تیز کرنے اور اُنہیں جانور سے چھپانے کا حکم دیا ہے۔ آپ ﷺ نے مزید فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص (جانور) ذبح کرے تو تیزی سے ذبح کرے۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۱۰۸، رقم: ۵۸۶۴

۲۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الذبائح، باب إذا ذبحتم فأحسنوا الذبح، ۲: ۱۰۵۹، رقم: ۳۱۷۲

۳۔ بيهقي، السنن الكبرى، ۹: ۲۸۰، رقم: ۱۸۹۲۰

۴۔ بيهقي، شعب الإيمان، ۷: ۴۸۳، رقم: ۱۱۰۷۴

مَنْ رَحِمَ وَلَوْ ذَبِيْحَةَ عُصْفُوْرٍ رَحِمَهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (۱)

جس نے (کسی چیز پر) رحم کیا خواہ چڑیا کے ذبیحہ پر ہی کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اُس پر رحم کرے گا۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے اُمت اور پوری انسانیت کو کیسی اعلیٰ سیرتِ طیبہ، پُراَمن تعلیم اور اَحسن کردار عطا کیا کہ جانور کو ذبح کرنے کا جائز عمل بھی نہایت اَحسن طریقے سے سرانجام دینے کا حکم دیا تاکہ کُند چھری سے جانور کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ اسی طرح قرآن و سنت نے مسلمانوں کو خوبصورت طرزِ زندگی، عمدہ فہم وفکر اور اَعلیٰ نظریہ دیا۔ سوچنے کا مقام ہے کہ کیا ہم اس نظریہ (ideology) پر چل رہے ہیں۔ آج وطن عزیز میں جو کچھ ہو رہا ہے، کیا وہ رسول اکرم ﷺ کی تعلیمات کے مطابق ہو رہا ہے؟ یہ وہ سوال ہے کہ ہر ذی شعور شخص اس کا جواب دیتے ہوئے نمناک وغمناک ضرور ہوگا۔

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۸:۲۳۴، رقم: ۷۹۱۵
۲۔ بخاری، الأدب المفرد: ۱۳۸، رقم: ۳۸۱
۳۔ بیہقی، شعب الإیمان، ۷:۴۸۲، رقم: ۱۱۰۷۰
۴۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۴:۳۳

باب ششم

اِنسانیت کا قتلِ عام کرنے والے لوگ دہشت گرد ہیں

تاریخِ اسلام میں انتہا پسندوں اور دہشت گردوں کا پہلا گروہ جس نے انتہا پسندی (radicalism) اور عسکریت پسندی (militancy) کی ابتدا کرتے ہوئے اہل اسلام کے خلاف تلوار اٹھائی تھی، اُمت کی طرف سے انہیں خوارج یعنی 'جماعت سے نکل جانے والے' کا نام دیا گیا۔ خوارج کی ابتداء دورِ نبوی میں ہی ہوگئی تھی۔ بعد ازاں دورِ عثمانی میں اِن کی فکر پروان چڑھی اور پھر دورِ مرتضوی میں ان کا عملی ظہور منظّم صورت میں سامنے آیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن حکیم میں کئی مقامات پر ان خوارج کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور حضور نبی اکرم ﷺ نے بھی کثیر احادیث مبارکہ میں ان کی واضح علامات اور عقائد و نظریات بالصراحت بیان فرمائے ہیں۔ خوارج دراصل اسلام کے نام پر دہشت گردی اور قتل و غارت گری کرتے تھے اور مسلمانوں کے خون کو اپنے انتہا پسندانہ اور خود ساختہ نظریات و دلائل کی بناء پر مباح قرار دیتے تھے۔

خوارِج کا عملی ظہور چوتھے خلیفہ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوا۔ ہم آج کے حالات پر اس کا انطباق (apply) نہیں کر رہے کیونکہ آج کے لوگوں کو اُن سے کیا نسبت:

چه نسبت خاك را با عالم پاك

البتہ تصوراتی واضحیت (conceptual clarity) کے لیے صرف تاریخی تناظر بیان کر رہے ہیں۔

'خوارج' بعد میں پیدا ہوئے مگر آقا ﷺ نے خروج کرنے والے ان سارے طبقات کو خوارج کا ٹائٹل پہلے ہی دے دیا تھا کہ وہ دین سے اس طرح خارج ہوں گے جیسے

تیر شکار سے نکل کر خارج ہو جاتا ہے۔ چنانچہ خارجیوں کے پہلے طبقہ نے سیدنا علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ الکریم اور بلا شبہ خلافتِ راشدہ کے خلاف خروج کیا۔ اُن خوارج نے بڑا دل کش اور مذہبی نعرہ (slogan) لگایا:

اَلْحُکْمُ لِلّٰہِ.

ہم زمین پر اللہ کا حکم نافذ کرنا چاہتے ہیں۔

چنانچہ وہ خروج کر کے نکلے اور عراق کی سرحد پر **الحروراء** نامی ایک گاؤں میں جمع ہوئے۔ وہاں انہوں نے اپنا ایک امیر یا خلیفہ مقرر کیا اور وہیں ایک چھوٹے سے حصے میں اسلامی حکومت کے اندر ہی اپنی الگ ریاست (state with in state) بنا کر اسلامی حکومت کی حاکمیت اور عمل داری (writ of the government) کو چیلنج کر دیا۔ اُنہوں نے نئی خلافت قائم کی، نیا امیر منتخب کیا اور پہلے سے قائم شدہ اسلامی حکومت کے خلاف تلوار اُٹھا لی اور نعرہ یہ لگایا کہ 'ہم اللہ کی زمین پر اللہ کا دین نافذ کرنا چاہتے ہیں' جو سیدنا علی ﷛ نہیں کر رہے (اَسْتَغْفِرُ اللهَ الْعَظِيْم)۔ اس سب کے باوجود ان کا عمل یہ تھا کہ تہجد گذار، روزہ دار اور ظاہری اعمال کی پابندی کے اعتبار سے متشدد پرہیزگار تھے۔ ان کے عقیدے کے مطابق گناہِ کبیرہ کا ارتکاب بھی کفر تھا۔ گویا جھوٹ بولنا بھی اِرتکابِ کفر ہے کیونکہ خوارج کے مطابق گناہِ کبیرہ کا مرتکب فی الفور (straight away) کافر ہو جاتا ہے۔ بایں وجہ وہ اپنے سوا تمام مسلمانوں کو کافر سمجھتے تھے۔ سیدنا علی ﷛ اور صحابہ کرام ﷡ نے بالاجماع ان کے خلاف جہاد کیا۔ یہ انتہا پسندی کا تاریخی تناظر (historical perspective) تھا جو یہاں تک بیان ہوا۔ عصر حاضر کے دہشت گرد بھی اِسی گروہ خوارج کے پیروکار ہیں۔

۱۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے واضح الفاظ میں دہشت گردوں کی نشان دہی فرمائی ہے

احادیثِ مبارکہ میں یہ تصریح فرما دی گئی ہے کہ خوارج قیامت تک ہر دور میں نکلتے رہیں گے حتیٰ کہ ان کا آخری گروہ دجال کے زمانے میں ظاہر ہوگا جو اس کے ساتھ مل کر مسلمانوں کو قتل کرے گا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے سو کے قریب احادیث میں ایسے دہشت گردوں کا ذکر فرمایا ہے اور ان کو قتل کر کے ان کے خاتمہ کا حکم فرمایا۔

۱۔ امام اَحمد اور امام نسائی حضرت شریک بن شہاب ﷺ سے صحیح حدیثِ مبارکہ میں روایت کرتے ہیں:

كُنْتُ أَتَمَنّٰى أَنْ أَلْقٰى رَجُـلًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ أَسْأَلُهُ عَنِ الْخَوَارِجِ، فَلَقِيْتُ أَبَا بَرْزَةَ فِي يَومِ عِيْدٍ فِي نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِهِ، فَقُلْتُ لَهُ: هَلْ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَذْكُرُ الْخَوَارِجَ؟ فَقَالَ: نَعَمْ، سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ بِأُذُنِي وَرَأَيْتُهُ بِعَيْنِي. أُتِيَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بِمَالٍ فَقَسَمَهُ، فَأَعْطٰى مَنْ عَنْ يَمِيْنِهِ وَمَنْ عَنْ شِمَالِهِ، وَلَمْ يُعْطِ مَنْ وَرَاءَهُ شَيْئًا. فَقَامَ رَجُلٌ مِنْ وَرَائِهِ. فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، مَا عَدَلْتَ فِي الْقِسْمَةِ؛ رَجُلٌ أَسْوَدُ مَطْمُوْمُ الشَّعْرِ، عَلَيْهِ ثَوْبَانِ أَبْيَضَانِ فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ غَضَبًا شَدِيْدًا. وَقَالَ: وَاللهِ، لَا تَجِدُوْنَ بَعْدِي رَجُلًا هُوَ أَعْدَلُ مِنِّي. ثُمَّ قَالَ: يَخْرُجُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ كَأَنَّ هٰذَا مِنْهُمْ، يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، سِيْمَاهُمُ التَّحْلِيْقُ، لَا يَزَالُوْنَ يَخْرُجُوْنَ حَتّٰى يَخْرُجَ آخِرُهُمْ مَعَ الْمَسِيْحِ

الدَّجَّالِ. فَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ، هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ وَالْخَلِيقَةِ. (۱)

مجھے اس بات کی شدید خواہش تھی کہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کے کسی صحابی سے ملوں اور ان سے خوارج کے متعلق دریافت کروں۔ اتفاقاً میں نے عید کے روز حضرت ابوبرزہ ؓ کو ان کے کئی دوستوں کے ساتھ دیکھا تو میں نے ان سے دریافت کیا: کیا آپ نے خارجیوں کے بارے میں حضور نبی اکرم ﷺ سے کچھ سنا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، میں نے اپنے کانوں سے سنا اور آنکھوں سے دیکھا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں کچھ مال پیش کیا گیا اور آپ ﷺ نے اس مال کو ان لوگوں میں تقسیم فرما دیا جو دائیں اور بائیں طرف بیٹھے ہوئے تھے، اور جو لوگ پیچھے بیٹھے تھے آپ ﷺ نے انہیں کچھ عنایت نہ فرمایا۔ چنانچہ ان میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا، اے محمد! آپ نے تقسیم میں عدل نہیں کیا۔ وہ شخص سیاہ رنگ، سر منڈا اور سفید کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ حضور نبی اکرم ﷺ شدید ناراض ہوئے اور فرمایا: خدا کی قسم! تم میرے بعد مجھ سے بڑھ کر کسی شخص کو انصاف کرنے والا نہ پاؤ گے، پھر فرمایا: آخری زمانے میں کچھ لوگ پیدا ہوں گے یہ شخص بھی انہیں لوگوں میں سے ہے۔ وہ قرآن مجید کی تلاوت کریں گے مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہ اُترے گا وہ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ ان کی نشانی یہ ہے کہ وہ سر منڈے ہوں گے، یہ

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۴۲۱، رقم: ۱۹۷۹۸

۲۔ نسائي، السنن، کتاب تحريم الدم، باب من شهر سيفه ثم وضعه في الناس، ۷: ۱۱۹، رقم: ۴۱۰۳

۳۔ نسائي، السنن الکبری، ۲: ۳۱۲، رقم: ۳۵۶۶

۴۔ بزار، المسند، ۹: ۲۹۴، رقم: ۳۸۴۶

۵۔ طيالسي، المسند، ۱: ۱۲۴، رقم: ۹۲۳

ہمیشہ نکلتے ہی رہیں گے یہاں تک کہ ان کا آخری گروہ دجال کے ساتھ نکلے گا (اور مسلح قتال کرے گا)۔ سو تم جس دور میں بھی (میدانِ جنگ میں) ان سے مقابلہ کرو تو انہیں قتل کر دو کہ یہ تمام مخلوق سے بدترین ہیں اور بدترین کرتُوتوں کے حامل ہیں۔

۲۔ امام احمد بن حنبل اور امام حاکم حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

سَيَخْرُجُ أُنَاسٌ مِنْ أُمَّتِي مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ، يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، كُلَّمَا خَرَجَ مِنْهُمْ قَرْنٌ قُطِعَ، كُلَّمَا خَرَجَ مِنْهُمْ قَرْنٌ قُطِعَ، حَتّٰى عَدَّهَا زِيَادَةً عَلٰى عَشْرَةِ مَرَّاتٍ، كُلَّمَا خَرَجَ مِنْهُمْ قَرْنٌ قُطِعَ حَتّٰى يَخْرُجَ الدَّجَّالُ فِي بَقِيَّتِهِمْ. (۱)

میری اُمت میں مشرق کی جانب سے کچھ ایسے لوگ نکلیں گے جو قرآن پڑھتے ہوں گے لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اُترے گا۔ اُن میں سے جو بھی شیطانی گروہ نکلے گا وہ (فوجی آپریشن کی صورت میں) فوری ختم کر دیا جائے گا۔ ان میں سے جو بھی شیطانی گروہ جوں ہی نکلے گا (ریاستی اِدارے) ان کا خاتمہ کر دیں گے (یہ قُطِعَ کا معنی مرادی ہے۔ قطع کر دیے جانے کی معنوی مناسبت فوجی آپریشن کے ساتھ زیادہ بنتی ہے)۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ نے یوں ہی دس دفعہ سے بھی

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲:۱۹۸، رقم: ۶۸۷۱
۲۔ حاكم، المستدرك، ۴:۵۳۳، رقم: ۸۴۹۷
۳۔ ابن حماد، الفتن، ۲:۵۳۲
۴۔ ابن راشد، الجامع، ۱۱:۳۷۷
۵۔ آجري، الشريعة: ۱۱۳، رقم: ۲۶۰

زیادہ بار دہرایا اور فرمایا: ان میں سے جو بھی شیطانی گروہ جب بھی نکلے گا اسے کاٹ دیا جائے گا یہاں تک کہ ان ہی کی باقی ماندہ نسل میں دجال نکلے گا۔

لَا یَزَالُوْنَ یَخْرُجُوْنَ کے ذریعے آقا ﷺ نے اِس وہم کا ازالہ بھی فرما دیا کہ کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ خوارج صرف ایک ہی بار ظاہر ہوئے تھے جن کا خاتمہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں کیا۔ بلکہ یہ خوارج کا پہلا گروہ تھا جس سے اس تحریک کا آغاز ہوا۔ حدیثِ نبوی کے مطابق یہ خوارج ہر دور میں وقتاً فوقتاً نکلتے رہیں گے حتیٰ کہ اس کا آخری گروہ ظہورِ دجال کے وقت مسلح ہو کر نکلے گا۔ تاریخ کے ہر دور میں یہ خوارج جب بھی نکلیں گے مسلم ریاستوں کے خلاف جنگ کرتے رہیں گے، بندوق اور ہتھیار اٹھا کر مسلمانوں کا قتل عام کرتے رہیں گے۔ یہی دہشت گردی ان کی پہچان ہوگی۔ مزید یہ کہ احادیث میں 'قرن' کا لفظ آیا ہے، جس کا معنی ہے: القرن: القوم المُقْتِرُوْن فِي زَمَنٍ وَاحِدٍ (ایک دور میں لوگوں کا ایک گروہ جو باہم مربوط و منظّم ہو)۔

مگر لغوی لحاظ سے اس کا دوسرا معنی بھی ہے اور وہ یہ کہ قَرْنٌ سینگ کو بھی کہتے ہیں، جسے جانور اپنے دشمن کے لیے ہتھیار کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ قرن کا استعارہ استعمال کرکے گویا یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ وہ لوگ ہتھیار اٹھا کر بغاوت کریں گے۔ قَرْنُ الشَّيْطَان کا مطلب ہے کہ وہ ہتھیار شیطانی مقاصد پورے کرنے کے لیے استعمال ہوں گے۔ لوگوں کا قتلِ عام اور انسانیت کی بربادی شیطان کا اوّلین مقصد ہے۔

۳۔ اسی مضمون کو امام ابن ماجہ نے بھی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

كُلَّمَا خَرَجَ قَرْنٌ قُطِعَ، أَكْثَرَ مِنْ عِشْرِينَ مَرَّةً، حَتّٰى يَخْرُجَ فِي عِرَاضِهِم الدَّجَّالُ.[1]

(۱) ابن ماجه، السنن، المقدمة، باب فی ذکر الخوارج، ۱: ۶۱، رقم: ۱۷۴

گروہِ خوارج جب بھی ظاہر ہوگا اسے ختم کر دیا جائے گا۔ ایسا بیس سے زائد بار ہوگا حتیٰ کہ (سب سے) آخری (گروہ) میں دجال ظاہر ہوگا۔

اِن اَحادیث مبارکہ کو پڑھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ تاجدارِ کائنات ﷺ پندرہ صدیاں قبل ہی آج کے حالات کو سامنے رکھ کر اُمت کو یہ پیغام دے رہے ہیں۔ یقیناً ایسا ہی ہے کیونکہ قُرب اور بُعد کے سارے فاصلے ہمارے لیے ہیں جب کہ حضور نبی اکرم ﷺ ہر معاملے میں جامع ترین اور ہر دور کے تقاضوں کو نظر میں رکھ کر تعلیمات ارشاد فرماتے۔ اس لیے کہ نگاہِ نبوت و رسالت بعید (دور) کو بھی اسی طرح دیکھتی ہے جیسے قریب کو دیکھتی ہے اور مستقبل پر بھی اسی طرح حاوی ہے جیسے حال اور ماضی پر تھی۔ بے شک ہمارے لیے مستقبل پردہ غیب میں چھپا ہوا ہے مگر آپ ﷺ قیامت تک ہر نہاں کو بھی عیاں دیکھ رہے تھے۔ آپ ﷺ نے اُمت کے سارے حالات دیکھے کہ ایسے وقت بھی آئیں گے جب بہت سے طبقات خروج کریں گے۔

۲۔ دہشت گردی کفر کا عمل ہے

اِسلام اَمن و سلامتی اور محبت و مروّت کا دین ہے۔ اِسلامی تعلیمات کے مطابق مسلمان وہی شخص ہے جس کے ہاتھوں مسلم و غیر مسلم سب انسانوں کے جان و مال محفوظ رہیں۔ انسانی جان کا تقدس و تحفظ شریعتِ اِسلامی میں بنیادی حیثیت کا حامل ہے۔ کسی بھی انسان کی ناحق جان لینا اور اُسے قتل کرنا فعل حرام ہے بلکہ بعض صورتوں میں یہ عمل موجبِ کفر بن جاتا ہے۔

۱۔ ایک متفق علیہ حدیث مبارکہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود ﷺ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ، وَقِتَالُهُ كُفْرٌ.[1]

کسی مسلمان کو گالی دینا فسق اور اس سے قتال کرنا کفر ہے۔‘‘

مذکورہ حدیث کی رُو سے جب کسی مسلمان کو محض برا بھلا کہنے اور ان سے فساد و قتال کرنے کو فسق و کفر کہا گیا ہے تو ان کے خلاف ہتھیار اٹھانا اور ان کے جان و مال کو تلف کرنا کتنا بڑا جرم ہوگا!

غیر مسلم شہریوں کے قتلِ ناحق کی ممانعت و حرمت بھی کئی احادیث مبارکہ میں وارد ہوئی ہے۔

۲۔ حضرت ابو بکرہ ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا فِي غَيْرِ كُنْهِهٖ، حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ.[2]

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الإیمان، باب خوف المؤمن من أن یحبط عمله وهو لا یشعر، ۱: ۲۷، رقم: ۴۸
۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الإیمان، باب بیان قول النبي ﷺ: سباب المسلم فسوق وقتاله کفر، ۱: ۸۱، رقم: ۶۴
۳۔ ترمذی، السنن، کتاب البر والصلة، ۴: ۳۵۳، رقم: ۱۹۸۳
۴۔ نسائي، السنن، کتاب تحریم الدم، باب قتال المسلم، ۷: ۱۲۱، رقم: ۴۱۰۵
۵۔ ابن ماجه، السنن، المقدمة، باب في الإیمان، ۱: ۲۷، رقم: ۶۹

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۳۶، ۳۸، رقم: ۲۰۳۹۳، ۲۰۴۱۹
۲۔ أبو داود، السنن، کتاب الجهاد، باب في الوفاء للمعاهد وحرمة ذمته، ۳: ۸۳، رقم: ۲۷۶۰
۳۔ نسائی، السنن، کتاب القسامة، باب تعظیم قتل المعاهد، ۸: ۲۴، رقم: ۴۷۴۷
۴۔ نسائی، السنن الکبری، ۴: ۲۲۱، رقم: ۶۹۴۹

←

جو مسلمان کسی غیر مسلم شہری (معاہد)[۱] کو ناحق قتل کرے گا اللہ تعالیٰ اُس پر جنت حرام فرما دے گا۔

یہاں مطلقا فرمایا گیا کہ غیر مسلم شہری کے قاتل پر جنت حرام ہے جب کہ دیگر احادیث مبارکہ میں فرمایا گیا کہ ایسے شخص پر جنت کی خوشبو تک بھی حرام کردی گئی ہے۔

۳۔ حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ ہی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ قَتَلَ نَفْساً مُعَاهَدَةً بِغَيْرِ حِلِّهَا (وَفِي رِوَايَةٍ: بِغَيْرِ حَقِّهَا) حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ أَنْ يَّجِدَ رِيْحَهَا.[۲]

جس نے کسی غیر مسلم شہری کو ناجائز طور پر (یا ناحق) قتل کیا اللہ تعالیٰ نے اس

.... ۵۔ دارمی، السنن، ۲:۳۰۸، رقم:۲۵۰۴

۶۔ بزار، المسند، ۹:۱۲۹، رقم:۳۶۷۹

(۱) حدیث میں معاہد کا لفظ استعمال کیا گیا جس سے مراد ایسے شہری ہیں جو معاہدے کے تحت اِسلامی ریاست کے باسی ہوں، یا ایسے گروہ اور قوم کے افراد ہیں جنھوں نے اسلامی ریاست کے ساتھ معاہدۂ امن کیا ہو۔ اسی طرح جدید دور میں کسی بھی مسلم ریاست کے شہری جو اُس ریاست کے قانون کی پابندی کرتے ہوں اور آئین کو مانتے ہوں، مُعاہد کے زمرے میں آئیں گے۔ جیسے پاکستان کی غیر مسلم اقلیتیں جو آئین پاکستان کے تحت باقاعدہ شہری اور رجسٹرڈ ووٹر ہیں، پاکستان کے آئین و قانون کو پاکستان کی مسلم اکثریت کی طرح تسلیم کرتے ہیں یہ سب معاہد ہیں۔ پاکستان میں موجود دیگر غیر مسلم اقلیتیں تو مسلمان شہریوں کی طرح تقسیم ہند اور قیام پاکستان کے وقت سے ہی اس مملکت کے شہری تھے اور ہیں۔ اس لیے جدید تناظر میں معاہد کا ترجمہ ہم نے غیر مسلم شہری کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: فیض القدیر للمناوی، ۶:۱۵۳)

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۳۶، رقم: ۲۰۳۹۹

۲۔ حاکم، المستدرک علی الصحیحین، ۱: ۱۰۵، رقم: ۱۳۵

پر جنت کی خوشبو بھی حرام فرما دی ہے۔

علامہ انور شاہ کاشمیری اس حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قَوْلُهُ ﷺ: 'مَنْ قَتَل مُعَاهَدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ' وَمُخُّ الْحَدِيْثِ: إِنَّکَ أَيُّهَا الْمُخَاطَبُ قَدْ عَلِمْتَ مَا فِيْ قَتْلِ الْمُسْلِمِ مِنَ الإِثْمِ، فَإِنَّ شَنَاعَتَهُ بَلَغَتْ مَبْلَغَ الْکُفْرِ، حَيْثُ أَوْجَبَ التَّخْلِيْدَ. أَمَّا قَتْلُ مُعَاهَدٍ، فَأَيْضًا لَيْسَ بِهَيِّنٍ، فَإِنَّ قَاتِلَهُ أَيْضًا لَا يَجِدُ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ. (۱)

آپ ﷺ کا فرمان ہے: 'جس نے کسی غیر مسلم شہری کو قتل کیا وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھے گا'۔ اے مخاطب! حدیث کا لبِ لباب تجھے قتلِ مسلم کے گناہ کی سنگینی بتا رہا ہے کہ اس کی قباحت کفر تک پہنچا دیتی ہے جو جہنم میں جانے کا باعث بنتا ہے، جبکہ غیر مسلم شہری کو قتل کرنا بھی کوئی معمولی گناہ نہیں ہے۔ اسی طرح اس کا قاتل بھی جنت کی خوشبو تک نہیں پائے گا (جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ جہنم میں ڈالا جائے گا)۔

۴۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ قَتَلَ مُعَاهَدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ، وَإِنَّ رِيْحَهَا تُوْجَدُ مِنْ مَسِيْرَةِ أَرْبَعِيْنَ عَامًا. (۲)

---

(۱) أنور شاہ کاشميری، فيض الباري على صحيح البخاري، ۴: ۲۸۸

(۲) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب الجزية، باب إثم من قتل معاهدا بغير جرم، ۳: ۱۱۵۵، رقم: ۲۹۹۵

←

جس نے کسی معاہد (غیر مسلم شہری) کو قتل کیا تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھے گا حالانکہ جنت کی خوشبو چالیس برس کی مسافت تک محسوس ہوتی ہے۔

۵۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

أَلَا مَنْ قَتَلَ نَفْسًا مُعَاهِدًا لَهُ ذِمَّةُ اللهِ وَذِمَّةُ رَسُوْلِهِ، فَقَدْ أَخْفَرَ بِذِمَّةِ اللهِ، فَـلَا يُرَحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ، وَإِنَّ رِيْحَهَا لَيُوْجَدُ مِنْ مَسِيْرَةِ سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا. (۱)

آگاہ رہو! جو کسی معاہد (ذمی) کو قتل کرے، جس کے لیے اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کا ذمہ ہو، تو اُس نے اللہ تعالیٰ کا ذمہ توڑ دیا، وہ جنت کی خوشبو نہیں پائے گا حالانکہ جنت کی خوشبو ستر سال کی مسافت تک بھی پہنچ جاتی ہے۔

۶۔ حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا مُعَاهَدَةً بِغَيْرِ حِلِّهَا فَحَرَامٌ عَلَيْهِ الْجَنَّةُ أَنْ يَّشُمَّ رِيْحَهَا

۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب الدیات، باب إثم من قتل نفسا بغیر جرم، ۶: ۲۵۳۳، رقم: ۶۵۱۶

۳۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الدیات، باب من قتل معاهدا، ۲: ۸۹۶، رقم: ۲۶۸۶

(۱) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب الدیات، باب ما جاء فیمن یقتل نفسا معاهدة، ۴: ۲۰، رقم: ۱۴۰۳

۲۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الدیات، باب من قتل معاهدًا، ۲: ۸۹۶، رقم: ۲۶۸۷

۳۔ أبو یعلی، المسند، ۱۱: ۳۳۵، رقم: ۶۴۵۲

۴۔ حاکم، المستدرک، ۲: ۱۳۸، رقم: ۲۵۸۱

۵۔ بیهقی، السنن الکبری، ۹: ۲۰۵، رقم: ۱۸۵۱۱

وَإِنَّ رِيُحَهَا لَيُوجَدُ مِنُ مَسِيُرَةِ مِئَةِ عَامٍ. [1]

جس نے کسی معاہد (غیر مسلم شہری) کو ناجائز طور پر قتل کیا، اس پر جنت کی خوشبو تک سونگھنا حرام ہوگا حالانکہ اس کی خوشبو سو سال کی مسافت پر بھی موجود ہوگی۔

۷۔ ایک اور روایت میں حضرت ابو بکرہ ﷛ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

مَنُ قَتَلَ نَفُسًا مُعَاهَدَةً بِغَيُرِ حَقِّهَا حَرَّمَ اللهُ عَلَيُهِ الُجَنَّةَ أَنُ يَّشُمَّ رِيُحَهَا وَرِيُحُهَا يُوجَدُ مِنُ مَسِيُرَةِ خَمُسِمِائَةِ عَامٍ. [2]

جس نے کسی معاہد کو ناحق قتل کیا اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت کی خوشبو تک سونگھنا حرام فرما دیا ہے حالانکہ اس کی خوشبو پانچ سو سال کی مسافت پر بھی موجود ہو گی۔

اِس موضوع پر اتنی کثرت سے احادیث وارد ہوئی ہیں جن کا احاطہ یہاں ممکن نہیں۔ لہٰذا اُن جوانوں کو اچھی طرح آقا ﷺ کے فرامین مقدسہ کا مفہوم جان لینا چاہیے جنہیں دھوکہ دیا گیا ہے کہ دہشت گردی اور قتل و غارت کے بدلے انہیں جنت اور حوریں ملیں گی۔ اسلام میں تو بے گناہوں کے قاتلوں پر جنت حرام کر دی گئی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ

(۱) ۱۔ نسائی، السنن، کتاب القسامة، باب تعظیم قتل المعاہد، ۸: ۲۵، رقم: ۴۷۴۸
۲۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۴: ۲۲۱، رقم: ۶۹۵۰
۳۔ عبد الرزاق، المصنف، ۱۰: ۱۰۲، رقم: ۱۸۵۲۱
۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۶: ۳۹۱، رقم: ۸۳۸۲
۵۔ بزار، المسند، ۹: ۱۳۸، رقم: ۳۶۹۶
۶۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۱: ۲۰۷، رقم: ۶۶۳

(۲) ۱۔ حاکم، المستدرک علی الصحیحین، ۱: ۱۰۵، رقم: ۱۳۴
۲۔ ابن أبي شیبة، المصنف، ۵: ۴۵۷، رقم: ۲۷۹۴۴

نے اپنے نیک بندوں کے لئے بنائی گئی جنت اُن پر حرام کر دی ہے تو اُنہیں حوریں کہاں سے ملیں گی کیونکہ ایسے قاتلوں کے لیے دوزخ واجب ہے؟

ایسے جوان غلط فہمی کا شکار ہو کر گمراہ ہوگئے اور سیدھی راہ سے پھسل گئے ہیں۔ جھوٹی تعلیمات کے ذریعے ان کے برین واش کر دیے گئے ہیں اور وہ سمجھنے لگ گئے ہیں کہ شاید جنت کا کوئی راستہ ان پر کھلے گا حالانکہ آقا ﷺ نے تو یہاں تک فرما دیا ہے کہ جنت کی خوشبو اگرچہ قیامت کے دن چالیس، ستر، سَو حتی کہ پانچ سو میل کی مسافت تک پھیلی ہو گی۔ مگر انہیں نہیں آئیگی۔ مطلب یہ ہوا کہ انہیں جنت کے پانچ سو میل قریب بھی پھٹکنے نہیں دیا جائے گا۔ کاش! ان نوجوانوں کو یہ بات سمجھ میں آ جائے اور وہ جان لیں کہ وہ جس راستے پر چل رہے ہیں، یہ سرا سر کفر اور ضلالت کا سودا ہے جس پر اُنہیں بہکا کر ڈال دیا گیا ہے۔

۳۔ مذہبی جذبات بھڑکا کر قاتلانہ اور سفاکانہ ذہن سازی کرنا خوارج کا وطیرہ ہے

خوارج اپنی دعوت کی بنیاد قرآنی آیات پر استوار کرتے تھے۔ وہ دینی غیرت و حمیت کو بھڑکا کر سادہ لوح مسلمانوں کو اپنا ہم نوا بناتے، اُنہیں جہاد کے نام پر مسلمانوں کے قتل عام کے لیے تیار کرتے اور ان کو جنت کا لالچ دے کر مرنے مارنے کے لیے تیار کرتے تھے۔ حافظ ابن کثیر ''البداية والنهاية'' میں خوارج کے ایک گروہ سے زید بن حصن طائی سنبسی کے خطبہ کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں:

واجتمعوا أيضا في بيت زيد بن حصن الطائي السنبسي فخطبهم وحثهم على الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، وتلا عليهم آيات من القرآن منها قوله تعالى: ﴿يٰدَاوُدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلاَ تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ

سَبِیْلِ اللهِ﴾[۱] وقوله تعالى: ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَo﴾[۲] وكذا التي بعدها وبعدها الظالمون الفاسقون. ثم قال: فأشهد على أهل دعوتنا من أهل قبلتنا أنهم قد اتبعوا الهوى، ونبذوا حكم الكتاب، وجاروا في القول والأعمال، وأن جهادهم حق على المؤمنين. فبكى رجل منهم يقال له عبد الله بن سخبرة السلمي، ثم حرض أولئک على الخروج على الناس، وقال في كلامه: واضربوا وجوههم وجباههم بالسيوف حتى يطاع الرحمن الرحيم، فإن أنتم ظفرتم وأطيع الله كما أردتم أثابكم ثواب المطيعين له العاملين بأمره، وإن قتلتم فأي شيء أفضل من المصير إلى رضوان الله وجنته.[۳]

خوارج کا گروہ زید بن حصن طائی سنبسی کے گھر میں جمع ہوا تو اس نے انہیں خطبہ دیا اور اُنہیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر ترغیب کے ذریعے تیار کیا۔ اُن کے سامنے قرآن مجید کی آیات تلاوت کیں جن میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی ہے: ﴿اے داؤد! بے شک ہم نے آپ کو زمین میں (اپنا) نائب بنایا سو تم لوگوں کے درمیان حق و انصاف کے ساتھ فیصلے (یا حکومت) کیا کرو اور خواہش کی پیروی نہ کرنا ورنہ (یہ پیروی) تمہیں راہِ خدا سے بھٹکا دے گی۔﴾ اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿اور جو شخص اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ (و حکومت) نہ کرے، سو وہی لوگ کافر ہیںo﴾ اس کے بعد اگلی آیت

(۱) ص، ۳۸: ۲۶
(۲) المائدة، ۵: ۴۴
(۳) ابن كثير، البداية والنهاية، ۷: ۲۸۶

﴿اور جو شخص اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ (وحکومت) نہ کرے سو وہی لوگ ظالم ہیں○﴾ اور پھر اس سے اگلی آیت ﴿اور جو شخص اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ (وحکومت) نہ کرے سو وہی لوگ فاسق ہیں○﴾۔ یہ آیاتِ مبارکہ ان پر تلاوت کرنے کے بعد اس نے کہا: میں مسلمانوں میں سے اپنے مخاطبینِ دعوت پر گواہی دیتا ہوں کہ بے شک انہوں نے خواہشِ نفس کی پیروی کی اور کتاب اللہ کا حکم ترک کر دیا۔ انہوں نے قول اور عمل میں ظلم کا ارتکاب کیا، سو مومنوں پر ایسے لوگوں کے خلاف جہاد کرنا واجب ہے۔ (اس خطاب میں وہ خود کو یعنی گروہِ خوارج کو مومن کہہ رہا تھا اور خواہشِ نفس کی پیروی کرنے والے ظالم، جن کے خلاف جہاد واجب ہے، سے اس کی مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔) اس پر سامعین میں سے ایک شخص جس کا نام عبد اللہ بن سخبرہ السلمی تھا رو پڑا۔ پھر اس (زید بن حصن طائی) نے سامعین یعنی خوارج کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف خروج و بغاوت پر اُکسایا اور دورانِ کلام کہا: ان کے چہروں اور پیشانیوں پر تلواروں سے وار کرتے رہو یہاں تک کہ خدائے رحمٰن و رحیم کی اطاعت کی جائے۔ اگر تم کامیاب و کامران ہو گئے اور اللہ تبارک و تعالی کی اطاعت تمہارے حسبِ منشا کی گئی تو اللہ رب العزت تمہیں اپنی اطاعت کرنے والوں اور اس کے حکم پر عمل پیرا ہونے والوں کا ثواب عطا فرمائے گا۔ اور اگر تم قتل کر دیے گئے تو اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی جنت حاصل کر لینے سے افضل کون سی چیز ہو سکتی ہے؟

آج ہم اپنے گرد و پیش ہونے والی دہشت گردوں کی سرگرمیوں اور ان کے طریقہ کار کا جائزہ لیں تو یہ بھی ناپختہ ذہنوں، کم عمروں اور جوانوں کی brain washing کے لیے بالکل وہی حربہ اور طریقہ استعمال کر رہے ہیں جو اُس دور کے خوارج کرتے تھے۔ اِن دہشت گردوں کے تصورِ اِسلام کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ ایک طرف تو مسلمانوں کو

قتل کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے لیکن دوسری طرف اِسلام کی تعلیمات پر نہایت سختی سے عمل پیرا ہوتے۔ حافظ ابن کثیر بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر کے دوران کسی درخت سے ایک کھجور گری، ایک خارجی نے وہ اُٹھا کر منہ میں ڈال لی۔ دوسرا خارجی معترض ہوا کہ تو نے مالک سے اجازت لیے اور قیمت دیے بغیر یہ کھجور منہ میں کیوں ڈال لی ہے؟ اس نے فوراً پھینک دی۔ (۱)

اسی طرح امام ابن الاثیر بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ خارجیوں کے پاس سے غیر مسلم شہریوں کا ایک خنزیر گزرا تو ان میں سے ایک خارجی نے اسے تلوار سے مار ڈالا۔ دیگر خارجیوں نے اسے سخت ملامت کی کہ ایک غیر مسلم شہری کے خنزیر کو کیوں مار ڈالا۔ جب خنزیر کا مالک آیا تو اُس خارجی نے خنزیر کے مالک سے معافی مانگی اور اُسے (قیمت دے کر) راضی کیا۔ (۲)

ایک طرف خوارج کی ظاہری دین داری دیکھیے اور دوسری طرف ان کی دہشت گردی، سفاکی اور بربریت ملاحظہ کیجیے۔ حافظ ابن کثیر البدایۃ والنہایۃ میں مزید لکھتے ہیں:

ومع هذا قدموا عبد الله بن خبّاب فذبحوه، وجاؤوا إلى امرأته فقالت: إنّي امرأة حبلى، ألا تتقون الله، فذبحوها وبقروا بطنها عن ولدها، فلما بلغ الناس هذا من صنيعهم خافوا إن هم ذهبوا إلى الشام واشتغلوا بقتال أهله أن يخلفهم هؤلاء في ذراريهم وديارهم بهذا الصنع، فخافوا غائلتهم، وأشاروا على علي بأن يبدأ بهؤلاء، ثم إذا فرغ منهم ذهب إلى أهل الشام بعد ذلک والناس آمنون من شر هؤلاء فاجتمع الرأى على هذا وفيه خيرة عظيمة لهم ولأهل

---

(۱) ابن کثیر، البداية والنهاية، ۷: ۲۸۸

(۲) ابن الأثير، الكامل فى التاريخ، ۳: ۲۱۸

الشام أيضًا. فأرسل علي ﷺ إلى الخوارج رسولا من جهته وهو الحرب بن مرة العبدي، فقال: أخبر لي خبرهم، وأعلم لي أمرهم واكتب إلي به على الجلية، فلما قدم عليهم قتلوه ولم ينظروه، فلما بلغ ذلك عليًا عزم على الذهاب إليهم أولا قبل أهل الشام. فبعثوا إلى عليّ يقولون: كلنا قتل إخوانكم ونحن مستحلون دماءهم ودماءكم. فتقدم إليهم قيس بن سعد بن عبادة فوعظهم فيما ارتكبوه من الأمر العظيم، والخطب الجسيم، فلم ينفع وكذلك أبو أيوب الأنصاري وتقدم أمير المؤمنين علي بن أبي طالب إليهم، فإنكم قد سولت لكم أنفسكم أمرا تقتلون عليه المسلمين، والله، لو قتلتم عليه دجاجة لكان عظيما عند الله، فكيف بدماء المسلمين. [1]

وہ حضرت عبد اللہ بن خباب ﷺ کو نہر کے کنارے پر لائے اور ذبح کر دیا اور پھر ان کی اہلیہ کے پاس آئے تو اُس نے کہا: میں حاملہ ہوں، کیا تم اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے ہو؟ انہوں نے اس کو بھی ذبح کر ڈالا اور اس کا پیٹ چاک کر کے بچہ باہر نکال پھینکا۔ جب لوگوں تک ان کے یہ کرتوت پہنچے تو وہ ڈر گئے کہ اگر وہ شام کی طرف چلے گئے اور اہل شام کے ساتھ جنگ میں مصروف ہوگئے تو یہ لوگ ان کے پیچھے ایسی ہی دہشت گردی ان کے اہل خانہ کے ساتھ انجام دیں گے۔ وہ اپنے اہل وعیال کے انجام سے ڈر گئے اور حضرت علی ﷺ کو مشورہ دیا کہ آپ جنگ کا آغاز ان ہی دہشت گردوں سے کریں، پھر جب ان کے خاتمہ سے فارغ ہو جائیں تب اہل شام کی طرف متوجہ ہوں۔ اس طرح ان کے خاتمہ کے بعد

(۱) ابن كثير، البداية والنهاية، ۷: ۲۸۸

لوگ ان کے شر سے محفوظ ہو جائیں گے۔ چنانچہ اس رائے پر اتفاق ہوگیا کیونکہ سب کی بہتری اسی میں تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حرب بن مرہ عبدی کو سفارت کار بنا کر خوارج کی طرف بھیجا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں فرمایا: مجھے اُن کی خبر دینا اور اُن کے معاملہ سے آگاہ کرتے رہنا اور میری طرف واضح طور پر لکھ بھیجنا۔ لہٰذا جب وہ ان (خارجیوں) کے پاس پہنچے تو اُنہوں نے اُن کو قتل کر دیا اور اُنہیں کچھ بھی مہلت نہ دی۔ جب ان کے قتل کی خبر حضرت علی رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو آپ رضی اللہ عنہ نے اُن (خارجیوں) کی طرف ملک شام سے پہلے جانے کا عزم کر لیا۔ اُنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف یہ پیغام بھیجا۔ ہم نے مل کر تمہارے بھائیوں کو قتل کیا ہے اور ہم تمہارے اور ان کے خون کو جائز سمجھتے ہیں۔ پھر حضرت قیس بن سعد بن عبادہ ان (خارجیوں) کے پاس گئے اور اُنہیں سمجھایا کہ تم نے بہت بڑے گناہ کا ارتکاب کیا ہے لیکن آپ کے سمجھانے کا اُن پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اسی طرح حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے بھی اُنہیں سمجھایا مگر بے سود! پھر امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اُن کی طرف پیغام بھیجا کہ تمہارے نفسوں نے تمہارے لیے حرام کو آراستہ کر دیا ہے اور اس بنا پر تم مسلمانوں کے قتل کو حلال سمجھنے لگ گئے ہو۔ بخدا! اگر اس اندازِ فکر سے مرغی بھی مارتے تو گناہِ عظیم ہوتا، بے گناہ مسلمانوں کے قتل کے جرم کی سنگینی کا تو اندازہ بھی نہیں لگایا جا سکتا۔

کتبِ تاریخ کے مذکورہ اِقتباسات سے ثابت ہو جاتا ہے کہ خوارج اِنسانی خون کو نہایت ارزاں گردانتے تھے اور اِنسانی جان کو قتل کرنا ان کے نزدیک کوئی معنی نہیں رکھتا تھا، حتی کہ انہوں نے اُن نفوسِ قدسیہ کی خوں ریزی سے بھی گریز نہیں کیا جنہوں نے براہِ راست حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیر سایہ تربیت و پرورش پائی تھی۔

چونکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واضح طور پر یہ بات سمجھا دی تھی کہ ’’لَا یَزَالُوْنَ

یَخْرُجُوْنَ'' (یہ خوارج ہمیشہ نکلتے رہیں گے) اس لیے موجودہ دور کے خوارج (دہشت گرد) بھی انہی صفات سے متصف ہونے کی بنا پر پہچانے جاتے ہیں۔ یہ بھی اپنے پیش رؤوں کی طرح لوگوں کا خون بہاتے ہیں، خواتین اور بچوں پر حملے کر کے انہیں اذیت ناک موت دیتے ہیں، ریاستی بالادستی اور نظام کو تسلیم نہیں کرتے، مساجد پر حملے کر کے اُنہیں مسمار کرتے ہیں، آبادیوں اور عوام الناس کو اپنے حملوں کا نشانہ بناتے ہیں اور لوگوں کو ذبح کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ یہ لوگ اپنے نظریات کے مخالف لوگوں کو قتل کرنے اور تباہی پھیلانے کو جہاد سمجھتے ہیں۔ یہ تمام اِنسانیت کُش کارروائیاں بلاشک وشبہ ان خوارج کے فکر وعمل کا ہی تسلسل ہیں۔

۴۔ خوارج کی نمایاں بدعات اور انتہاپسندانہ رُجحانات کا بیان

گزشتہ صفحات میں دی گئی بنیادی مباحث سے یہ اَمر مترشح ہو جاتا ہے کہ خوارج دین میں نئی نئی بدعات ایجاد کرتے تھے۔ وہ قرآنی آیات اور احادیثِ نبویہ کا خود ساختہ اطلاق کرتے اور غلط تاویل کے ذریعے اپنے مخالف مسلمانوں کو واجب القتل ٹھہراتے تھے۔ ذیل میں ان کی چند نمایاں بدعات درج کی جاتی ہیں جن میں سے اکثر کے بارے میں حضور نبی اکرم ﷺ نے پہلے ہی آگاہ فرما دیا تھا:

۱۔ وہ کفار کے حق میں نازل ہونے والی آیات کا اطلاق مومنین پر کریں گے۔[۱]

۲۔ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔[۲]

۳۔ غیر مسلم اقلیتوں کے قتل کو حلال سمجھیں گے۔[۳]

---

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب، استتابة المرتدین والمعاندین وقتالھم، باب قتل الخوارج والملحدین بعد إقامة الحجة علیھم، ۶: ۲۵۳۹

(۲) بخاری، الصحیح، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالی: تعرج الملائکة والروح إلیه، ۶: ۲۷۰۲، رقم: ۶۹۹۵

(۳) حاکم، المستدرک، ۲: ۱۶۶، رقم: ۲۶۵۷

۴۔ عبادت میں بہت متشدد اور غلو کرنے والے (extremist) ہوں گے۔[1]

۵۔ گناہِ کبیرہ کے مرتکب کو دائمی جہنمی اور اس کا خون اور مال حلال قرار دیں گے۔

۶۔ جس نے اپنے عمل اور غیر صائب رائے سے قرآن کی نافرمانی کی اُسے کافر قرار دیں گے۔

۷۔ ظالم اور فاسق حکومت کے خلاف مسلح بغاوت اور خروج کو فرض قرار دیں گے۔[2]

ابتدائی تاریخ سے ہی یہ امر مترشح ہوتا ہے کہ خوارج اپنے عقائد و نظریات اور بدعات میں اِس قدر انتہاء پسند تھے کہ اکابر صحابہ کرام ﷺ کو بھی (نعوذ باللہ) کافر خیال کرتے اور ان پر کفر کے فتوے لگانے سے نہ ہچکچاتے۔ امام شہرستانی نے المِلَل و النحل میں لکھا ہے کہ زیاد بن اُمیہ نے عروہ بن ادیہ/ اذینہ نامی خارجی سے پوچھا کہ حضرت ابوبکر ﷺ اور حضرت عمر ﷺ کا کیا حال تھا؟ اُس نے کہا: اچھے تھے۔ پھر حضرت عثمان ﷺ کا حال دریافت کیا؟ اُس نے کہا: ابتدا کے چھ سال تک اُن کو میں بہت دوست رکھتا تھا، پھر جب انہوں نے نئی نئی باتیں اور بدعتیں شروع کیں تو ان سے علیحدہ ہوگیا اس لیے کہ وہ آخر میں کافر ہو گئے تھے۔ پھر حضرت علی ﷺ کا حال پوچھا تو اُس نے کہا: وہ بھی اوائل میں اچھے تھے، جب اُنہوں نے حَکَم (arbitrator) بنایا تو (نعوذ باللہ) کافر ہو گئے۔ اس لیے ان سے بھی علیحدہ ہو گیا۔ پھر حضرت معاویہ ﷺ کا حال دریافت کیا تو اُس نے اُن کو سخت گالی دی۔[3] (العیاذ باللہ۔)

امام شہرستانی نے مزید لکھا ہے کہ خوارج حضرت عثمان، حضرت طلحہ، حضرت زبیر،

(۱) أبو یعلی، المسند، ۱: ۹۰، رقم: ۹۰

(۲) ۱۔ عبد القاهر البغدادی، الفرق بین الفرق: ۷۳

۲۔ ابن تیمیه، مجموع الفتاویٰ، ۱۳: ۳۱

(۳) شهرستانی، الملل والنحل، ۱: ۱۱۸

حضرت عائشہ، حضرت عبد اللہ بن عباس ﷺ سمیت تمام اہلِ اسلام جو اُن کے ساتھ تھے سب کی تکفیر کیا کرتے تھے اور سب کو دائمی دوزخی کہتے تھے۔[۱] (نعوذ باللہ من ذالک۔)

۵۔ خوارج کی عمومی علامت فکری اِختلاف کی بنا پر مسلمانوں کا قتلِ عام کرنا ہے

حافظ ابنِ حجر عسقلانی اِس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قوله ﷺ: ’يَقْتُلُوْنَ أَهْلَ الْإِسْلَامِ‘ إلخ. وهو مما أخبر به ﷺ من المغيبات، فوقع كما قال.[۲]

آپ ﷺ کا فرمان ہے: ’وہ اہلِ اسلام کو قتل کریں گے۔‘ (خوارج کے متعلق) یہ پیشین گوئی رسول اللہ ﷺ کے اخبارِ غیب میں سے ہے، لہٰذا اُسی طرح ہوا جس طرح آپ ﷺ نے فرمایا تھا۔

علامہ شبیر احمد عثمانی نے فتح الملھم میں یہی شرح لکھنے کے بعد یہ جملے بھی درج کیے ہیں:

وقال الأُبيّ: ومن عجيب أمرهم ما يأتي أنهم حين خرجوا من الكوفة منابذين لعلي ﷺ: لقوا في طريقهم مسلمًا وكافرًا، فقتلوا المسلم.[۳]

اُبَی (بن کعب) نے کہا ہے: خوارج کا عجیب معاملہ سامنے آتا ہے جس وقت وہ

---

(۱) شهرستانی، الملل والنحل، ۱: ۱۲۱

(۲) عسقلانی، فتح الباري، ۸: ۶۹

(۳) شبير أحمد عثماني، فتح الملهم، ۵: ۱۵۱

کوفہ سے حضرت علی ؓ کی مخالفت میں نکلے تو راستے میں ان کی ملاقات ایک مسلمان اور ایک کافر سے ہوئی۔ انہوں نے کافر کو چھوڑ دیا مگر مسلمان کو مار ڈالا۔

حضور نبی اکرم ﷺ فرما رہے ہیں کہ میری اُمت کی تاریخ میں، انسانوں کو قتل کرنے والے، عورتوں کو ذبح کرنے والے، بچوں کو قتل کرنے والے، مسلموں اور غیر مسلموں کو، civilian عوام کو قتل کرنے والے، خواہ دین کا نام لیں، نماز پڑھیں، روزہ رکھیں، حکومت اسلامی کا نام لیں، کچھ بھی کہیں، مگر انسانوں کا قتل عام کریں، بے گناہوں کا خون کریں، فرمایا جب وہ لوگ نکلیں گے، اگر میں ان کا زمانہ پا لوں تو اُن کو جڑ سے ختم کر دوں گا، اور اس طرح قتل عام کے ذریعے ان کا خاتمہ کر دوں گا، جیسے اللہ تعالیٰ نے قوم ثمود کا خاتمہ کر دیا تھا۔

بخاری اور مسلم کی ایک اور حدیث پاک میں ہے۔

لَئِنْ أَنَا أَدْرَكْتُهُمْ لَأَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ عَادٍ. (1)

اگر میں اُن کا زمانہ پا لوں تو قوم عاد کی طرح ضرور بالضرور قتل کروں گا۔

افواجِ پاکستان کے جوانو! حضور نبی اکرم ﷺ کا فرمان سنو۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر اس زمانے میں میں ہوا، جب یہ انسانوں کو قتل کرنے والے دہشت گرد نکلیں گے اور اگر میں نے اُن کا زمانہ پایا تو اُن کو قتل کر کے اس طرح ختم eliminate کر دوں گا، جیسے اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کو قتل کر کے ختم کر دیا تھا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے بڑی وضاحت کے ساتھ (clearly) تاکید کر کے فرمایا کہ دہشت گروں کو قتل کرنے والوں کے لیے اجر و ثواب کی خوش خبری ہے۔

---

(۱) بخاری، الصحیح، ۳: ۱۲۱۹، رقم: ۳۱۶۶

٦۔ دہشت گرد خارجیوں کی نمایاں صفات و علامات

روایات میں اِن فتنہ پرور خارجیوں کی متعدد معروف علامات اور واضح نشانیاں بیان فرمائی گئی ہیں جن کا تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے:

۱۔ أَحْدَاثُ الْأَسْنَانِ.[۱]

وہ کم سِن لڑکے ہوں گے۔

۲۔ سُفَهَاءُ الْأَحْلَامِ.[۲]

دماغی طور پر ناپختہ (brain washed) ہوں گے۔

۳۔ كَثُّ اللِّحْيَةِ.[۳]

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، باب قتل الخوارج والملحدين بعد إقامة الحجة عليهم، ٦: ۲۵۳۹، رقم: ٦۵۳۱

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الزكاة، باب التحريض على قتل الخوارج، ۲: ۷۴٦، رقم: ۱۰٦٦

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، باب قتل الخوارج والملحدين بعد إقامة الحجة عليهم، ٦: ۲۵۳۹، رقم: ٦۵۳۱

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الزكاة، باب التحريض على قتل الخوارج، ۲: ۷۴٦، رقم: ۱۰٦٦

(۳) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب المغازي، باب بعث علي بن أبي طالب وخالد بن الوليد إلى اليمن قبل حجة الوداع، ۴: ۱۵۸۱، رقم: ۴۰۹۴

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الزكاة، باب ذكر الخوارج وصفاتهم، ۲: ۷۴۲، رقم: ۱۰٦۴

(دین کے ظاہر پر عمل میں غلو سے کام لیں گے اور) گھنی ڈاڑھی رکھیں گے۔

۴۔ مُشَمَّرُ الْإِزَارِ. [1]

بہت اونچا تہ بند باندھنے والے ہوں گے۔

۵۔ یَخْرُجُ نَاسٌ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ. [2]

یہ خارجی لوگ (حرمین شریفین سے) مشرق کی جانب سے نکلیں گے۔

٦۔ لَا یَزَالُوْنَ یَخْرُجُوْنَ حَتّٰی یَخْرُجَ آخِرُهُمْ مَعَ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ. [3]

یہ ہمیشہ نکلتے رہیں گے یہاں تک کہ ان کا آخری گروہ دجال کے ساتھ نکلے گا۔

یعنی یہ خوارج دجّال کی آمد تک تاریخ کے ہر دور میں وقتاً فوقتاً ظہور پذیر ہوتے رہیں گے۔

۷۔ لَا یُجَاوِزُ إِیْمَانُهُمْ حَنَاجِرَهُمْ. [4]

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب المغازی، باب بعث علی ابن أبی طالب و خالد بن الولید، إلی الیمن قبل حجة الوداع، ۴: ۱۵۸۱، رقم: ۴۰۹۴
۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الزکاة، باب ذکر الخوارج وصفاتهم، ۲: ۷۴۲، رقم: ۱۰۶۴

(۲) بخاری، الصحیح، کتاب التوحید، باب قراءة الفاجر والمنافق وأصواتهم وتلاوتهم لا تجاوز حناجرهم، ٦: ۲۷۴۸، رقم: ۷۱۲۳

(۳) نسائي، السنن، کتاب تحریم الدم، باب من شهر سیفه ثم وضعه في الناس، ۷: ۱۱۹، رقم: ۴۱۰۳

(۴) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب استتابة المرتدین والمعاندین وقتالهم، باب قتل الخوارج والملحدین بعد إقامة الحجة علیهم، ٦: ۲۵۳۹، رقم: ٦۵۳۱

←

ایمان ان کے حلق سے نیچے نہیں اُترے گا۔

یعنی ان کا ایمان دکھلاوا اور نعرہ ہوگا، مگر اس کے اوصاف ان کے فکر و نظریہ اور کردار میں دکھائی نہیں دیں گے۔

۸۔ يَتَعَمَّقُوْنَ وَيَتَشَدَّدُوْنَ فِي الْعِبَادَةِ. (۱)

وہ عبادت اور دین میں بہت متشدد اور انتہاء پسند ہوں گے۔

۹۔ يَحْقِرُ أَحَدُكُمْ صَلَاتَهُ مَعَ صَلَاتِهِمْ، وَصِيَامَهُ مَعَ صِيَامِهِمْ. (۲)

تم میں سے ہر ایک ان کی نمازوں کے مقابلے میں اپنی نمازوں کو حقیر جانے گا اور ان کے روزوں کے مقابلہ میں اپنے روزوں کو حقیر جانے گا۔

۱۰۔ لَا تُجَاوِزُ صَلَاتُهُمْ تَرَاقِيَهُمْ. (۳)

نماز ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گی۔

.... ۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الزكاة، باب التحريض على قتل الخوارج، ۲: ۷۴۶، رقم: ۱۰۶۶

(۱) ۱۔ أبو يعلى، المسند، ۱: ۹۰، رقم: ۹۰

۲۔ عبد الرزاق، المصنف، ۱۰: ۱۵۵، رقم: ۱۸۶۷۳

(۲) ۱۔ بخاری، الصحيح، كتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، باب من ترك قتال الخوارج للتألف وأن لا ينفر الناس عنه، ۶: ۲۵۴۰، رقم: ۶۵۳۴

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الزكاة، باب ذكر الخوارج وصفاتهم، ۲: ۷۴۴، رقم: ۱۰۶۴

(۳) مسلم، الصحيح، كتاب الزكاة، باب التحريض على قتل الخوارج، ۲: ۷۴۸، رقم: ۱۰۶۶

یعنی نماز کا کوئی اثر ان کے اخلاق و کردار پر نہیں ہوگا۔

۱۱۔ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ لَيْسَ قِرَاءَتُكُمْ إِلَى قِرَاءَتِهِمْ بِشَيءٍ.[1]

وہ قرآن مجید کی ایسے تلاوت کریں گے کہ ان کی تلاوتِ قرآن کے سامنے تمہیں اپنی تلاوت کی کوئی حیثیت دکھائی نہ دے گی۔

۱۲۔ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حُلُوْقَهُمْ.[2]

ان کی تلاوت ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گی۔

یعنی اس کا کوئی اثر ان کے دل پر نہیں ہوگا۔

۱۳۔ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ يَحْسِبُوْنَ أَنَّهُ لَهُمْ، وَهُوَ عَلَيْهِمْ.[3]

وہ یہ سمجھ کر قرآن پڑھیں گے کہ اس کے احکام ان کے حق میں ہیں لیکن درحقیقت وہ قرآن ان کے خلاف حجت ہوگا۔

۱۴۔ يَدْعُونَ إِلَى كِتَابِ اللهِ وَلَيْسُوا مِنْهُ فِي شَيْءٍ.[4]

---

(۱) مسلم، الصحيح، كتاب الزكاة، باب التحريض على قتل الخوارج، ۲: ۷۴۸، رقم: ۱۰٦٦

(۲) ۱۔ بخاری الصحيح، كتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، باب قتل الخوارج والملحدين بعد إقامة الحجة عليهم، ٦: ۲۵۴۰، رقم: ٦۵۳۲

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الزكاة، باب ذكر الخوارج وقتالهم، ۲: ۷۴۳، رقم: ۱۰٦۴

(۳) مسلم، الصحيح، كتاب الزكاة، باب التحريض على قتل الخوارج، ۲: ۷۴۸، رقم: ۱۰٦٦

(۴) أبو داود، السنن، كتاب السنة، باب في قتل الخوارج، ۴: ۲۴۳، رقم: ۴۷٦۵

وہ (بذریعہ طاقت) لوگوں کو کتاب اللہ کی طرف بلائیں گے لیکن قرآن کے ساتھ ان کا تعلق کوئی نہیں ہوگا۔

۱۵۔ يَقُوْلُوْنَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ الْبَرِيَّةِ. (۱)

وہ (بظاہر) بڑی اچھی باتیں کریں گے۔(۲)

یعنی دینی نعرے (slogans) بلند کریں گے اور اسلامی مطالبے کریں گے۔

۱۶۔ يَقُوْلُوْنَ مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ قَوْلًا. (۳)

ان کے نعرے (slogans) اور ظاہری باتیں دوسرے لوگوں سے اچھی ہوں گی اور متاثر کرنے والی ہوں گی۔

۱۷۔ يُسِيْئُوْنَ الْفِعْلَ. (۴)

مگر وہ کردار کے لحاظ سے بڑے ظالم، خونخوار اور گھناؤنے لوگ ہوں گے۔

۱۸۔ هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ وَالْخَلِيْقَةِ. (۵)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب استتابة المرتدین والمعاندین وقتالهم، باب قتل الخوارج والملحدین بعد إقامة الحجة علیهم، ۶: ۲۵۳۹، رقم: ۶۵۳۱

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الزکاة، باب التحریض علی قتل الخوارج، ۲: ۷۴۶، رقم: ۱۰۶۶

(۲) جیسے خلیفہ راشد حضرت علی ﷺ کے دور میں خوارج نے لَا حُكْمَ إِلَّا لِلّٰهِ کا پُر کشش نعرہ لگایا تھا۔

(۳) طبرانی، المعجم الأوسط، ۶: ۱۸۶، رقم: ۶۱۴۲

(۴) أبو داود، السنن، کتاب السنة، باب في قتال الخوارج، ۴: ۲۴۳، رقم: ۴۷۶۵

(۵) مسلم، الصحیح، کتاب الزکاة، باب الخوارج شر الخلق والخلیقة، ۲: ۷۵۰، رقم: ۱۰۶۷

وہ تمام مخلوق سے بدترین لوگ ہوں گے۔

۱۹۔ يَطْعَنُوْنَ عَلٰى أُمَرَائِهِمْ وَيَشْهَدُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالضَّلَالَةِ.[1]

وہ حکومتِ وقت یا حکمرانوں کے خلاف خوب طعنہ زنی کریں گے اور ان پر گمراہی و ضلالت کا فتویٰ لگائیں گے۔

۲۰۔ يَخْرُجُوْنَ عَلٰى حِيْنِ فُرْقَةٍ مِنَ النَّاسِ.[2]

وہ اس وقت منظرِ عام پر آئیں گے جب لوگوں میں تفرقہ اور اختلاف پیدا ہو جائے گا۔

۲۱۔ يَقْتُلُوْنَ أَهْلَ الإِسْلَامِ وَيَدْعُوْنَ أَهْلَ الْأَوْثَانِ.[3]

وہ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔

۲۲۔ يَسْفِكُوْنَ الدَّمَ الْحَرَامَ.[4]

---

(۱) ۱۔ ابن أبي عاصم، السنة، ۲: ۴۵۵، رقم: ۹۳۴
۲۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۶: ۲۲۸، وقال: رجاله رجال الصحيح۔

(۲) ۱۔ بخاری، الصحيح، كتاب المناقب، باب علامات النبوة في الإسلام، ۳: ۱۳۲۱، رقم: ۳۴۱۴
۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الزكاة، باب ذكر الخوارج وصفاتهم، ۲: ۷۴۴، رقم: ۱۰۶۴

(۳) ۱۔ بخاری، الصحيح، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالى: تعرج الملائكة والروح إليه، ۶: ۲۷۰۲، رقم: ۶۹۹۵
۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الزكاة، باب ذكر الخوارج وصفاتهم، ۲: ۷۴۱، رقم: ۱۰۶۴

(۴) مسلم، الصحيح، كتاب الزكاة، باب التحريض على قتل الخوارج، ۲: ۷۴۸، رقم: ۱۰۶۶

وہ ناحق خون بہائیں گے۔

یعنی مسلم اور غیر مسلم افراد کا قتل جائز سمجھیں گے۔

۲۳۔ يَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ وَيَسْفِكُوْنَ الدِّمَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ مِنَ اللهِ وَيَسْتَحِلُّوْنَ أَهْلَ الذِّمَّةِ. (من كلام عائشة رضي الله عنها)[1]

وہ راہزن ہوں گے، ناحق خون بہائیں گے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم نہیں دیا اور غیر مسلم اقلیتوں کے قتل کو حلال سمجھیں گے (یہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کا فرمان ہے)۔

۲۴۔ يُؤْمِنُونَ بِمُحْكَمِهِ وَيَهْلِكُونَ عِنْدَ مُتَشَابِهِه. (قول ابن عباس رضي الله عنهما).[2]

وہ قرآن کی محکم آیات پر ایمان لائیں گے جبکہ اس کی متشابہات کے سبب سے ہلاک ہوں گے۔ (قولِ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما)

۲۵۔ يَقُوْلُوْنَ الْحَقَّ بِأَلْسِنَتِهِمْ لَا يُجَاوِزُ حُلُوْقَهُمْ. (قول علي رضي الله عنه)[3]

وہ زبانی کلامی حق بات کہیں گے، مگر وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گی۔ (قولِ علی رضی اللہ عنہ)

۲۶۔ ينْطَلِقُوْنَ إِلٰى آيَاتٍ نَزَلَتْ فِي الْكُفَّارِ فَيَجْعَلُوْهَا عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ. (من قول ابن عمر رضي الله عنهما)[4]

---

(۱) حاکم، المستدرک، ۲: ۱۶۶، رقم: ۲۶۵۷

(۲) ۱۔ طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۳: ۱۸۱
۲۔ عسقلاني، فتح الباری، ۱۲: ۳۰۰

(۳) مسلم، الصحیح، کتاب الزکاة، باب التحریض علی قتل الخوارج، ۲: ۷۴۹، رقم: ۱۰۶۶

(۴) بخاری، الصحیح، کتاب، استتابة المرتدین والمعاندین وقتالهم، باب قتل الخوارج والملحدین بعد إقامة الحجة علیهم، ۶: ۲۵۳۹

وہ کفار کے حق میں نازل ہونے والی آیات کا اطلاق مسلمانوں پر کریں گے۔ اس طرح وہ دوسرے مسلمانوں کو گمراہ، کافر اور مشرک قرار دیں گے تاکہ ان کا ناجائز قتل کر سکیں۔ (قولِ ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے مستفاد)

۲۷۔ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ. (۱)

وہ دین سے یوں خارج ہو چکے ہوں گے جیسے تیر شکار سے خارج ہو جاتا ہے۔

۲۸۔ اَلْأَجْرُ الْعَظِيْمُ لِمَنْ قَتَلَهُمْ. (۲)

ان کے قتل کرنے والے کو اجرِ عظیم ملے گا۔

۲۹۔ خَيْرُ قَتْلَى مَنْ قَتَلُوْهُ. (۳)

وہ شخص بہترین مقتول (شہید) ہوگا جسے وہ قتل کر دیں گے۔

۳۰۔ شَرُّ قَتْلَى تَحْتَ أَدِيْمِ السَّمَاءِ. (۴)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، باب قتل الخوارج والملحدين بعد إقامة الحجة عليهم، ۶: ۲۵۳۹، رقم: ۶۵۳۱

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الزکاة، باب التحریض علی قتل الخوارج، ۲: ۷۴۶، رقم: ۱۰۶۶

(۲) مسلم، الصحیح، کتاب الزکاة، باب التحریض علی قتل الخوارج، ۲: ۷۴۸، رقم: ۱۰۶۶

(۳) ترمذی، السنن، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة آل عمران، ۵: ۲۲۶، رقم: ۳۰۰۰

(۴) ترمذی، السنن، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة آل عمران، ۵: ۲۲۶، رقم: ۳۰۰۰

وہ آسمان کے نیچے بدترین مقتول ہوں گے۔

یعنی جو دہشت گرد خوارج فوجی سپاہیوں کے ہاتھوں مارے جائیں گے تو وہ بدترین مقتول ہوں گے اور انہیں مارنے والے جوان بہترین غازی ہوں گے۔

۳۱۔ إِنَّهُمْ كِلَابُ النَّارِ.(۱)

یہ (دہشت گرد خوارج) جہنم کے کتے ہوں گے۔

۳۲۔ گناہِ کبیرہ کے مرتکب کو دائمی جہنمی اور اس کا خون اور مال حلال قرار دیں گے۔

۳۳۔ ظالم اور فاسق حکومت کے خلاف مسلح بغاوت اور خروج کو فرض قرار دیں گے۔(۲)

۳۴۔ خوارج کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ کسی مخصوص علاقے کو گھیر کر اپنی دہشت گردانہ کارروائیوں کے لیے مرکز بنا لیں گے، جیسے کہ انہوں نے خلافت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ میں حروراء کو اپنا مرکز بنا لیا تھا یعنی وہ اپنے لیے محفوظ پناہ گاہیں بنائیں گے۔

۳۵۔ خوارج کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ وہ اہلِ حق کے ساتھ مذاکرات کو ناپسند کریں گے، جس طرح انہوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی تحکیم کو مسترد کر دیا تھا۔

احادیث و آثار سے ماخوذ اِن علامات سے ثابت ہوتا ہے کہ جو مسلح گروہ یا فرقہ جمہور اُمتِ مسلمہ کو گمراہ، بدعتی اور کافر و مشرک کہے، عامۃ الناس -مسلم اور غیر مسلم- کے خون و مال کو حلال سمجھے، حق بات کا انکار کرے، مصالحانہ اور پُر امن ماحول کو تباہ و برباد کرے، وہ خارجی ہے۔ خواہ اس کا ظہور کسی بھی زمانے اور کسی بھی ملک میں ہو۔

---

(۱) ترمذی، السنن، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة آل عمران، ۵: ۲۲۶، رقم: ۳۰۰۰

(۲) ۱۔ عبد القاهر البغدادي، الفرق بين الفرق: ۷۳
۲۔ ابن تيميه، مجموع الفتاوىٰ، ۱۳: ۳۱

باب ہفتم

خوارج اور دہشت گردوں کی سرکوبی کا نہایت سخت حکمِ نبوی

۱۔ فرمانِ نبوت: فتنۂ خوارج کی مکمل سرکوبی کی جائے

گزشتہ صفحات میں جس طرح ہم نے قرآنی آیات اور احادیث نبوی سے ماخوذ خوارج کے عقائد و نظریات، علامات اور بدعات کا تذکرہ کیا ہے، اسی طرح ذیل میں اُن احادیث نبوی کا تذکرہ کیا جارہا ہے جن میں حضور نبی اکرم ﷺ نے اس فتنے کی سرکوبی کا واضح حکم فرمایا ہے۔

(۱) خوارج کا کلیتًا خاتمہ واجب ہے

احادیثِ مبارکہ میں وارِد حکم - **فَإِذَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ** اور **فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ** - کے تحت اُن کا خاتمہ واجب ہے۔ علاوہ ازیں دیگر بے شمار احادیث ایسی بھی ہیں کہ جن میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں انہیں پا لوں تو انہیں ضرور قتل کر دوں گا۔ اس باب میں چند احادیث مبارکہ درج ذیل ہیں:

۱۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

سَيَخْرُجُ قَوْمٌ فِي آخِرِ الزَّمَانِ أَحْدَاثُ الْأَسْنَانِ سُفَهَاءُ الْأَحْلَامِ يَقُوْلُوْنَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ الْبَرِيَّةِ، لَا يُجَاوِزُ إِيْمَانُهُمْ حَنَاجِرَهُمْ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، فَأَيْنَمَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ، فَإِنَّ فِي قَتْلِهِمْ أَجْرًا لِمَنْ قَتَلَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. [1]

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب استتابة المرتدین والمعاندین وقتالهم، باب قتل الخوارج والملحدین بعد إقامة الحجة علیهم، ۶: ۲۵۳۹، رقم: ۶۵۳۱

عنقریب آخری زمانے میں ایسے لوگ ظاہر ہوں گے، وہ نوعمر اور ناپختہ سمجھ لڑکے ہوں گے، وہ اسلامی تعلیمات پیش کریں گے لیکن ایمان ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ دین سے یوں خارج ہوں گے جیسے تیر شکار سے خارج ہو جاتا ہے۔ پس تم (دورانِ جنگ) جہاں بھی انہیں پاؤ قتل کر دو کیونکہ ان کو قتل کرنے والوں کو قیامت کے دن بڑا اجر ملے گا۔

امام ترمذی ''السنن (کتاب الفتن، باب فی صفة المارقة، ۴: ۴۸۱، رقم: ۲۱۸۸)'' میں اس حدیث کو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے کے بعد فرماتے ہیں: یہ روایت حضرت علی، حضرت ابو سعید اور حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے اور یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

امام ترمذی کے قائم کردہ ترجمۃ الباب سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ خوارج جیسے عقائد و نظریات رکھنے والے لوگوں اور گروہوں کا شمار بھی خوارج میں ہوگا اور ان پر بھی خوارج کا ہی حکم صادر ہوگا۔

۲۔ صحیح بخاری میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّهُ يَخْرُجُ مِنْ ضِئْضِئِ هَذَا قَوْمٌ ...... قَالَ: لَئِنْ أَدْرَكْتُهُمْ لَأَقْتُلَنَّهُمْ

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الزکاة، باب التحریض علی قتل الخوارج، ۲: ۷۴۶، رقم: ۱۰۶۶

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۸۱، ۱۱۳، ۱۳۱، رقم: ۶۱۶، ۹۱۲، ۱۰۸۶

۴۔ نسائي، السنن، کتاب تحريم الدم، باب من شهر سيفه ثم وضعه في الناس، ۷: ۱۱۹، رقم: ۴۱۰۲

۵۔ ابن ماجه، السنن، المقدمة، باب في ذكر الخوارج، ۱: ۵۹، رقم: ۱۶۸

قَتْلَ ثَمُوْدَ. (۱)

اس کی نسل سے ایسے لوگ یعنی خوارج پیدا ہوں گے۔ ...... آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر میں ان لوگوں کو پاؤں تو ضرور بالضرور اُنہیں قومِ ثمود کی طرح قتل کر دوں گا۔

۳۔ صحیح بخاری میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ مِنْ ضِئْضِئِ هٰذَا قَوْمًا يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الإِسْلَامِ مُرُوْقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ، يَقْتُلُوْنَ أَهْلَ الإِسْلَامِ وَيَدَعُوْنَ أَهْلَ الأَوْثَانِ، لَئِنْ أَدْرَكْتُهُمْ لَأَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ عَادٍ. (۲)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب المغازي، باب بعث علی بن أبي طالب وخالد بن الولید رضی اللہ عنہما إلی الیمن قبل حجة الوداع، ۴: ۱۵۸۱، رقم: ۴۰۹۴

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الزکاة، باب ذکر الخوارج وصفاتھم، ۲: ۷۴۲، ۷۴۳، رقم: ۱۰۶۴

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۴، رقم: ۱۱۰۲۱

۴۔ ابن خزیمة، الصحیح، ۴: ۷۱، رقم: ۲۳۷۳

۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۱: ۲۰۵، رقم: ۲۵

۶۔ أبو یعلی، المسند، ۲: ۳۹۰، رقم: ۱۱۶۳

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالی: تعرج الملائکة والروح إلیه، ۶: ۲۷۰۲، رقم: ۶۹۹۵

۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب الأنبیاء، باب قول اللہ: وأما عاد فأھلکوا بریح صرصر شدیدة عاتیة، ۳: ۱۲۱۹، رقم: ۳۱۶۶

۳۔ مسلم، الصحیح، کتاب الزکاة، باب ذکر الخوارج وصفاتھم، ۲: ۷۴۱، رقم: ۱۰۶۴

اس شخص کی نسل سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے کہ وہ قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، وہ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے، وہ بت پرستوں کو چھوڑ کر مسلمانوں کو قتل کریں گے۔ اگر میں انہیں پاؤں تو قوم عاد کی طرح ضرور بالضرور قتل کر دوں گا۔

حافظ ابنِ حجر عسقلانی اِس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قوله ﷺ: ''يَقْتُلُوْنَ أَهْلَ الإِسْلَامِ'' إلخ. وهو مما أخبر به ﷺ من المغيبات، فوقع كما قال. (۱)

آپ ﷺ کا فرمان ہے: ''وہ اہلِ اسلام کو قتل کریں گے۔'' (خوارج کے متعلق) یہ پیشین گوئی رسول اللہ ﷺ کے اخبارِ غیب میں سے ہے، لہٰذا اُسی طرح ہوا جس طرح آپ ﷺ نے فرمایا تھا۔

علامہ شبیر احمد عثمانی نے فتح الملھم میں یہی شرح لکھنے کے بعد یہ جملے بھی درج کیے ہیں:

وقال الأُبيّ: ومن عجيب أمرهم ما يأتي أنهم حين خرجوا من الكوفة منابذين لعلي ﷺ: لقوا في طريقهم مسلماً وكافراً، فقتلوا

۴۔ أبو داود، السنن، كتاب السنة، باب في قتال الخوارج، ۴: ۲۴۳، رقم: ۴۷۶۴

۵۔ نسائي، السنن، كتاب تحريم الدم، باب من شهر سيفه ثم وضعه في الناس، ۷: ۱۱۸، رقم: ۴۱۰۱

۶۔ نسائی، السنن، كتاب الزكاة، باب المؤلفة قلوبهم، ۵: ۸۷، رقم: ۲۵۷۸

(۱) عسقلاني، فتح الباري، ۸: ۶۹

المسلم. (۱)

اُبَی (بن کعب) نے کہا ہے: خوارج کا عجیب معاملہ سامنے آتا ہے جس وقت وہ کوفہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت میں نکلے تو راستے میں ان کی ملاقات ایک مسلمان اور ایک کافر سے ہوئی۔ انہوں نے کافر کو چھوڑ دیا مگر مسلمان کو مار ڈالا۔

۴۔ امام احمد بن حنبل، ابوداود اور ابن ماجہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

سَيَكُوْنُ فِي أُمَّتِي اخْتِلَافٌ وَفُرْقَةٌ قَوْمٌ يُحْسِنُوْنَ الْقِيْلَ وَيُسِيْئُوْنَ الْفِعْلَ ...... هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ وَالْخَلِيْقَةِ، طُوْبَى لِمَنْ قَتَلَهُمْ وَقَتَلُوْهُ، يَدْعُوْنَ إِلٰى كِتَابِ اللهِ وَلَيْسُوْا مِنْهُ فِي شَيءٍ، مَنْ قَاتَلَهُمْ كَانَ أَوْلٰى بِاللهِ مِنْهُمْ، قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ، مَا سِيْمَاهُمْ؟ قَالَ: التَّحْلِيْقُ. (۲)

عنقریب میری اُمت میں اختلاف اور تفرقہ رونما ہوگا عین اس وقت ایسے لوگ ظاہر ہوں گے جو اپنے قول اور نعرے میں اچھے ہوں گے مگر اپنے طرزِ عمل اور

(۱) شبير أحمد عثماني، فتح الملهم، ۵: ۱۵۱

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۲۲۴، رقم: ۱۳۳۶۲

۲۔ أبو داود، السنن، كتاب السنة، باب في قتال الخوارج، ۴: ۲۴۳، رقم: ۴۷۶۵

۳۔ ابن ماجه، السنن، المقدمة، باب في ذكر الخوارج، ۱: ۶۰، رقم: ۱۶۹

۴۔ حاكم، المستدرك، ۲: ۱۶۱، رقم: ۲۶۴۹

۵۔ بيهقي، السنن الكبرى، ۸: ۱۷۱

۶۔ مقدسي نے "الأحاديث المختارة (۷:۱۵، رقم: ۲۳۹۱، ۲۳۹۲)" میں اس کی اسناد کو صحیح قرار دیا ہے۔

۷۔ أبو يعلى، المسند، ۵: ۴۲۶، رقم: ۳۱۱۷

روش میں نہایت برے ہوں گے۔ ...... وہ ساری مخلوق میں بدترین لوگ ہوں گے، خوش خبری ہو اُسے جو انہیں قتل کرے گا اور اُسے بھی جسے وہ خوارج شہید کریں گے۔ وہ اللہ ﷻ کی کتاب کی طرف بلائیں گے لیکن اس کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں ہوگا؛ ان کا قاتل ان کی نسبت اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب ہوگا۔ صحابہ کرام ﷺ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ان کی نشانی کیا ہے؟ فرمایا: سر منڈانا۔

۵۔ امام احمد بن حنبل نے حضرت ابو سعید خدری ﷺ سے ایک اور حدیث بیان کی ہے جس کے رجال بھی ثقہ ہیں۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں:

أَنَّ أَبَا بَكْرٍ ﷺ جاءَ إِلٰى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، إِنِّي مَرَرْتُ بِوَادٍ كَذَا وَكَذَا، فَإِذَا رَجُلٌ مُتَخَشِّعٌ، حَسَنُ الْهَيْئَةِ، يُصَلِّي فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: اِذْهَبْ إِلَيْهِ، فَاقْتُلْهُ، قَالَ: فَذَهَبَ إِلَيْهِ أَبُوْبَكْرٍ، فَلَمَّا رَآهُ عَلٰى تِلْكَ الْحَالِ كَرِهَ أَنْ يَقْتُلَهُ، فَرَجَعَ إِلٰى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، قَالَ: فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِعُمَرَ: اِذْهَبْ فَاقْتُلْهُ فَذَهَبَ عُمَرُ فَرَآهُ عَلٰى تِلْكَ الْحَالِ الَّتِي رَآهُ أَبُوْ بَكْرٍ، قَالَ: فَكَرِهَ أَنْ يَقْتُلَهُ، قَالَ: فَرَجَعَ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، إِنِّي رَأَيْتُهُ يُصَلِّي مُتَخَشِّعًا فَكَرِهْتُ أَنْ أَقْتُلَهُ، قَالَ: يَا عَلِيُّ، اِذْهَبْ فَاقْتُلْهُ، قَالَ: فَذَهَبَ عَلِيٌّ، فَلَمْ يَرَهُ فَرَجَعَ عَلِيٌّ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، إِنَّهُ لَمْ يَرَهُ، قَالَ: فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: إِنَّ هٰذَا وَأَصْحَابَهُ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ ثُمَّ لَا يَعُوْدُوْنَ فِيْهِ حَتّٰى يَعُوْدَ السَّهْمُ فِي فُوْقِهِ فَاقْتُلُوْهُمْ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ.(۱)

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۵، رقم: ۱۱۱۳۳

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! میں فلاں فلاں وادی سے گزرا تو میں نے ایک نہایت متواضع ظاہراً خوبصورت دکھائی دینے والے شخص کو نماز پڑھتے دیکھا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: اس کے پاس جا کر اُسے قتل کر دو۔ راوی بیان کرتے ہیں: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس کی طرف گئے، اُنہوں نے جب اُسے نہایت خشوع سے نماز پڑھتے دیکھا تو اسے قتل کرنا مناسب نہ سمجھا اور حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں (اسے بغیر قتل کئے) واپس لوٹ آئے۔ راوی نے کہا: پھر حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: جاؤ اسے قتل کر دو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ گئے اور انہوں نے بھی اسے اسی حالت میں دیکھا جیسے کہ حضرت ابوبکر نے دیکھا تھا۔ انہوں نے بھی اس کے قتل کو ناپسند کیا۔ راوی نے بیان کیا کہ وہ بھی لوٹ آئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے اسے نہایت خشوع و خضوع سے نماز پڑھتے دیکھا تو (اس حالت میں) اسے قتل کرنا پسند نہ کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے علی! جاؤ اسے قتل کر دو۔ راوی نے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے، تو انہیں وہ نظر نہ آیا (کیونکہ اس دوران میں وہ شخص فارغ ہو کر جا چکا تھا)۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ واپس لوٹ آئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ کہیں دکھائی نہیں دیا۔ راوی نے بیان کیا کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یقیناً یہ اور اس کے ساتھی قرآن پڑھیں گے لیکن وہ اُن کے حلق سے نیچے نہیں اُترے گا، وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے پھر وہ اس میں پلٹ کر نہیں آئیں گے یہاں تک کہ تیر پلٹ کر کمان میں نہ آ جائے (یعنی ان کا پلٹ کر دین کی طرف لوٹنا ناممکن ہے)۔ سو تم اُنہیں (جب بھی پاؤ تو ریاستی سطح پر اُن کے

.... ۲۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ٦: ٢٢٥

٣۔ عسقلاني، فتح الباري، ١٢: ٢٢٩

خلاف کارروائی کر کے اُنہیں) قتل کر دو۔ وہ بدترین مخلوق ہیں۔

۶۔ امام ابن عبد البر روایت کرتے ہیں کہ عدی نے حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کی طرف خط لکھا کہ خوارج ہمارے سامنے آپ کو گالیاں دیتے ہیں۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے اُنہیں جواب دیا:

إن سبوني فسبوهم أو اعفوا عنهم، وإن شهروا السلاح فأشهروا عليهم، وإن ضربوا فاضربوا. [1]

اگر وہ مجھے گالیاں دیں تو تم بھی انہیں اسی طرح جواب دو یا ان سے درگزر کرو، اگر وہ مسلح جد و جہد کریں تو تم بھی ان کے خلاف مسلح جد و جہد کرو اور اگر وہ قتل و غارت گری کریں تو تم بھی (ان کے خلاف قانونی کارروائی کر کے) انہیں قتل کر دو۔

(۲) ائمہ حدیث کی اہم تصریحات

مذکورہ بالا احادیثِ مبارکہ سے بالکل صراحت کے ساتھ یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے کہ خوارج سے جہاں بھی مقابلہ ہو انہیں کلیتًا قتل کر دیا جائے۔ اس کی وضاحت ائمہ و محدثین کے اقوال سے بھی ہوتی ہے جس میں انہوں نے یہی اُصول وضوابط تصریحاً بیان کئے ہیں۔

۱۔ قاضی عیاض صحیح مسلم کی شرح 'إكمال المعلم بفوائد مسلم (۳: ۶۱۳-۶۱۴)' میں لکھتے ہیں:

أجمع العلماء على أن الخوارج وأشباههم من أهل البدع والبغي متى خرجوا وخالفوا رأي الجماعة، وشقوا عصا المسلمين،

(۱) ابن عبد البر، التمهيد، ۲۳: ۳۳۸-۳۳۹

ونصبوا راية الخلاف، أن قتالهم واجب بعد إنذارهم والإعذار إليهم، قال الله تعالى: ﴿فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ﴾.[1]

وهذا إذا كان بغيهم لأجل بدعة يكفرون بها، وإن كان بغيهم لغير ذلک لعصبية، أو طلب رئاسة دون بدعة، فلا يحكم في هؤلاء حكم الكفار بوجه، وحكمهم أهل البغي مجردًا على القول المتقدم.

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ جب خوارج اور دیگر بدعتی و باغی گروہ (حکومتِ وقت کے خلاف) خروج کریں، جماعت کی مخالفت کریں، مسلمانوں کی جمعیت کو پارہ پارہ کریں اور اختلاف کا علم بلند کریں تو انہیں ڈرانے اور نصیحت کے طریقے استعمال کرنے کے بعد (مسلمانوں پر) ان کے ساتھ جنگ واجب ہو جاتی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اس (گروہ) سے لڑو جو بغاوت کا مرتکب ہو رہا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے﴾۔

اگر ان کی یہ دہشت گردی بدعت یعنی انتہاء پسندانہ خودساختہ عقائد و نظریات کے سبب ہوئی تو اس کے سبب انہیں کافر قرار دیا جائے گا اور اگر ان کی بغاوت بدعت کے علاوہ محض عصبیت یا طلبِ حکومت کی وجہ سے ہوئی تو پھر ان پر حکمِ کفار صادر نہیں ہوگا۔ صرف پہلی صورت میں ان پر باغی اور دہشت گرد ہونے کا حکم لگایا جائے گا۔

صاف ظاہر ہے کہ دورِ حاضر کے دہشت گردوں کے انتہاء پسندانہ نظریات اور

(۱) الحجرات، ۴۹: ۹

اپنے سوا سب کو کافر و ملحد اور واجب القتل سمجھنے اور ان کی جانیں تلف کرنے کی روِش صریحاً بدعتِ مکفّرہ ہے اس لئے ان کا حکم باغیوں کا ہے۔

۲۔ امام نووی 'شرح صحیح مسلم (۷: ۱۷۰)' میں لکھتے ہیں:

قوله ﷺ: "فَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ فَإِنَّ فِي قَتْلِهِمْ أَجْرًا" هذا تصريح بوجوب قتال الخوارج والبغاة وهو إجماع العلماء، قال القاضي: أجمع العلماء على أن الخوارج وأشباههم من أهل البدع والبغي متى خرجوا على الإمام، وخالفوا رأي الجماعة وشقوا العصا، وجب قتالهم بعد إنذارهم والاعتذار إليهم.

وهذا كله ما لم يكفروا ببدعتهم، فإن كانت بدعة مما يكفرون به جرت عليهم أحكام المرتدين، وأما البغاة الذين لا يكفرون فيرثون ويورثون ودمهم في حال القتال هدر، وكذا أموالهم التي تتلف في القتال، والأصحّ أنهم لا يضمنون أيضًا ما أتلفوه على أهل العدل في حال القتال من نفس ومال.

آپ ﷺ کا فرمان ہے: 'پس جب تم انہیں پاؤ تو (ریاستی سطح پر ان کے خلاف کارروائی کرکے انہیں) قتل کر دو کیونکہ انہیں قتل کرنے پر اجر ہے۔' خوارج اور باغیوں کے قتال کے وجوب میں یہ فرمانِ رسول ﷺ تصریح ہے، اسی پر علماء کا اِجماع ہے۔ قاضی عیاض نے کہا ہے: علماء کا اس پر اجماع ہے کہ جب خوارج اور دیگر بدعتی و باغی گروہ حکومتِ وقت کے خلاف خروج کریں، جماعتِ مسلمین کی مخالفت کریں اور جمعیتِ مسلمہ کو پارہ پارہ کریں تو انہیں ڈرانے اور نصیحت کے طریقے استعمال کرنے کے بعد (مسلم حکومت پر) ان کے ساتھ جنگ واجب ہو

جاتی ہے۔

یہ سب کچھ اس وقت تک ہوگا جب تک کہ وہ اپنی بدعت کی بناء پر کفر کا ارتکاب نہیں کریں گے، اگر ان کی بدعت کفر میں بدل گئی تو اُن پر مرتدین کے احکام لاگو ہوں گے۔ البتہ وہ دہشت گرد جو کافر نہیں ہوتے ان کی وراثت تقسیم ہوگی اور وہ بھی مالِ وراثت پائیں گے اور حالتِ جنگ میں ان کے جان و مال کو کوئی تحفظ حاصل نہیں ہوگا۔ مسلم حکومت کے ہاتھوں اُن کے جان و مال کا جو نقصان ہوگا وہ اُس کا تاوان بھی طلب نہیں کر سکتے۔

۳۔ علامہ شبیر احمد عثمانی صحیح مسلم کی شرح 'فتح الملهم (۵: ۱۶۶، ۱۶۷)' میں رقم طراز ہیں:

قوله ﷺ: "فَإِنَّ فِي قَتْلِهِمْ أَجْرًا" إلخ: أي أجراً عظيماً. قال النووي: هذا تصريح بوجوب قتال الخوارج والبغاة، وهو إجماع العلماء. قال القاضي: أجمع العلماء على أن الخوارج وأشباههم من أهل البدع والبغي متى خرجوا على الإمام، وخالفوا رأي الجماعة، وشقوا العصا: وجب قتالهم بعد إنذارهم والاعتذار إليهم.

آپ ﷺ کا فرمان ہے: "یقیناً (ان کے ساتھ جنگ کر کے) انہیں قتل کرنے میں اجر ہے" یعنی بڑا اجر ہے۔ امام نوویؒ نے کہا ہے: خوارج اور باغیوں کے قتال کے وجوب میں یہ فرمانِ رسول ﷺ تصریح ہے اور اسی پر علماء کا اِجماع ہے۔ قاضی عیاضؒ نے کہا ہے: علماء کا اس پر اجماع ہے کہ جب خوارج اور دیگر بدعتی و باغی گروہ حکومتِ وقت کے خلاف خروج کریں، جماعتِ مسلمین کی مخالفت کریں اور جمعیت کو پارہ پارہ کریں تو انہیں ڈرانے اور نصیحت کے طریقے استعمال کرنے کے بعد (مسلمانوں پر) ان کے ساتھ جنگ کرنا واجب ہے۔

مذکورہ بالا احادیث و شروحات کی روشنی میں ثابت ہو جاتا ہے کہ خوارج کے خلاف ریاستی سطح پر کارروائی کر کے ان کا کُلی خاتمہ واجب ہے۔ جب بھی ان کا کوئی گروہ ظہور پذیر ہو اُسے مکمل طور پر نابود کرنا اور اُس کی جڑیں کاٹ دینا اَمن و سلامتی کا ضامن ہے۔ اُمتِ مسلمہ کی پوری تاریخ میں اہلِ حق کا یہی وطیرہ رہا ہے کہ جب بھی اس گروہ نے سر اُٹھایا اسے terminate کر دیا گیا۔

۲۔ دہشت گرد خارجی گروہوں کی ظاہری دین داری سے دھوکہ نہ کھایا جائے

خوارج تلاوتِ قرآن، نماز اور روزہ کے سخت پابند تھے، ان کی گفتگو میں دنیا کی بے ثباتی، زہد و تقویٰ کی ترغیب و تحریص، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا بہت زیادہ اہتمام اور امارت اور عہدہ قبول کرنے سے عذر و گریز ایسے اُمور ہیں کہ جن کا پایا جانا کسی بھی شخص کو ظاہراً دین دار بلکہ متقی اور مجاہد سمجھنے کے لیے کافی ہوتا ہے۔ جیسا کہ امام ابن ماجہ اور احمد بن حنبل حضرت ابو سلمہ سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت ابو سلمہ نے بیان کیا ہے:

١. **قُلْتُ لِأَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ ﷺ: هَلْ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَذْكُرُ فِي الْحَرُوْرِيَّةِ شَيْئًا؟ فَقَالَ: سَمِعْتُهُ يَذْكُرُ قَوْمًا يَتَعَبَّدُوْنَ (وفي رواية أحمد: يَتَعَمَّقُوْنَ فِي الدِّيْنِ) يَحْقِرُ أَحَدُكُمْ صَلَاتَهُ مَعَ صَلَاتِهِمْ وَصَوْمَهُ مَعَ صَوْمِهِمْ.**[1]

میں نے حضرت ابو سعید خدری ﷺ سے دریافت کیا: کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ

---

(١) ١۔ أحمد بن حنبل، المسند، ٣: ٣٣، رقم: ١١٣٠٩
٢۔ ابن ماجه، السنن، المقدمة، باب في ذكر الخوارج، ١: ٦٠، رقم: ١٦٩
٣۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ٧: ٥٥٧، رقم: ٣٧٩٠٩

سے حروریہ (یعنی خوارج) کے متعلق کوئی حدیث سنی ہے؟ اُنہوں نے فرمایا: (ہاں) آپ ﷺ نے ایک گروہ کا ذکر فرمایا جو خوب عبادت کرے گا، (امام احمد کی ایک روایت میں ہے کہ وہ دین میں انتہائی پختہ نظر آئیں گے) (یہاں تک کہ) تم اپنی نمازوں اور روزوں کو ان کی نمازوں اور روزوں کے مقابلہ میں کمتر سمجھو گے۔

یہی سبب ہے کہ خود کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان کے معاملے میں شبہ وارد ہوتا تھا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جیسے شخص کہتے ہیں کہ ایسے زاہد و عابد لوگ میں نے کبھی نہیں دیکھے۔ جیسا کہ امام حاکم اور نسائی کی بیان کردہ درج ذیل روایت میں بیان ہوا ہے:

۲۔ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما: فَأَتَيْتُهُمْ، وَهُمْ مُجْتَمِعُوْنَ فِي دَارِهِمْ، قَائِلُوْنَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِمْ فَقَالُوْا: مَرْحَبًا بِکَ، يَا ابْنَ عَبَّاسٍ، .... قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما: وَأَتَيْتُ قَوْمًا، لَمْ أَرْ قَوْمًا قَطُّ أَشَدَّ اجْتِهَادًا، مِنْهُمْ مُسْهِمَةٌ وُجُوْهُهُمْ مِنَ السَّهَرِ، کَأَنَّ أَيْدِيَهِمْ وَرُکَبَهُمْ تُثَنَّى عَلَيْهِمْ.(۱)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں (حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے) ان کے پاس ایک گھر میں گیا جہاں وہ سب جمع تھے۔ میں نے ان پر سلام کیا۔ انہوں نے اس کے جواب میں کہا: مرحبا! اے ابنِ عباس (یعنی صحابی رسول کو جواباً وعلیکم السلام بھی نہ کہا)۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

---

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۲: ۱۶۴، رقم: ۲۶۵۶

۲۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۵: ۱۶۵، رقم: ۸۵۷۵

۳۔ عبد الرزاق، المصنف، ۱۰: ۱۵۸

۴۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۰: ۲۵۷، رقم: ۱۰۵۹۸

۵۔ بیہقی، السنن الکبری، ۸: ۱۷۹

میں نے ان لوگوں سے زیادہ عبادت میں مجاہدہ کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا تھا۔ ان کے چہرے زیادہ جاگنے کی وجہ سے سوکھ گئے تھے اور ہاتھ پاؤں ٹیڑھے معلوم ہوتے تھے۔

۳۔ خوارج کی کثرتِ عبادت و ریاضت کا حال حضرت جندب ﷺ اس طرح بیان فرماتے ہیں:

لَمَّا فَارَقَتِ الْخَوَارِجُ عَلِيًّا، خَرَجَ فِي طَلَبِهِمْ، وَخَرَجْنَا مَعَهُ، فَانْتَهَيْنَا إِلٰى عَسْكَرِ الْقَوْمِ، فَإِذَا لَهُمْ دَوِيٌّ كَدَوِيِّ النَّحْلِ مِنْ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ، وَفِيْهِمْ أَصْحَابُ الثَّفِنَاتِ، وَأَصْحَابُ الْبَرَانِسِ، فَلَمَّا رَأَيْتُهُمْ دَخَلَنِي مِنْ ذَالِکَ شَکٌّ، فَتَنَحَّيْتُ فَرَكَزْتُ رُمْحِي، وَنَزَلْتُ عَنْ فَرَسِي، وَوَضَعْتُ تُرْسِي، فَنَثَرْتُ عَلَيْهِ دِرْعِي، وَأَخَذْتُ بِمِقْوَدِ فَرَسِي، فَقُمْتُ أُصَلِّي إِلٰى رُمْحِي، وَأَنَا أَقُوْلُ فِي صَلَاتِي: اَللّٰهُمَّ إِنْ كَانَ قِتَالُ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ لَکَ طَاعَةً فَائْذَنِ فِيْهِ، وَإِنْ كَانَ مَعْصِيَةً فَأَرِنِی بَرَاءَتَکَ.(۱)

جب خوارج علیحدہ ہو گئے، حضرت علی ﷺ ان کے تعاقب میں نکلے تو ہم بھی ساتھ تھے۔ جب ہم خوارج کے لشکر کے قریب پہنچے تو قرآن مجید پڑھنے کا ایک شور سنائی دیا۔ ان خوارج کی یہ حالت تھی کہ تہبند بندھے ہوئے، ٹوپیاں اوڑھے ہوئے کمال درجہ کے زاہد و عابد نظر آتے تھے۔ ان کا یہ حال دیکھ کر ان سے قتال مجھ پر نہایت شاق ہوا۔ میں نے ایک طرف نیزہ گاڑ کر ٹوپی اور زرہ اس پر لگا دی

---

(۱) ۱۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۴: ۲۲۷، رقم: ۴۰۵۱
۲۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۴: ۲۲۷
۳۔ عسقلاني، فتح الباري، ۱۲: ۲۹۶
۴۔ شوکانی، نيل الأوطار، ۷: ۳۴۹

اور گھوڑے سے اُتر کر نیزہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا شروع کی اور اس میں یہ دعا کی: 'الٰہی! اگر اس گروہ کا قتل کرنا تیری طاعت ہے تو مجھے اجازت مل جائے اور اگر معصیت ہے تو مجھے اس رائے پر آگاہی نصیب ہو جائے۔'

حضرت جندب رضی اللہ عنہ پر خوارج کے ظاہری زہد و عبادت اور تدین کا اتنا اثر تھا کہ ان کے ساتھ جنگ کرنے میں بھی متردد تھے۔ انہوں نے بالآخر اسی لمحہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث مبارکہ اور پیشین گوئیاں سنیں جو درست ثابت ہوئیں۔ اس سے ان کو شرحِ صدر نصیب ہوگیا کہ یہ ہلاک کیے جانے کے ہی مستحق ہیں۔

دورِ حاضر کے خوارج ظاہری لحاظ سے بڑے متقی و پرہیزگار نظر آتے ہیں، مگر اپنی باطنی کیفیت، دین دشمن کارروائیوں اور ناحق قتل و غارت گری و دہشت گردی کے پیشِ نظر احادیث میں انہیں سب سے بڑا فتنہ اور بدترین مخلوق قرار دیا گیا ہے۔ وہ بے شک قرآن مجید کی آیات پڑھتے ہیں مگر کافروں کے بارے میں وارِد ہونے والی آیات کا اطلاق مسلمانوں پر کرتے ہیں۔ اپنی نام نہاد فکر کی بناء پر مسلمانوں کو کافر بنا کر ان کے قتل کا جواز بناتے ہیں۔

۳۔ خوارج شرارِ خلق ہیں

خوارج کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع میں صحابہ و تابعین نے تمام مخلوق میں بدترین طبقہ قرار دیا ہے۔ اِس سلسلے میں بعض روایات درج ذیل ہیں:

أخرج البخاري في صحيحه في ترجمة الباب: قَوْلُ اللهِ تَعَالٰی: ﴿وَمَا كَانَ اللهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ اِذْ هَدٰهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ﴾[1] وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رضي الله عنهما يَرَاهُمْ شِرَارَ خَلْقِ اللهِ، وَقَالَ: إِنَّهُمُ انْطَلَقُوْا إِلٰی

---

(۱) التوبة، ۹: ۱۱۵

آيَاتٍ نَزَلَتْ فِي الْكُفَّارِ فَجَعَلُوهَا عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ.

وقال العسقلاني في الفتح: وصله الطبري في مسند علي من تهذيب الآثار من طريق بكير بن عبد الله بن الأشج: أَنَّهُ سَأَلَ نَافِعًا كَيْفَ كَانَ رَأَى ابْنُ عُمَرَ فِي الْحَرُوْرِيَّةِ؟ قَالَ: كَانَ يَرَاهُمْ شِرَارَ خَلْقِ اللهِ، انْطَلَقُوْا إِلٰى آيَاتِ الْكُفَّارِ فَجَعَلُوْهَا فِي الْمُؤْمِنِيْنَ.

قلت: وسنده صحيح، وقد ثبت في الحديث الصحيح المرفوع عند مسلم من حديث أبي ذر رضی اللہ عنہ في وصف الخوارج: هُمْ شِرَارُ الْخَلْقِ وَالْخَلِيْقَةِ. وعند أحمد بسند جيد عن أنس رضی اللہ عنہ مرفوعًا مثله.

وعند البزار من طريق الشعبي عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: ذَكَرَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ الْخَوَارِجَ فَقَالَ: هُمْ شِرَارُ أُمَّتِي يَقْتُلُهُمْ خِيَارُ أُمَّتِي. وسنده حسن.

وعند الطبراني من هذا الوجه مرفوعا: هُمْ شِرَارُ الْخَلْقِ وَالْخَلِيْقَةِ يَقْتُلُهُمْ خَيْرُ الْخَلْقِ وَالْخَلِيْقَةِ. وفي حديث أبي سعيد رضی اللہ عنہ عند أحمد: هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ.

وفي رواية عبيد الله بن أبي رافع عن علي رضی اللہ عنہ عند مسلم: مِنْ أَبْغَضِ خَلْقِ اللهِ إِلَيْهِ.

وفي حديث عبد الله بن خباب رضی اللہ عنہ يعني عن أبيه عند الطبراني: شَرُّ قَتْلَى أَظَلَّتْهُمُ السَّمَاءُ وَأَقَلَّتْهُمُ الْأَرْضُ. وفي حديث أبي أمامة رضی اللہ عنہ نحوه.

وعند أحمد وابن أبي شيبة من حديث أبي برزة مرفوعًا في ذكر

الخوارج: شَرُّ الْخَلْقِ وَالْخَلِيْقَةِ يَقُولُهَا ثَلاثًا.

وعند ابن أبي شيبة من طريق عمير بن إسحاق عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ﷺ: هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ. وهذا مما يؤيد قول من قال بكفرهم.(١)

امام بخاری نے اپنی صحیح میں باب کے عنوان کے طور پر یہ حدیث روایت کی ہے: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿اور اللہ کی شان نہیں کہ وہ کسی قوم کو گمراہ کر دے۔ اس کے بعد کہ اس نے انہیں ہدایت سے نواز دیا ہو، یہاں تک کہ وہ ان کے لئے وہ چیزیں واضح فرمادے جن سے انہیں پرہیز کرنا چاہئے۔﴾ حضرت عبد اللہ بن عمر ﷺ ان (خوارج) کو اللہ تعالیٰ کی بدترین مخلوق سمجھتے تھے (کیونکہ) انہوں نے اللہ

---

(١) ١۔ بخاری، الصحيح، كتاب، استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، باب قتل الخوارج والملحدين بعد إقامة الحجة عليهم، ٦: ٢٥٣٩

٢۔ مسلم، الصحيح، كتاب الزكاة، باب الخوارج شر الخلق والخليقة، ٢: ٧٥٠، رقم: ١٠٦٧

٣۔ أحمد بن حنبل، المسند، ٣: ١٥، ٢٢٤، رقم: ١١١٣٣

٤۔ أبو داود، السنن، كتاب السنة، باب في قتال الخوارج، ٤: ٢٤٣، رقم: ٤٧٦٥

٥۔ نسائي، السنن، كتاب تحريم الدم، باب من شهر سيفه ثم وضعه في الناس، ٧: ١١٩، ١٢٠، رقم: ٤١٠٣

٦۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ٧: ٥٥٧، ٥٥٩، رقم: ٣٧٩٠٥

٧۔ بزار، المسند، ٩: ٢٩٤، ٣٠٥، رقم: ٣٨٤٦

٨۔ طبراني، المعجم الأوسط، ٦: ١٨٦، رقم: ٦١٤٢

٩۔ طبراني، المعجم الأوسط، ٧: ٣٣٥، الرقم: ٧٦٦٠

١٠۔ طبرانی، المعجم الصغير، ١: ٤٢، رقم: ٣٣

١١۔ عسقلاني، فتح الباری، ١٢: ٢٨٦، رقم: ٦٥٣٢

تعالیٰ کی ان آیات کو لیا جو کفار کے حق میں نازل ہوئی تھیں اور ان کا اطلاق مومنین پر کرنا شروع کر دیا تا کہ اہلِ ایمان کو کافر و مشرک قرار دے سکیں۔

امام عسقلانی فتح الباری میں بیان کرتے ہیں کہ امام طبری نے اس حدیث کو تہذیب الآثار میں بکیر بن عبد اللہ بن اَشج کے طریق سے مسند علی رضی اللہ عنہ میں شامل کیا ہے کہ انہوں نے حضرت نافع سے پوچھا: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حروریہ (خوارج) کے بارے میں کیا رائے تھی؟ اُنہوں نے فرمایا: وہ اِنہیں اللہ تعالیٰ کی بدترین مخلوق خیال کیا کرتے تھے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی ان آیات کو لیا جو کفار کے حق میں نازل ہوئی تھیں اور ان کا اطلاق مومنین پر کیا۔

مزید برآں امام عسقلانی فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں: اس حدیث کی سند صحیح ہے اور اس سندِ حدیث کا صحیح اور مرفوع ہونا امام مسلم کے ہاں حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کی خوارج کے وصف والی حدیث سے بھی ثابت ہے اور وہ حدیث یہ ہے: 'وہ تمام مخلوق میں سے بدترین لوگ ہیں۔' امام احمد بن حنبل کے ہاں بھی اسی کی مثل حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی مرفوع حدیث ثابت ہے۔

امام بزار، شعبی سے اور وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ اُنہوں نے فرمایا: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خوارج کا ذکر کیا اور فرمایا: 'وہ میری اُمت کے بد ترین لوگ ہیں اور اُنہیں میری اُمت کے بہترین لوگ قتل کریں گے۔' اس حدیث کی سند حسن ہے۔

امام طبرانی کے ہاں اسی طریق سے مرفوع حدیث میں مروی ہے کہ 'خوارج تمام مخلوق میں سے بد ترین ہیں اور ان کو (اُس دور کے) بہترین لوگ قتل کریں گے۔'

امام احمد بن حنبل کے ہاں حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ والی حدیث میں ہے کہ 'خوارج

مخلوق میں سب سے بدترین لوگ ہیں۔'

مام مسلم نے حضرت عبیداللہ بن ابی رافع کی روایت میں بیان کیا ہے جو انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ 'یہ (خوارج) اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے اس کے نزدیک سب سے بدترین لوگ ہیں۔'

امام طبرانی کے ہاں حضرت عبد اللہ بن خباب والی حدیث میں ہے جو کہ وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ 'یہ (خوارج) بدترین مقتول ہیں جن پر آسمان نے سایہ کیا اور زمین نے اُن کو اُٹھایا' ابو امامہ والی حدیث میں بھی یہی الفاظ ہیں۔

امام احمد بن حنبل اور ابن ابی شیبہ ابو برزہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو مرفوعاً خوارج کے ذکر میں بیان کرتے ہیں کہ 'خوارج، مخلوق میں سے بدترین لوگ ہیں' ایسا تین بار فرمایا۔

اور ابن ابی شیبہ، عمر بن اسحاق کے طریق سے اور وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ 'خوارج بدترین مخلوق ہیں' اور یہ وہ چیز ہے جو اس شخص کے قول کی تائید کرتی ہے جو ان کو کافر قرار دیتا ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ مَا أَتَخَوَّفُ عَلَيْكُمْ رَجُلٌ قَرَأَ الْقُرْآنَ حَتّٰى إِذَا رُئِيَتْ بَهْجَتُهُ عَلَيْهِ وَكَانَ رِدْءًا لِلْإِسْلَامِ غَيْرَهُ إِلٰى مَا شَاءَ اللهُ فَانْسَلَخَ مِنْهُ وَنَبَذَهُ وَرَاءَ ظَهْرِهِ وَسَعٰى عَلٰى جَارِهِ بِالسَّيْفِ وَرَمَاهُ بِالشِّرْكِ قَالَ: قُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللهِ، أَيُّهُمَا أَوْلَى بِالشِّرْكِ الْمَرْمِيُّ أَمِ الرَّامِي؟ قَالَ: بَلِ الرَّامِي. (۱)

(۱) ۱۔ ابن حبان، الصحیح، ۱: ۲۸۲، رقم: ۸۱

۲۔ بزار، المسند، ۷: ۲۲۰، رقم: ۲۷۹۳

بے شک مجھے جس چیز کا تم پر خدشہ ہے وہ یہ کہ ایک ایسا آدمی ہوگا (یعنی کچھ لوگ ایسے ہوں گے) جس نے قرآن پڑھا یہاں تک کہ اس پر قرآن کا جمال آ گیا۔ سو جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا وہ اسلام کی خاطر دوسروں کی پشت پناہی بھی کرتا رہا۔ بالآخر وہ قرآن سے دور ہوگیا اور اس کو اپنی پشت پیچھے پھینک دیا، اپنے پڑوسی پر تلوار لے کر چڑھ دوڑا، اس پر شرک کا الزام لگایا (اور اس بنا پر اس کے قتل کے درپے ہوگیا)۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! ان دونوں میں سے کون زیادہ شرک کے قریب ہوگا، شرک کا الزام لگانے والا یا جس پر شرک کا الزام لگایا گیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: شرک کا الزام لگانے والا (خود شرک کے قریب ہوگا)۔

نہایت اَہم نکتہ

۱۔ صفوان بن محرز نے حضرت جندب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ ایک گروہ کے پاس سے گزرے جو (بڑی خوش الحانی سے) قرآن حکیم پڑھ رہا تھا، حضرت جندب رضی اللہ عنہ نے ان کے بارے میں فرمایا:

لَا يَغُرَنَّکَ هٰـؤُلَاءِ إِنَّهُمْ يَقْرَأُوْنَ الْقُرْآنَ الْيَوْمَ، وَيَتَجَالَدُوْنَ بِالسُّيُوْفِ غَدًا. (۱)

.... ۳۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۴: ۳۰۱، رقم: ۲۹۰۷

۴۔ طبراني، المعجم الکبیر، ۲۰: ۸۸، رقم: ۱۶۹ (عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ)

(۱) ۱۔ طبراني، المعجم الکبیر، ۲: ۱۶۷، رقم: ۱۶۸۵

۲۔ دیلمي، مسند الفردوس، ۴: ۱۳۴، رقم: ۶۴۱۹

۳۔ منذری، الترغیب والترھیب، ۳: ۱۶۶، رقم: ۳۵۱۳

۴۔ ھیثمي، مجمع الزوائد، ۶: ۲۳۱

تمہیں ان کا (اتنے خوب صورت انداز میں) قرآن پڑھنا دھوکے میں نہ ڈالے۔ یہ لوگ آج قرآن پڑھ رہے ہیں اور کل یہی لوگ اسلحہ لے کر (مسلمانوں کے خلاف) برسرِ پیکار ہوں گے۔

۲۔ حضرت حرب بن اسماعیل الکرمانی سے مروی ہے کہ امام احمد بن حنبل نے فرمایا:

اَلْخَوَارِجُ قَوْمُ سُوْءٍ، لَا أَعْلَمُ فِي الْأَرْضِ قَوْمًا شَرًّا مِنْهُمْ، وَقَالَ: صَحَّ الْحَدِيْثُ فِيْهِمْ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، وَمِنْ عَشَرَةِ وُجُوْهٍ.(۱)

خوارج بہت ہی برا گروہ ہے، روئے زمین پر اس سے بری قوم میرے علم میں نہیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ ان کے بارے میں حضور نبی اکرم ﷺ کی حدیث صحیح ہے اور دس طرق سے اس کی سند صحیح طور پر ثابت ہے۔

۳۔ حضرت یوسف بن موسیٰ سے مروی ہے کہ امام احمد بن حنبل سے عرض کیا گیا: کیا خوارج کافر ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: یہ دین سے خارج ہو جانے والے لوگ ہیں۔ آپ سے پھر عرض کیا گیا: کیا یہ کافر ہیں؟ اُنہوں نے پھر وہی جواب دیا کہ وہ دین سے نکل جانے والے لوگ ہیں۔(۲)

---

(۱) أبو بکر الخلال نے اسے "السنة (باب الإنکار علی من خرج علی السلطان، ص: ۱۴۵، رقم: ۱۱۰)" میں اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(۲) أبو بکر الخلال نے اسے "السنة (باب الإنکار علی من خرج علی السلطان، ص: ۱۴۵، رقم: ۱۱۱)" میں اسناد حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔

۴۔ خارجی دہشت گردوں کے خاتمہ کے لیے فوجی آپریشنز اَجر وثواب کا باعث ہیں

اَفواجِ پاکستان نے دہشت گردی کے خاتمہ کے لیے ضربِ عضب کے نام سے جو آپریشن شروع کیا ہے یہ ضربِ عضب پورے پاکستان میں ایمانداری سے آنکھ مچولی کے بغیر ہونا چاہیے اور کسی کی رعایت کے بغیر برابری کی بنیاد پر ہونا چاہئے۔ اِس طرح دہشت گردوں کے قتل پر اجر ملے گا۔

۱۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

يَخْرُجُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَومٌ أَحْدَاثُ الْأَسْنَانِ، سُفَهَاءُ الْأَحْلَامِ، يَقُوْلُوْنَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ النَّاسِ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، مَنْ لَقِيَهُمْ فَلْيَقْتُلْهُمْ، فَإِنَّ قَتْلَهُمْ أَجْرٌ عِنْدَ اللهِ.[۱]

آخری زمانے میں ایسے لوگ (ظاہر ہوں گے یا) نکلیں گے جو کم عمر (نوجوان)،

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، كتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، باب قتل الخوارج والملحدين بعد إقامة الحجة عليهم، ۶: ۲۵۳۹، رقم: ۶۵۳۱

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الزكاة، باب التحريض على قتل الخوارج، ۲:۷۴۶، رقم: ۱۰۶۶

۳۔ ترمذی، السنن، كتاب الفتن، باب في صفة المارقة، ۴: ۴۸۱، رقم: ۲۱۸۸

امام ترمذی نے السنن میں اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد فرمایا: یہ روایت حضرت علی، حضرت ابو سعید اور حضرت ابو ذر ﷺ سے بھی مروی ہے اور یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

ناپختہ ذہن اور عقل سے کورے ہوں گے۔ وہ بظاہر لوگوں سے اچھی بات کریں گے مگر دین سے یوں خارج ہوں گے جیسے تیر شکار سے خارج ہو جاتا ہے۔ لہٰذا دورانِ جنگ جہاں بھی ان سے سامنا ہو اُنہیں قتل کیا جائے کیونکہ ان کو قتل کرنا اللہ تعالیٰ کے ہاں اَجر وثواب کا باعث ہوگا۔

۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

فَأَيْنَمَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ، فَإِنَّ قَتْلَهُمْ أَجْرٌ، لِمَنْ قَتَلَهُمْ، يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (۱)

تم اُنہیں جہاں کہیں پاؤ تو قتل کر دو کیونکہ ان کے قاتلوں کو بروزِ قیامت بے حد و حساب اَجر ملے گا۔

اِس حدیث مبارکہ میں آپ ﷺ نے واضح فرما دیا: ایسے لوگ جو دین کے نام پر، مذہب کے نام پر انسانوں کو قتل کریں گے، ان کی نشانی یہ ہے کہ وہ قرآن پڑھیں گے، نمازیں پڑھیں گے، روزے رکھیں گے، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: اُن کے روزے تمہارے روزوں سے ممکن ہے زیادہ ہوں، نمازیں تمہاری نمازوں سے زیادہ ہوں، ان کی داڑھیاں بھی ہونگی، الغرض وہ دینی عمل کریں گے، دین کی باتیں کریں گے، مگر قتل عام کریں گے، آپ ﷺ نے فرمایا جہاں بھی ملیں، پکڑ کر ان کو قتل کر دو، ختم کر دو، اور ان کو قتل کرنے کا اجر تمہیں اندازہ نہیں کہ کتنا ہے، قیامت کے دن معلوم ہوگا، اللہ تعالیٰ تمہیں بے حد و حساب

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، كتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، باب قتل الخوارج والملحدين بعد إقامة الحجة عليهم، ۶: ۲۵۳۹، رقم: ۶۵۳۱

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الزكاة، باب التحريض على قتل الخوارج، ۲: ۷۴۶، رقم: ۱۰۶۶

اَجر دے گا۔

اور پھر حضور نبی اکرم ﷺ جو پوری کائنات کے لیے رحمت العالمین ہیں، جو جانور کے لیے بھی رحمت ہیں، ان کو بھی اذیت نہیں دینا چاہتے، وہ خود ان دہشت گردوں کو قوم ثمود اور عاد کی طرح قتل کرنا چاہتے ہیں۔ صحیح بخاری میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث پاک میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کی نسل سے ایسے لوگ یعنی خوارج پیدا ہوں گے ...... پھر (خوارج کی تمام علامات بیان کرنے کے بعد) حدیث کے آخر میں آپ ﷺ نے یہ فرمایا:

لَئِنْ أَدْرَكْتُهُمْ لَأَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ ثَمُوْدَ. (۱)

اگر میں ان لوگوں کو پاؤں تو ضرور بالضرور اُنہیں قومِ ثمود کی طرح قتل کر دوں گا۔

۴۔ صحیح بخاری میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ مِنْ ضِئْضِئِ هٰذَا قَوْمًا يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الإِسْلَامِ مُرُوْقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ، يَقْتُلُوْنَ أَهْلَ الإِسْلَامِ

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب المغازي، باب بعث علی بن أبي طالب وخالد بن الولید إلی الیمن قبل حجة الوداع، ۴: ۱۵۸۱، رقم: ۴۰۹۴
۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الزکاة، باب ذکر الخوارج وصفاتهم، ۲: ۷۴۲، ۷۴۳، رقم: ۱۰۶۴
۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۴، رقم: ۱۱۰۲۱
۴۔ ابن خزیمة، الصحیح، ۴: ۷۱، رقم: ۲۳۷۳
۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۱: ۲۰۵، رقم: ۲۵
۶۔ أبویعلی، المسند، ۲: ۳۹۰، رقم: ۱۱۶۳

وَيَدَعُوْنَ أَهْلَ الْأَوْثَانِ، لَئِنْ أَدْرَكْتُهُمْ لَأَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ عَادٍ.[1]

اس شخص کی نسل سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے کہ وہ قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن اُن کے حلق سے نیچے نہیں اُترے گا، وہ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے، وہ بت پرستوں کو چھوڑ کر مسلمانوں کو قتل کریں گے۔ اگر میں اُنہیں پاؤں تو قوم عاد کی طرح ضرور بالضرور قتل کر دوں گا۔

احادیثِ مبارکہ میں جا بجا خوارج کا قلع قمع کرنے کے لیے قومِ عاد اور قومِ ثمود کی مثال دی گئی ہے اور حکم دیا گیا ہے کہ ان کا ایسے خاتمہ کیا جائے جس طرح قومِ عاد اور قومِ ثمود کا خاتمہ کیا گیا تھا یعنی ان کا وجود تک مٹا دیا جائے اور ان کی جڑیں بھی ختم کر دی جائیں۔ تاکہ ان کے دوبارہ اُبھرنے اور منظّم ہونے کے امکانات ممکنہ حد تک معدوم ہو جائیں لیکن اس کے لیے پہلے ان تک حق بات پہنچا کر اتمامِ حجت ضروری ہے تاکہ وہ بغیر قتال کے ہی تائب ہو کر راہِ راست پر آ جائیں۔

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ: تعرج الملائکۃ والروح إلیه، ۶: ۲۷۰۲، رقم: ۶۹۹۵

۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب الأنبیاء، باب قول اللہ: وأما عاد فأھلکوا بریح صرصر شدیدة عاتیة، ۳: ۱۲۱۹، رقم: ۳۱۶۶

۳۔ مسلم، الصحیح، کتاب الزکاة، باب ذکر الخوارج وصفاتھم، ۲: ۷۴۱، رقم: ۱۰۶۴

۴۔ أبوداود، السنن، کتاب السنة، باب في قتال الخوارج، ۴: ۲۴۳، رقم: ۴۷۶۴

۵۔ نسائي، السنن، کتاب تحریم الدم، باب من شھر سیفه ثم وضعه في الناس، ۷: ۱۱۸، رقم: ۴۱۰۱

۶۔ نسائی، السنن، کتاب الزکاة، باب المؤلفة قلوبھم، ۵: ۸۷، رقم: ۲۵۷۸

حضور نبی اکرم ﷺ نے مسلم ریاست کے لیے خوارج کو قومِ عاد وثمود کی طرح قتل کرنے کا تاکیدی حکم فرمایا ہے کیوں کہ یہ بھی اپنی سرکشی و بغاوت میں اُنہی قوموں کی طرح حد سے گزرے ہوئے ہیں۔

آپ ﷺ نے یہ اس لیے فرمایا کہ اگر کچھ دہشت گردوں کو مار دیا جائے اور کچھ کو چھوڑ دیا جائے یا ان سے مذاکرات کر لیے جائیں تو یوں ان کے بچے ہوئے سرغنوں کو مہلت مل جائے گی اور وہ کچھ عرصہ بعد فتنہ پروری کے لیے دوبارہ منظّم ہو جائیں گے۔ کیونکہ آپ ﷺ کا فرمانِ اقدس ہے جسے امام احمد بن حنبل، امام نسائی، امام حاکم اور دیگر اجل ائمہ نے بیان کیا ہے:

لَا يَزَالُوْنَ يَخْرُجُوْنَ حَتّٰى يَخْرُجَ آخِرُهُمْ مَعَ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ.(۱)

خوارج کے یہ گروہ بغیر انقطاع کے ہمیشہ پیدا ہوتے رہیں گے یہاں تک کہ ان کا آخری گروہ دجال کے ساتھ نکلے گا۔

اِس حدیث مبارکہ میں حضور نبی اکرم ﷺ نے خوارج کی نفسیات اور حکمتِ عملی کے پیشِ نظر یہ حکم صادر فرمایا ہے کہ شروع میں اِتمامِ حجت ہو جانے کے بعد جب اُن کے خاتمہ کے لیے بذریعہ آپریشن ریاستی اقدامات کیے جائیں تو ممکن ہے کہ وہ اپنی شکست اور کلی خاتمہ کا خدشہ محسوس کرتے ہوئے مذاکرات پر آمادہ ہوں۔ یہ ان کی چال اور مکر وفریب ہوگا، اپنی بچی کھچی طاقت محفوظ کرنے کا طریقہ ہوگا۔ مہلت چاہنے کے لیے ایک دھوکہ ہوگا۔ اگر انہیں کلیتاً ختم کر کے دم نہ لیا گیا اور خاتمہ کا اقدام اُدھورا چھوڑ دیا گیا تو پھر وہ زیرزمین چلے

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۴۲۱، رقم: ۱۹۷۹۸

۲۔ نسائي، السنن، کتاب تحريم الدم، باب من شهر سيفه ثم وضعه في الناس، ۷: ۱۱۹، رقم: ۴۱۰۳

۳۔ حاکم، المستدرک علی الصحيحين، ۲: ۱۶۰، رقم: ۲۶۴۷

جائیں گے۔ مہلت اور دیے گئے وقت کو تنظیم نو اور نئے منصوبہ کے لیے استعمال کریں گے۔ اس طرح ایک عرصہ خاموشی سے گزارنے کے بعد تازہ دم ہو کر دوبارہ دہشت گردی کی کارروائیاں شروع کر دیں گے۔ بنابریں حضور نبی اکرم ﷺ نے سنتِ الٰہیہ کے پیشِ نظر قومِ عاد اور قومِ ثمود کی طرح ان کے مکمل خاتمے کا حکم دیا ہے تاکہ وہ دوبارہ منظّم (Reorganize) ہو کر اور اپنی طاقت سمیٹ کر پھر فتنہ و فساد شروع نہ کر سکیں۔ اس کی نشان دہی فرمانِ رسول ﷺ نے کر دی ہے جو کبھی غلط نہیں ہو سکتا۔

۵۔ خارجی دہشت گردوں کے خلاف جنگ کرنے والے فوجیوں کے لیے اَجرِ عظیم کی بشارت

خوارج سے جنگ پر بحث کرتے ہوئے حافظ ابن حجر عسقلانی مزید لکھتے ہیں:

في رواية زيد بن وهب: ”لو يعلم الجيش الذين يصيبونهم ما قضى لهم على لسان نبيهم لنكلوا عن العمل“. وأخرج أحمد نحو هذا الحديث عن عليّ وزاد في آخره: ’قتالهم حق على كل مسلم‘. وقوله ﷺ: ”صلاتكم مع صلاتهم“. زاد في رواية الزهري عن أبي سلمة كما في الباب بعده ”وصيامكم مع صيامهم“. وفي رواية عاصم بن شميخ عن أبي سعيد: ”تحقرون أعمالكم مع أعمالهم“، ووصف عاصم أصحاب نجدة الحروري بأنهم ’يصومون النهار ويقومون الليل ويأخذون الصدقات على السنة‘ أخرجه الطبرى.

ومثله عنده من رواية يحيى بن أبي كثير عن أبي سلمة. وفي رواية محمد بن عمرو عن أبي سلمة عنده ”يتعبدون يحقر أحدكم صلاته

وصيامه مع صلاتهم وصيامهم". ومثله من رواية أنس عن أبي سعيد وزاد في رواية الأسود بن العلاء عن أبي سلمة "وأعمالكم مع أعمالهم". وفي رواية سلمة بن كهيل عن زيد بن وهب عن علي: "ليست قراءتكم إلى قراءتهم شيئا ولا صلاتكم إلى صلاتهم شيئا". أخرجه مسلم والطبري وعنده من طريق سليمان التيمي عن أنس "ذكر لي عن رسول الله ﷺ، قال: "إن فيكم قوما يدأبون ويعملون حتى يعجبوا الناس وتعجبهم أنفسهم". ومن طريق حفص بن أخي أنس عن عمه بلفظ: "يتعمقون في الدين". وفي حديث بن عباس عند الطبراني في قصة مناظرته للخوارج قال: "فأتيتهم فدخلت على قوم لم أر أشد اجتهادا منهم أيديهم كأنها ثفن الإبل ووجوههم معلمة من آثار السجود". وأخرج بن أبي شيبة عن ابن عباس رضی الله عنه أنه ذُكِرَ عنده الخوارج واجتهادهم في العبادة، فقال: ليسوا أشد اجتهادا من الرهبان.[1]

زید بن وہب کی روایت میں ہے: 'خوارج کے ساتھ جنگ کرکے انہیں قتل کرنے والی مسلمان فوج (muslim army) اگر جان لیتی کہ ان کے لئے اپنے نبی ﷺ کی زبان سے کس قدر اعلیٰ اور بلند مقام کا فیصلہ کر دیا گیا ہے تو وہ باقی سارے کام چھوڑ کر صرف (خوارج سے جنگ کرنے کا) یہی عمل اختیار کر لیتی۔' امام احمد بن حنبلؒ نے اسی طرح کی حدیث حضرت علی رضی الله عنه سے بیان کر کے اس کے آخر میں یہ اضافہ بھی ذکر کیا ہے: قِتَالُهُمْ حَقٌّ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ یعنی ان باغی دہشت گردوں کے خلاف ریاستی سطح پر کی جانے والی کارروائی میں حصہ لینا ہر

(۱) ابن حجر عسقلاني، فتح الباري، ۱۲: ۲۸۸-۲۸۹

مسلمان پر فرض ہے۔ (یہاں پر یہ جاننا ضروری ہے کہ ان کی ظاہری دین داری کو دیکھ کر ان سے قتال اور ان کے خاتمہ میں پس و پیش نہ کیا جائے کیونکہ) حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: **صَلَاتَكُمْ مَعَ صَلَاتِهِمْ** اور حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے مروی امام زہری کی روایت میں **وَصِيَامَكُمْ مَعَ صِيَامِهِمْ** کے الفاظ کا اضافہ ہے۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی عاصم بن شمیخ کی روایت میں **تَحْقِرُوْنَ اَعْمَالَكُمْ اِلٰى اَعْمَالِهِمْ** ہے اور عاصم نے اَصحابِ نجد کو **الحروري** کہا کہ 'وہ دن کو روزہ رکھتے اور رات کو قیام کرتے اور سنت کے مطابق صدقات وصول کرتے تھے۔' اس کو امام طبری نے روایت کیا اور حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے یحییٰ بن کثیر کی اسی طرح کی روایت بھی انہوں نے بیان فرمائی ہے۔

امام طبری کے ہاں حضرت ابوسلمہ سے مروی محمد بن عمرو کی روایت میں ہے: 'خوارج اتنی کثرت سے عبادت کریں گے کہ تم میں سے ہر کوئی اپنی نمازوں اور روزوں کو ان کی نمازوں اور روزوں کے مقابلے میں حقیر اور کم تر سمجھے گا۔' حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح کی روایت ہے۔ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے مروی اسود بن علاء کی روایت میں **اَعْمَالَكُمْ مَعَ اَعْمَالِهِمْ** کا اضافہ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی زید بن وہب کی روایت میں ہے: 'تمہاری تلاوت ان کی تلاوت کے مقابلے میں اور تمہاری نماز ان کی نماز کے مقابلے میں کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتی۔' اس کو امام مسلم اور امام طبری نے روایت کیا ہے۔ امام طبری نے سلیمان تیمی کے طریق سے بھی روایت بیان کی ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے سامنے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی بیان کیا گیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک تم میں ایک ایسی قوم ہوگی جس کے اَفراد (بظاہر نیک اعمال) میں بہت مشقت اُٹھائیں گے اور اتنے زیادہ اعمال کریں گے کہ لوگوں کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیں گے اور وہ اپنے (اعمال) پر عُجب کا

اظہار کریں گے۔‘ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے بھتیجے حفص کے طریق سے اپنے چچا (یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ) سے مروی حدیث میں یَتَعَمَّقُوْنَ فِي الدِّيْنِ (بظاہر وہ دین میں بہت پختگی اور شدت رکھتے ہوں گے یعنی Extremist ہوں گے) کے کلمات ہیں۔ امام طبرانی کے ہاں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے خوارج کے ساتھ مناظرہ کے قصے پر مبنی روایت میں مذکور ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ’میں ان (خوارج) کے پاس پہنچا تو میں ایسی قوم پر داخل ہوا جن سے بڑھ کر محنت و ریاضت کرنے والے ہاتھ میں نے کبھی نہیں دیکھے تھے۔ اُن کے ہاتھ (مشقت کی وجہ سے) ایسے سخت تھے جیسے اُونٹوں کے گھٹنے اور ان کے چہرے سجدوں کے آثار سے نشان زدہ تھے۔‘ ابن ابی شیبہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث بیان کی کہ آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے عبادت و ریاضت میں خوارج کی محنت و مشقت کا ذکر کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ’راہب‘ بھی تو اعمال میں اُن سے زیادہ مشقت اُٹھانے والے تھے۔‘

٦۔ دہشت گردوں کو قتل کرنے والوں اور دہشت گردی کے خلاف جنگ میں شہادت پانے والوں کے لیے خوش خبری

امام احمد بن حنبل، ابو داود اور ابن ماجہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

سَيَكُوْنُ فِي أُمَّتِي اخْتِلَافٌ وَفُرْقَةٌ قَوْمٌ يُحْسِنُوْنَ الْقِيْلَ وَيُسِيْئُوْنَ الْفِعْلَ ...... هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ وَالْخَلِيْقَةِ، طُوْبَى لِمَنْ قَتَلَهُمْ وَقَتَلُوْهُ، يَدْعُوْنَ إِلٰى كِتَابِ اللهِ وَلَيْسُوْا مِنْهُ فِي شَيْءٍ، مَنْ قَاتَلَهُمْ كَانَ أَوْلٰى بِاللهِ مِنْهُمْ، قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ، مَا سِيْمَاهُمْ؟ قَالَ: اَلتَّحْلِيْقُ.[1]

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۲۲۴، رقم: ۱۳۳۶۲

عنقریب میری اُمت میں اختلاف اور تفرقہ رونما ہوگا عین اس وقت ایسے لوگ ظاہر ہوں گے جو اپنے قول اور نعرے میں اچھے ہوں گے مگر اپنے طرزِ عمل اور روش میں نہایت برے ہوں گے۔ ...... وہ ساری مخلوق میں بدترین لوگ ہوں گے، خوش خبری ہو اُسے جو انہیں قتل کرے گا اور اُسے بھی جسے وہ خوارج شہید کریں گے۔ وہ اللہ ﷻ کی کتاب کی طرف بلائیں گے لیکن اس کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں ہوگا؛ ان کا قاتل ان کی نسبت اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب ہوگا۔ صحابہ کرام ﷡ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اُن کی نشانی کیا ہے؟ فرمایا: سر منڈانا۔

اس حدیث مبارکہ میں آپ ﷺ نے فرمایا: **سَيَكُوْنُ فِي أُمَّتِي اخْتِلَافٌ وَفُرْقَةٌ.**

عنقریب ایک زمانہ آئے گا جب میری اُمت میں اختلاف پیدا ہوں گے، دھڑے بندیاں ہوں گی، فرقے ہوں گے، تفرقے ہوں گے، گروہ ہوں گے، جماعتیں بنیں گی۔ ایسے لوگ نکلیں گے جو زبان سے اچھی بات کریں گے کہ ہمیں انصاف چاہیے، قرآن چاہیے، شریعتِ مصطفیٰ چاہیے، سنتِ مصطفیٰ چاہیے، ہم قرآن، شریعت اور اسلام کی حکومت چاہتے ہیں یعنی باتیں وہ اچھی کریں گے۔ مگر:

يُسِيئُوْنَ الْفِعْلَ.

.... ۲۔ أبو داود، السنن، کتاب السنة، باب في قتال الخوارج، ۴: ۲۴۳، رقم: ۴۷۶۵

۳۔ ابن ماجه، السنن، المقدمة، باب في ذکر الخوارج، ۱: ۶۰، رقم: ۱۶۹

۴۔ حاکم، المستدرك، ۲: ۱۶۱، رقم: ۲۶۴۹

۵۔ بیهقي، السنن الکبری، ۸: ۱۷۱

۶۔ مقدسي نے ''الأحادیث المختارة (۷:۱۵، رقم: ۲۳۹۱، ۲۳۹۲)'' میں اس کی اسناد کو صحیح قرار دیا ہے۔

۷۔ أبو یعلی، المسند، ۵: ۴۲۶، رقم: ۳۱۱۷

ان کا عمل ظالمانہ اور قاتلانہ ہوگا۔

هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ وَالْخَلِيْقَةِ.

وہ ساری مخلوق میں سے بدترین لوگ ہونگے۔

اے اَفواجِ پاکستان کے جوانو! اور اے پوری قومِ پاکستان! غور کرو! حضور نبی اکرم ﷺ نے کیا فرمایا:

طُوْبَى لِمَنْ قَتَلَهُمْ وَقَتَلُوْهُ.

مبارک ہو اُن جوانوں کو اور فوجیوں کو، جو انہیں قتل کر کے ختم کر دیں گے، ان سے لڑیں گے اور اس شہید کو بھی مبارک ہو جو ان ظالم اور دہشت گردوں کے ہاتھوں شہید ہو جائے گا۔ وہ بڑا شہید ہوگا، کہ دہشت گردوں کے ہاتھوں قتل ہوا۔ اُن فوجیوں اور اُنہیں مارنے والوں کو بھی مبارک ہو، جو دہشت گردی کو ختم کر دیں گے۔

پھر حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

يَدْعُوْنَ إِلٰى كِتَابِ اللهِ.

ان کی پہچان یہ ہو گی کہ قرآن کی دعوت دیں گے کہیں گے ہم قرآن کا نظام چاہتے ہیں، سنت کا نظام چاہتے ہیں، شریعت کا نظام چاہتے ہیں، قرآن کی بات کریں گے۔ مگر فرمایا:

وَلَيْسُوْا مِنْهُ فِي شَيءٍ.

مگر ان کا قرآن سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔

پھر فرمایا:

مَنْ قَاتَلَهُمْ كَانَ أَوْلَى بِاللهِ مِنْهُمْ.

جو ان کو eliminate کرے گا، قتل کر کے ختم کرے گا، وہ اللہ تعالیٰ کے قریب تر ہوگا، اللہ تعالیٰ اس کو اپنی قربت عطا فرمائے گا۔

یہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی متفق علیہ احادیث تھیں جو اُوپر بیان ہوئیں۔ دہشت گردی کے خاتمہ کے لیے احادیث مبارکہ کا بڑا ذخیرہ موجود ہے، جن سے قوم کو آگاہ کرنے کی ضرورت ہے۔

۷۔ خوارج کی پشت پناہی کرنے والوں کی مذمت

بعض لوگ خوارج کے بارے میں نرم گوشہ رکھتے ہیں اور انہیں برا نہیں جانتے، جب کہ بعض لوگ اس سے بھی ایک قدم آگے بڑھتے ہوئے خوارج کی پشت پناہی اور support کرتے ہیں اور اپنے طرزِ عمل سے شرپسندوں اور دہشت گردوں کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں، گویا اُن کے لیے ماسٹر مائنڈ (master mind) کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں اور ان کی مالی و اخلاقی معاونت (financial & moral support) کر کے اُنہیں مزید دہشت پھیلانے کی شہ دیتے ہیں، یہ عمل بھی انتہائی مذموم ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی مومن کے قتل میں معاونت کرے گا وہ رحمت الٰہی سے محروم ہو جائے گا۔ فرمانِ رسول ﷺ ہے:

مَنْ أَعَانَ عَلٰى قَتْلِ مُؤْمِنٍ بِشَطْرِ كَلِمَةٍ، لَقِيَ اللهَ عزوجل مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ: آيِسٌ مِنْ رَحْمَةِ اللهِ.[1]

(۱) ۱۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الديات، باب التغليظ في قتل مسلم ظلمًا، ۲: ۸۷۴، رقم: ۲۶۲۰

۲۔ ربيع، المسند، ۱: ۳۶۸، رقم: ۹۶۰

۳۔ بيهقي، السنن الكبرى، ۸: ۲۲، رقم: ۱۵۶۴۶

جس شخص نے چند کلمات کے ذریعہ بھی کسی مومن کے قتل میں کسی کی مدد کی تو وہ اللہ ﷻ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کی آنکھوں کے درمیان (پیشانی پر) لکھا ہوگا: آیِسٌ مِنْ رَحْمَةِ اللهِ (اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم شخص)۔

اِس حدیث کے مضمون میں یہ صراحت موجود ہے کہ نہ صرف ایسے ظالموں کی ہر طرح کی مالی و جانی معاونت منع ہے بلکہ بِشَطْرِ كَلِمَةٍ(چند کلمات) کے الفاظ یہ بھی واضح کر رہے ہیں کہ تقریر یا تحریر کے ذریعے ایسے امن دشمن عناصر کی مدد یا حوصلہ افزائی کرنا بھی سخت مذموم ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش سے محرومی کا سبب ہے۔ اِس میں دہشت گردوں کے ماسٹر مائنڈ طبقات کے لیے سخت تنبیہ ہے جو کم فہم لوگوں کو آیات و احادیث کی غلط تاویلیں کر کے انہیں 'جنت کی بشارت' دے کر سول آبادیوں کے قتل پر آمادہ کرتے ہیں۔

اسلامک لٹریچر میں خوارج کی پشت پناہی کرنے والوں کے لیے قَعْدِيَة (عملاً بغاوت میں شریک نہ ہونے والے کی) اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔ شارح صحیح البخاري حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

”والقعدية“ قوم من الخوارج، كانوا يقولون بقولهم، ولا يرون الخروج بل يزينونه.[1]

اور قَعْدِيَة خوارج کا ہی ایک گروہ ہے۔ یہ لوگ خوارج جیسے عقائد تو رکھتے تھے مگر خود مسلح بغاوت نہیں کرتے تھے بلکہ (وہ خوارج کی پشت پناہی کرتے ہوئے) اسے سراہتے تھے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی مقدمة فتح الباری میں ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

والخوارج الذين أنكروا على عليّ ﷺ التحكيم وتبرءوا منه ومن

---

(۱) عسقلاني، مقدمة فتح الباري: ۴۳۲

عثمان ﷺ وذريته وقاتلوهم فإن أطلقوا تكفيرهم فهم الغلاة منهم والقعدية الذين يزينون الخروج على الأئمة ولا يباشرون ذلک.[1]

اور خوارج وہ ہیں جنہوں نے حضرت علی ﷺ کے فیصلۂ تحکیم (arbitration) پر اعتراض کیا اور آپ ﷺ سے، حضرت عثمان ﷺ سے اور ان کی اولاد و اَصحاب سے برأت کا اظہار کیا اور ان کے ساتھ جنگ کی۔ اگر یہ مطلق تکفیر کے قائل ہوں تو یہی ان میں سے حد سے بڑھ جانے والا گروہ ہے جبکہ قَعْدِيَة وہ لوگ ہیں جو مسلم حکومتوں کے خلاف مسلح بغاوت اور خروج کو سراہتے اور اس کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں، لیکن خود براہِ راست اس میں شامل نہیں ہوتے۔

اِسی طرح حافظ ابن حجر عسقلانی اپنی ایک اور کتاب 'تھذیب التھذیب' میں خوارج کی پشت پناہی کرنے والوں کے بارے میں لکھتے ہیں:

"والقعد" الخوارج كانوا لا يرون بالحرب، بل ينكرون على أمراء الجور حسب الطاقة، ويدعون إلى رأيهم، ويزينون مع ذالک الخروج، ويحسنونه.[2]

اور قَعْدِيَة (خوارج کی پشت پناہی کرنے والے) وہ لوگ ہیں جو بظاہر خود مسلح جنگ نہیں کرتے بلکہ حسبِ طاقت ظالم حکمرانوں کا انکار کرتے ہیں اور دوسروں کو اپنی فکر و رائے کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ مسلح بغاوت اور خروج کو (مذہب کا لبادہ اوڑھا کر) سراہتے ہیں اور دہشت گرد باغیوں کو اِس کی مزید ترغیب دیتے ہیں۔

شارح صحیح البخاری حافظ ابن حجر عسقلانی کے درج بالا اقتباسات سے یہ

(۱) عسقلاني، مقدمة فتح الباري: ۴۵۹

(۲) عسقلاني، تهذيب التهذيب، ۸: ۱۱۴

حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ قَعَدِیَۃ بھی خوارج میں سے ہی ہیں۔ لیکن یہ گروہ کھل کر اپنی رائے کا اظہار نہیں کرتا مگر پسِ پردہ خوارج کی باغیانہ اور سازشی سرگرمیوں کے لیے منصوبہ بندی (planning) کرتا ہے۔ گویا یہ گروہ ماسٹر مائنڈ کے فرائض سرانجام دیتا ہے۔ اِس گروہ کا کام دلوں میں بغاوت اور خروج کے بیج بونا ہے، خاص طور پر جب یہ گفتگو کسی ایسے فصیح و بلیغ شخص کی طرف سے ہو جو لوگوں کو اپنی چرب زبانی سے دھوکہ دینے اور اسے سنتِ مطہرہ کے ساتھ گڈ مڈ کرنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہو۔

'خوارج' دین اِسلام کے باغی اور سرکش تھے۔ ان کی اِبتداء عہد رسالت مآب ﷺ میں ہی ہوگئی تھی۔ ان کی فکری تشکیل دورِ عثمانی میں اور منظّم و مسلح ظہور دورِ علوی میں ہوا۔ اِن خوارج کے اَعمال و عبادات اور ظاہراً پابندیِ شریعت ایسی تھی کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی بعض اوقات زیادہ عابد و زاہد محسوس ہوتے لیکن حضور نبی اکرم ﷺ کے واضح فرمان کے مطابق وہ اسلام سے کلیتًا خارج تھے۔ خوارج مسلمانوں کے قتل کو جائز سمجھتے، ان کی رائے اور نظریہ سے اتفاق نہ کرنے کے باعث صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بھی تکفیر کرتے، نعرہ اِسلامی **لَا حُكْمَ إِلَّا لِله** بلند کرتے اور خلیفہ راشد سیدنا علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم کے خلاف مسلح خروج، بغاوت اور قتال کو نہ صرف جائز سمجھتے بلکہ عملاً اس ضمن میں قتل و غارت گری کرتے رہے۔ یہی خوارج درحقیقت تاریخِ اسلام میں سب سے پہلا دہشت گرد اور نظمِ ریاست کے خلاف باغی گروہ تھا۔ نصوصِ حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان کا ظہور ہر دور میں ہوتا رہے گا۔ گویا خوارج سے مراد فقط وہی ایک طبقہ نہیں تھا جو خلافتِ راشدہ کے خلاف نکلا بلکہ ایسی ہی صفات، نظریات اور دہشت گردانہ طرزِ عمل کے حامل وہ تمام گروہ اور طبقات ہوں گے جو قیامت تک اسی انداز سے نکلتے رہیں گے اور جہاد کے نام پر مسلح دہشت گردانہ کارروائیاں کریں گے۔ یہ شرعی اَعمال کی بدرجہ اَتم ظاہری بجا آوری کے باوجود فکر و نظر کی اِس خرابی کے سبب اِسلام سے خارج تصور ہوں گے۔ فرامین رسول ﷺ کی روشنی میں ایسے لوگوں کو مذاکرات کے نام پر مہلت دینا یا اُن کے مکمل خاتمے کے بغیر چھوڑ دینا اِسلامی ریاست کے

لیے روا نہیں، سوائے اِس کے کہ وہ خود ہتھیار پھینک کر اپنے غلط عقائد و نظریات سے مکمل طور پر تائب ہو جائیں اور اپنی اِصلاح کر لیں۔

باب ہشتم

قیامِ امن کے لیے عملی تجاویز

۱۔ دینِ اسلام اور سیرتِ نبوی میں تشدد کی کوئی جگہ نہیں ہے

حضور نبی اکرم ﷺ سے عشق و محبت کی بات بکثرت کی جاتی ہے۔ اِس عشق کے دعوے دار مبارک باد کے مستحق ہیں کیونکہ عشق رسول ﷺ ہی ایمان کی اصل اور اساس ہے۔ جس کے دل میں عشق و محبت مصطفیٰ ﷺ نہیں، اسے ایمان کی ہوا ہی نہیں لگی۔ وہ لوگ بھی مبارک باد کے مستحق ہیں جو آقا ﷺ کی سیرت طیبہ اور سنت کی اتباع کی بات کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کی اتباع کرنے سے ہی اللہ تعالیٰ کی محبت نصیب ہوتی ہے۔ یہ دونوں سوچیں انتہا پسندی اور دہشت گردی کے خلاف یکجا ہونی چاہئیں۔ ہمیں فیصلہ کرنا ہے کہ اگر ہم نے پاکستانی معاشرے کو مصطفوی، اسلامی اور قرآنی معاشرہ بنانا ہے تو پھر اسے پُرامن بنانا ہوگا، لوگوں کے جان و مال کو تحفظ دینا ہوگا، دہشت گردی کا خاتمہ کرنا ہوگا اور ایک بھی دہشت گرد اس سرزمین پر نہیں چھوڑنا ہوگا۔ اگر دہشت گردی بچ گئی اور دہشت گردوں کو بچانے کے لیے سیاسی و قانونی راستے اور آئینی و عدالتی راستے نکال لیے گئے، انہیں بچانے کے لیے قوم سے چکر بازی کی گئی، دھوکہ دہی سے کام لیا گیا اور سیاست کی گئی تو پھر خدا کا عذاب نازل ہوگا۔ ہماری سوسائٹی قومِ عاد اور قومِ ثمود کی طرح متصور ہوگی اور ہم اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کے باغی کہلائیں گے۔

سیرتِ مصطفیٰ ﷺ اور میلادِ مصطفیٰ ﷺ کا پیغام مخلوقِ خدا سے محبت اور عدمِ تشدد ہے۔ جو شخص بے گناہ بچوں، عورتوں، بوڑھوں، مریضوں اور جوانوں کو قتل کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ وہ اسلام کی خدمت کر رہا ہے، وہ اپنے ذہن سے یہ غلط فہمی دور کر لے کہ وہ اسلام کی کوئی خدمت کر رہا ہے بلکہ وہ دراصل کفر کی خدمت کر رہا ہے اور رسول اکرم ﷺ کے دین سے بغاوت کر رہا ہے۔ وہ دین اسلام کا بھی دشمن ہے اور انسانیت کا بھی۔ میں چاہتا ہوں

کہ لوگوں کے ذہنوں میں دین کا یہ تصور راسخ ہو جائے کہ اسلام میں اور سیرتِ مصطفیٰ ﷺ میں تشدد کی کوئی جگہ نہیں ہے۔

۲۔ دوسروں پر رحم کرنے والا ہی رحم کا مستحق ہے

حضور نبی اکرم ﷺ نے پوری انسانیت اور تمام اُمت یعنی دونوں طبقات کے لیے ایک عمومی مگر اُصولی قاعدۂ رحمت عطا فرمایا ہے جو نہ صرف اُمتِ مسلمہ بلکہ تمام انسانیت کے لیے نہایت درجہ رحم (mercy)، درد مندی (compassion)، محبت (love)، نرمی (softness) اور برداشت (tolerance) کے پیغام پر مشتمل ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ لَا يَرْحَمُ، لَا يُرْحَمُ. [1]

جو لوگوں پر رحم نہ کرے اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا۔

یعنی جو شخص دوسروں کے لیے مہربان (merciful)، شفیق (kind)، نرم خو (soft)، کریم (compassionate)، مددگار (helpful)، فیض رساں (generous) اور کریم النفس (benevolent) نہیں، اس پر بھی رحمت و شفقت نہیں کی جائے گی۔

اِس فرمان سے حضور نبی اکرم ﷺ نے رحمت کے تصور کو خوب وسیع کر دیا ہے تا کہ ہر شخص اپنے رویے کو درست کر لے۔ اگر وہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی بارگاہ سے اُسے رحمت و شفقت کا رویہ نصیب ہو تو اسے دوسرے انسانوں کے لیے پیکرِ رحمت

---

(۱) ا۔ بخاری، الصحيح، كتاب الأدب، بَاب رَحْمَةِ الْوَلَدِ وَتَقْبِيلِهِ وَمُعَانَقَتِهِ، ۵: ۲۲۳۵، رقم: ۵۶۵۱

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الفضائل، باب رحمته الصبيان والعيال و تواضعه وفضل ذالك، ۴: ۱۸۰۸، رقم: ۲۳۱۸

وشفقت ہونا چاہیے۔ گویا جو شخص مخلوق پر رحم نہیں کرتا وہ سمجھ لے کہ اللہ رب العزت بھی اس پر رحم نہیں فرمائے گا۔

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا يَرْحَمُ اللهُ مَنْ لَا يَرْحَمُ النَّاسَ. (۱)

اللہ تعالیٰ اُس شخص پر رحم نہیں فرماتا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا۔

اِس حدیث میں **النَّاس** کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ جو ایمان والوں یا مسلمانوں پر رحم نہیں کرتا یا جو اپنے قبیلے والوں، گھر والوں یا اپنی اولاد پر رحم نہیں کرتا۔ یوں کہہ کر رحمت کو خاص نہیں کیا گیا بلکہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ 'جو تمام نوعِ انسانی (mankind) کے لیے رحم اور رحمت کا سبب نہیں بنتا'۔ یعنی رحمت وشفقت پر مبنی برتاؤ کا بنیادی سبب انسانیت ہے۔ رشتہ دار ہونا اضافی سبب ہے، پھر اولاد اور اہل وعیال ہونا ایک اور سبب بن گیا اور اگر وہ غریب ومحتاج ہوں تو ایک اور سبب بڑھ گیا۔ گویا سبب پر سبب کا اضافہ ہوتا چلا جائے تو اِستحقاقِ رحمت بڑھتا چلا جاتا ہے مگر یہاں جس عمومی رحمت اور اس کی وسعت کا بیان ہے اس کا دائرۂ عمل پوری نوعِ انسانی پر محیط ہے اور ہر انسان خواہ مومن ہو یا کافر، مسلم ہو یا غیر مسلم، نیک ہو یا بد، واقف ہو یا ناواقف، یکساں طور پر رحم، ہمدردی اور مہربانی کا مستحق ہے۔ چنانچہ اس فرمان کا معنی یہ ہوا کہ علی العموم تمام بنی آدم (mankind) اور نسلِ انسانی (human race) کے لیے جس شخص کا اخلاق، کردار (behaviour) اور طرزِ عمل (conduct) مہر ومحبت اور رحمت وشفقت پر مبنی نہیں وہ جان لے کہ اس کے

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب التوحید، بَاب قَوْلِ اللهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: ﴿قُلُ ادْعُوا اللهَ أَوِ ادْعُوا الرَّحْمَنَ أَيًّا مَا تَدْعُوا فَلَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى﴾، ۶: ۲۶۸۶، رقم: ۶۹۴۱

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الفضائل، باب رحمته الصبیان والعیال و تواضعه وفضل ذالك، ۴: ۱۸۰۹، رقم: ۲۳۱۹

ساتھ اللہ تعالیٰ کا رویہ بھی رحمت و شفقت پر مبنی نہیں ہوگا۔

۳۔ اِنتہا پسندانہ سوچ کے خاتمے کی ضرورت ہے

مخلوق سے محبت، عدمِ تشدد اور سوسائٹی کو امن سے بہرہ یاب کرنا دراصل محبتِ رسول ﷺ کا ثبوت ہے۔ محبتِ رسول ﷺ کا تقاضا ہے کہ ایسا معاشرہ قائم کیا جائے جہاں ہر شخص دوسرے سے محبت کرے، ہر شخص دوسرے کے دکھوں کا مداوا کرے، ہر شخص دوسرے انسان کا خیال کرے حتیٰ کہ حیوانات اور نباتات کا بھی خیال کرے۔ ہر شخص دوسرے کے دکھ کو بانٹے اور اپنے سکھ اس کو دے، بھوکوں کو کھانا کھلائے، محتاجوں کی مدد کرے اور محبتیں عام کرے۔ محبتِ مصطفیٰ ﷺ کا تقاضا ہے کہ معاشرے سے کرپشن کو ختم کیا جائے تاکہ مال و دولت غریب تک پہنچے، ہر غریب کا چولہا جلے اور ہر ایک کو روزگار ملے۔

معاشرتی اَمن کے لیے انتہا پسندانہ سوچ کا خاتمہ ضروری ہے۔ دہشت گردی ختم کرنے کے لیے صرف فوجی عدالتیں ہی کافی نہیں، کیونکہ دہشت گرد جب دہشت گردی کا ارتکاب کر لیتا ہے تو پھر یہ عدالتیں اُسے سزا دیتی ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ دہشت گردی کی نوبت کیوں آتی ہے؟ یاد رکھیں! دہشت گردی انتہا پسندی سے شروع ہوتی ہے۔ لہٰذا ہمیں انتہا پسندی کو جڑ سے کاٹنا ہوگا۔ ابھی تک کوئی قدم انتہا پسندی کے خاتمے کی طرف نہیں اُٹھایا گیا۔ اِس کے لیے ضروری ہے کہ انتہا پسندانہ سوچ کو ختم کیا جائے، انتہا پسندانہ تبلیغ کو ختم کرنا ہوگا، فرقہ واریت اور ایک دوسرے کو کافر قرار دینے کی سوچ کو ختم کرنا ہوگا، ایک دوسرے کے گلے کاٹنے کی سوچ کو ختم کرنا ہوگا۔ انتہا پسندی اور دہشت گردی کے خاتمے کے لیے معاشرے کو اسلام، امن، رحمت، وفاداری، تحمل، بردباری، برداشت، اور توسط و اعتدال کا معاشرہ بنانا ہوگا۔ اگر ہم اس میں کامیاب ہوئے تو سمجھیں کہ ہم نے پاکستان کے قیام کے مقصد کو پورا کیا اور حضور نبی اکرم ﷺ سے عشق و محبت اور غلامی کا حق ادا کیا۔

آج حالات اِس اَمر کے متقاضی ہیں کہ اِسلامی تعلیمات اور آفاقی صداقتوں کی

روشنی میں دہشت گردی کی فکر اور اِنتہا پسندانہ نظریات کے خلاف بین الاقوامی سطح پر ہر طبقہ کو ذہنی و فکری طور پر تیار کیا جائے۔ معاشرے سے اِنتہا پسندی کے خاتمے کے لیے عملی اِقدامات کیے جائیں تا کہ دہشت گردوں کے فکری و نظریاتی سرچشموں کا بھی ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو جائے۔ ہم نے گزشتہ چونتیس سال سے انتہا پسندی، تنگ نظری، فرقہ واریت اور دہشت گردی کے خلاف علمی و فکری میدانوں میں بھرپور جد و جہد کی ہے۔ اِنتہا پسندی اور دہشت گردی کے خلاف ناقابلِ تردید دلائل و براہین پر مشتمل راقم کا تاریخی فتوی 2010ء سے کتابی شکل میں دست یاب ہے۔ یہ مبسوط فتویٰ اُردو، انگریزی، ہندی اور انڈونیشین زبانوں میں شائع ہو چکا ہے جب کہ عربی، نارویجن، ڈینش، فرانسیسی، جرمن اور اسپینش زبانوں میں زیرِ اِشاعت ہے۔ اِنتہا پسندانہ تصورات و نظریات کے خلاف اور اِسلام کے محبت و رحمت، اَمن و رواداری اور عدمِ تشدد کی تعلیمات پر مبنی دیگر درجنوں کتب بھی منظرعام پر آ چکی ہیں۔

۴۔ تعلیمی نصاب میں تبدیلیوں کی ضرورت ہے

ہمارے معاشرہ میں دہشت گردی اور انتہا پسندی کے اس حد تک غلبہ پا لینے کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے دین اسلام کی امن و سلامتی، انسانوں سے محبت اور عدمِ تشدد پر مبنی تعلیمات کو اپنی قوم کے بچوں کے تعلیمی نصاب کا حصہ ہی نہیں بنایا۔ ہمارے طلباء اور نوجوان نسل ان تعلیمات سے بالکل بے بہرہ ہیں۔

یہ تعلیم پاکستان کے نصابات میں ہونی چاہیے۔ نصاباتِ تعلیم میں بنیادی تبدیلیوں کی ضرورت ہے۔ پاکستان میں فی الفور اسلام کی تعلیماتِ امن کو نصاب کا حصہ بنایا جانا چاہیے۔ مدرسہ کا نصاب ہو یا اسکول، کالج اور یونیورسٹی کا نصاب؛ افسوس! کسی سطح کے نصاب میں امن نام کا کوئی باب شامل نہیں ہے۔ جہاد کیا ہے اور فساد کیا ہے؟ اس پر بھی کوئی باب نہیں ہے۔ بنی نوع انسان اور دیگر مخلوقِ خدا سے محبت، عدم تشدد اور برداشت پر کوئی باب نہیں ہے۔ جھگڑے و اختلافات ہوں تو پر امن طریقے سے حل کیسے کریں؟ اس پر کوئی باب

نہیں ہے۔ اسی طرح غیر مسلموں کے حقوق پر کوئی باب نہیں ہے۔ قتل و غارت گری اور دہشت گردی کی مذمت پر کوئی باب نہیں ہے۔

یہ کیسا نظام تعلیم ہے جس میں انسانیت ہی نہیں سکھائی جا رہی؟ اَخلاق، محبت، اُلفت، برداشت، امن، تحمل کا درس نہیں دیا جا رہا۔ عدمِ تشدد اور قتل و غارت گری کی مذمت کے نام پر ایک باب بھی کسی نصاب میں شامل نہیں۔ قرآن و حدیث کی تعلیمات جو میں پوری قوم تک پہنچا رہا ہوں اِن تعلیمات کو صرف مدارس کے ہی نہیں بلکہ اسکولز، کالجز اور یونیورسٹیز کے نصابات میں بھی شامل کیا جائے کیونکہ جدید تعلیمی اداروں سے بھی لوگ انتہا پسند بنتے ہیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ اسلام کے خلاف اگر ان کے ذہنوں میں بغاوت، غلط فہمی آتی ہے تو انہیں پڑھایا جائے کہ اسلام کیا ہے۔

جب اسلام کی پر امن تعلیمات کے متعلق کچھ نہیں پڑھایا جاتا تو ہم اور آپ قوم کے معماروں سے کیا توقع کر سکتے ہیں؟ لیڈروں اور حکومتوں نے تو اس قوم کو کھیل تماشہ بنا رکھا ہے۔ انہوں نے اس قوم کے ساتھ وہ دھوکہ کیا ہے جو دنیا کی کسی قوم کے ساتھ کسی حکومت اور لیڈر نے نہیں کیا تھا۔

اِس وقت عالم انسانیت کا سب سے اہم مسئلہ اَمن اَمان کی بحالی ہے۔ اس اہم اور فوری مقصد کو حاصل کرنے کے لیے کوئی ادارہ، ریاست یا یونی ورسٹی آگے نہیں بڑھی کہ قیامِ اَمن اور اِنسداد دہشت گردی و انتہا پسندی کو ایک science، subject اور curriculum کے طور پر متعارف کروایا جائے۔ اس فوری اور ناگزیر ضرورت کا بروقت اِدراک کرتے ہوئے راقم نے 'فروغِ اَمن اور اِنسدادِ دہشت گردی کا اِسلامی نصاب (Islamic Curriculum on Peace and Counter-Terrorism)' پانچ مختلف طبقات کے لیے تیار کیا ہے، جو کہ اُردو کے ساتھ ساتھ عربی و انگریزی میں طبع ہو چکا ہے۔ یہ نہ صرف اُمتِ مسلمہ بلکہ پوری دنیا کے لیے یہ ایک عدیم النظیر اور فقید المثال تحفہ

ہے۔ اِن شاء اللہ یہ نصابات بحالیِ اَمن کے سلسلے میں مختلف طبقاتِ معاشرہ کی فکری و نظریاتی تربیت کے سلسلے میں ایک سنگِ میل ثابت ہوں گے۔

'فروغِ اَمن اور اِنسدادِ دہشت گردی کا اِسلامی نصاب' نہایت جامع ہے۔ اگر مقتدر طبقات معتدل فکر کو پروان چڑھانے کے لیے اِس اِسلامی نصاب سے کما حقہٗ اِستفادہ کرتے ہیں اور مذکورہ طبقات کے لیے اِس کے کورسز کا بھرپور اِہتمام کرتے ہیں تو ہمیں اللہ رب العزت کی بارگاہ میں کامل یقین ہے کہ معاشرے سے اِنتہا پسندی و تنگ نظری کے عفریت کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہوگا، اِنتہا پسندوں کی صورت میں دہشت گردوں کو ملنے والی نرسری کی نشو و نما ممکن نہ رہے گی اور اِن شاء اللہ تعالیٰ ہماری دنیا صحیح اِسلامی تعلیمات کے مطابق اَمن و سلامتی، تحمل و برداشت، رواداری اور ہم آہنگی کا گہوارہ بن سکے گی۔

۵۔ دہشت گردی کے خلاف جرأت مندانہ فیصلوں کی ضرورت ہے

یہاں یہ بات واضح کر دینا ضروری ہے کہ دہشت گردی کے خلاف ضربِ عضب آپریشن کے فیصلے کی اس گھڑی میں کسی کے قدم ڈگمگا نہ جائیں - خواہ فوجی ہیں یا غیر فوجی۔ پارلیمنٹ کے اندر سیاسی و مذہبی جماعتیں ہیں، سیاست دان ہیں یا جرنلز، سب کے لیے یہ فیصلے کا وقت ہے۔ اگر اب بھی لچک دکھا دی گئی، دہشت گردی کو اس ملک میں برقرار رکھا گیا اور دہشت گردوں کے بچاؤ کے راستے نکال لیے گئے تو پھر اس ملک کا خدا حافظ ہے۔ پھر سوال ہوگا کہ کیا 1947ء میں یہ ملک دہشت گردوں کے لیے اور انسانوں کے قتل کے لیے بنایا گیا تھا؟

دہشت گردی کے خلاف اُٹھائے گئے حالیہ اقدامات محض کھیل تماشا نہیں ہونے چاہئیں۔ دہشت گردی کے معاملات کو اگر اب بھی سیاست کا کھیل تماشا بنایا گیا تو دنیا ہم پر

لعنت بھیجے گی۔ لہٰذا تمام سیاسی و مذہبی جماعتوں، قائدین اور قومِ پاکستان کو اس جنگ میں پاک فوج کے شانہ بشانہ اِستقامت کے ساتھ کھڑا ہونا ہوگا۔

۶۔ اے خاصۂ خاصانِ رُسل وقتِ دُعا ہے!

حضور نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ کا پیغام یہ ہے کہ ہم اُس رسول کے اُمتی ہیں جو بچوں اور عورتوں کی تکلیف کے پیشِ نظر، ماؤں کے جذبات کی تکلیف کے پیشِ نظر اپنی نماز اور اللہ کی عبادت کو مختصر کر لیتے۔ ہم اللہ تعالی کے اُس رسول ﷺ کی اُمت ہیں جو بچے کا رونا گوارا نہیں کرتے اور اُس کی وجہ سے اُس کی ماں کے دل کا تڑپنا گوارا نہیں کرتے۔

ذرا سوچیں! پشاور کے ڈیڑھ سو بچوں کی ماؤں پر کیا بیتی ہوگی؟ سوچیں کہ ماڈل ٹاؤن کے چودہ شہداء کے گھر والوں پر کیا بیت رہا ہوگا۔ وہ بھی دہشت گردی تھی اور یہ بھی دہشت گردی ہے۔ پچھلے برسوں میں جو پاکستان کے پچاس ہزار سے زائد بے گناہ لوگوں کی جانیں دہشت گردی کی نذر ہو چکی ہیں، ان کے گھرانوں پر کیا بیتا ہوگا اور کیا بیت رہا ہے! قوم منتظر ہے اُس معاشرے کی جھلک دیکھنے کے لیے جس کے لیے پاکستان بنا تھا۔ اگر ہم دہشت گردی سے اپنے ملک کو پاک نہیں کر سکتے اور دہشت گردوں کو بچاتے ہیں تو اس پاکستان کے رہنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ پھر ہمارا شمار منافق اور دھوکے باز لوگوں میں ہوگا۔ ساری قوم سب سے بڑی بے ایمان ہوگی اور ہم دجل و فریب کرنے والے ہوں گے۔ یہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ سے بھی دھوکہ، رسول مکرم ﷺ سے بھی دھوکہ، دین اسلام سے بھی دھوکہ، پاکستان سے بھی دھوکہ اور پوری نوع انسانی کے ساتھ بھی دھوکہ ہے۔ لہٰذا ہمیں دہشت گردی کو جڑ سے اُکھاڑ پھینکنا ہوگا اور ایسا معاشرہ بنانا ہوگا جس میں انسانوں سے محبت ہو، جانوروں اور پرندوں سے محبت ہو، نباتات و جمادات سے محبت ہو، الغرض تمام مخلوقِ خدا سے محبت ہو، ہر طرف اَمن اور عدم تشدد ہو۔ اس کے لیے عزمِ مصمم، پختہ ارادے اور ٹھوس عمل کی ضرورت ہے۔

پاکستان عظیم ملک ہے، افسوس! اسے دہشت گردی نے بدنام اور برباد کر دیا ہے۔ اسے پھر اپنی عظمت کی طرف لوٹانے کے لیے ہر کوئی اپنا حق ادا کرے۔ پوری قوم اپنا فریضہ ادا کرے۔ قوم محاسبہ کرے اور نگران بنے اور کسی کو دہشت گردی کے موضوع پر سمجھوتہ نہ کرنے دیا جائے۔

تحریک منہاج القرآن اور پاکستان عوامی تحریک کی ہر کاوش قیامِ امن کے لیے ہے۔ منہاج القرآن نے اسی ملک میں امن، محبت، اللہ تعالیٰ کی رحمت کے حصول اور اس کے رسول ﷺ کو راضی کرنے کے لیے گوشہ درود کا نظام وضع کیا ہے۔ جہاں چوبیس گھنٹے اللہ تعالیٰ کے پیارے محبوب ﷺ کی بارگاہ میں درود پاک کے نذرانے پیش کیے جاتے ہیں اور پوری اُمت کے لیے اللہ تعالیٰ سے رحمت کی دعائیں کی جاتی ہیں۔ افسوس! معاشرتی دہشت گردی کا یہ عالم ہے کہ 17 جون 2014ء کو ریاستی دہشت گردوں نے اس گوشہ درود پر بھی گولیاں برسائیں اور گوشہ نشینوں کو زخمی کیا۔ اس حد تک جانے والے لوگوں کا محاسبہ اور گرفت کرکے ایسی سوچ کا قلع قمع ہونا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اسلام کی حقیقی تعلیمات کا امین بنائے اور اس معاشرے کو جنت نظیر بنانے کے لیے محبت، امن، سہولت، آسانی، شفقت، محبت اور عدم تشدد پر مبنی اسلامی تعلیمات کو اس مملکتِ خداداد کے لیے ضابطۂ حیات بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین بجاہِ سید المرسلین ﷺ۔)

مصادر و مراجع

۱۔ **القرآن الحکیم۔**

(۲) تفسیر القرآن

۲۔ **بغوی**، ابو محمد حسین بن مسعود بن محمد الفراء (۴۳۶-۵۱۶ھ/۱۰۴۴-۱۱۲۲ء)۔ **معالم التنزیل۔** بیروت، لبنان: دارالمعرفہ، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء

۳۔ **ابو حفص الحنبلی**، سراج الدین عمر بن علی بن عادل دمشقی۔ **اللباب في علوم الكتاب۔** بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء۔

۴۔ **رازی**، فخر الدین محمد بن عمر بن حسن بن حسین بن علی تمیمی شافعی، (۵۴۴-۶۰۴ھ)۔ **مفاتیح الغیب** (التفسیر الکبیر)۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۱ھ۔

۵۔ **طبری**، ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید بن خالد (۲۲۴-۳۱۰ھ/ ۸۳۹-۹۲۳ء)۔ **جامع البیان فی تفسیر القرآن۔** بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۰۵ھ۔

۶۔ **ابن کثیر**، ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر بن ضوء بن کثیر بن زرع بصروی (۷۰۱-۷۷۴ھ/ ۱۳۰۱-۱۳۷۳ء)۔ **تفسیر القرآن العظیم۔** بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۰۱ھ۔

(۳) الحدیث

۷۔ **احمد بن حنبل**، ابو عبد اللہ شیبانی (۱۶۴-۲۴۱ھ/ ۷۸۰-۸۵۵ء)۔ **المسند۔** بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی للطباعۃ والنشر، ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۸۷ء۔

۸۔ **بخاری**، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ (۱۹۴-۲۵۶ھ/۸۱۰-۸۷۰ء)۔ **الصحیح**۔ بیروت، لبنان: دار ابن کثیر، الیمامہ، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء۔

۹۔ **بخاری**، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ (۱۹۴-۲۵۶ھ/۸۱۰-۸۷۰ء)۔ **الأدب المفرد**۔ بیروت، لبنان: دار البشائر الاسلامیہ، ۱۴۰۹ھ/۱۹۸۹ء۔

۱۰۔ **بزار**، ابو بکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق بصری (۲۱۵-۲۹۲ھ/۸۳۰-۹۰۵ء)۔ **المسند (البحر الزخار)**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ علوم القرآن، ۱۴۰۹ھ۔

۱۱۔ **بیہقی**، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴-۴۵۸ھ/۹۹۴-۱۰۶۶ء)۔ **السنن الکبری**۔ مکہ مکرمہ، سعودی عرب: مکتبہ دار الباز، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء۔

۱۲۔ **بیہقی**، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ البیھقی (۳۸۴-۴۵۸ھ/ ۹۹۴-۱۰۶۶ء)۔ **شعب الإیمان**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء۔

۱۳۔ **ترمذی**، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک (۲۰۹-۲۷۹ھ/ ۸۲۵-۸۹۲ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دار إحیاء التراث العربی۔

۱۴۔ **ابن جارود**، ابو محمد عبد اللہ بن علی بن جارود نیشاپوری (م۳۰۷ھ)۔ **المنتقی من السنن المسندۃ**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الکتاب الثقافیۃ، ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۸۸ء۔

۱۵۔ **ابن جعد**، ابو الحسن علی بن جعد بن عبید ہاشمی (۱۳۳-۲۳۰ھ/۷۵۰-۸۴۵ء)۔ **المسند**۔ بیروت، لبنان: مؤسسہ نادر، ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء۔

۱۶۔ **حاکم**، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد (۳۲۱-۴۰۵ھ/۹۳۳-۱۰۱۴ء)۔ **المستدرک علی الصحیحین**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ،

۱۴۱۱ھ/۱۹۹۰ء۔

۱۷۔ **ابن حبان**، ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان التمیمی البستی (۲۷۰-۳۵۴ھ/ ۸۸۴-۹۶۵ء)۔ **الصحیح**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۳ء۔

۱۸۔ **ابن خزیمہ**، ابو بکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ سلمی نیشاپوری، (۲۲۳-۳۱۱ھ/ ۸۳۸-۹۲۴ء)۔ **الصحیح**۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء۔

۱۹۔ **خلال**، ابوبکر احمد بن محمد بن ہارون بن یزید (۲۳۴-۳۱۱ھ)۔ **السنۃ**۔ ریاض، سعودی عرب: دار الرایہ، ۱۴۱۰ھ۔

۲۰۔ **دارمی**، ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمٰن (۱۸۱-۲۵۵ھ/ ۷۹۷-۸۶۹ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ۔

۲۱۔ **ابو داؤد**، سلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد ازدی سجستانی (۲۰۲- ۲۷۵ھ/ ۸۱۷-۸۸۹ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء

۲۲۔ **دیلمی**، ابو شجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ الدیلمی الھمذانی (۴۴۵-۵۰۹ھ/ ۱۰۵۳-۱۱۱۵ء)۔ **الفردوس بمأثور الخطاب**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء۔

۲۳۔ **ذہبی**، ابو عبد اللہ شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان (۶۷۳-۷۴۸ھ/ ۱۲۷۴-۱۳۴۸ء)۔ **الکبائر**۔ بیروت، لبنان: دار الندوۃ الجدیدۃ۔

۲۴۔ **ربیع**، ابنِ حبیب بن عمر اَزدی بصری۔ **الجامع الصحیح مسند الإمام الربیع بن حبیب**۔ بیروت، لبنان، دار الحکمۃ، ۱۴۱۵ھ۔

۲۵۔ **ابن رجب حنبلی**، ابو الفرج عبد الرحمٰن بن احمد (۷۳۶-۷۹۵ھ)۔ **جامع العلوم**

والحکم في شرح خمسين حديثا من جوامع الكلم۔ بیروت، لبنان: دارالمعرفہ، ۱۴۰۸ھ۔

۲۶۔ **زیلعی**، ابو محمد عبداللہ بن یوسف حنفی (م ۷۶۲ھ)۔ **نصب الراية لأحاديث الهداية۔** مصر: دارالحدیث، ۱۳۵۷ھ۔

۲۷۔ **طبرانی**، ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی (۲۶۰-۳۶۰ھ/ ۸۷۳-۹۷۰ء)۔ **المعجم الصغير۔** بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء

۲۸۔ **طبرانی**، ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی (۲۶۰-۳۶۰ھ/ ۸۷۳-۹۷۱ء)۔ **المعجم الأوسط۔** قاہرہ، مصر: دار الحرمین، ۱۴۱۵ھ۔

۲۹۔ **طبرانی**، ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی (۲۶۰-۳۶۰ھ/ ۸۷۳-۹۷۰ء)۔ **المعجم الكبير۔** موصل، عراق: مکتبۃ العلوم والحکم، ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء۔

۳۰۔ **طبرانی**، ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی (۲۶۰-۳۶۰ھ/ ۸۷۳-۹۷۰ء)۔ **المعجم الكبير۔** قاہرہ، مصر: مکتبہ ابن تیمیہ۔

۳۱۔ **طبرانی**، ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر لخمی (۲۶۰-۳۶۰ھ/ ۸۷۳-۹۷۱ء)۔ **مسند الشاميين۔** بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء۔

۳۲۔ **طیالسی**، ابو داؤد سلیمان بن داؤد جارود (۱۳۳-۲۰۴ھ/ ۷۵۱-۸۱۹ء)۔ **المسند۔** بیروت، لبنان: دار المعرفہ۔

۳۳۔ **ابن ابی عاصم**، ابو بکر عمرو بن ابی عاصم ضحاک بن مخلد شیبانی (۲۰۶-۲۸۷ھ/ ۸۲۲-۹۰۰ء)۔ **السنة۔** بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۰ھ۔

۳۴۔ **ابن ابي عاصم**، ابو بکر احمد بن عمرو بن ضحاک بن مخلد شیبانی (۲۰۶-۲۸۷ھ/۸۲۲-۹۰۰ء)۔ **الآحاد والمثاني**۔ ریاض، سعودی عرب: دار الرایہ، ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۱ء۔

۳۵۔ **عبد بن حمید**، ابو محمد عبد بن حمید بن نصر الکسی (م ۲۴۹ھ/ ۸۶۳ء)۔ **المسند**۔ قاہرہ، مصر: مکتبۃ السنۃ، ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۸ء۔

۳۶۔ **عبد الرزاق**، ابو بکر بن ہمام بن نافع صنعانی (۱۲۶-۲۱۱ھ/ ۷۴۴-۸۲۶ء)۔ **المصنف**۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۳ھ۔

۳۷۔ **عجلونی**، ابو الفداء اسماعیل بن محمد جراحی (۱۰۸۷- ۱۱۶۲ھ/۱۶۷۶-۱۷۴۹ء)۔ **كشف الخفاء ومزيل الإلباس عما اشتهر من الأحاديث على ألسنة الناس**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء۔

۳۸۔ **ابن ابي شيبہ**، ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ الکوفی (۱۵۹-۲۳۵ھ/۷۷۶-۸۴۹ء)۔ **المصنف**۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ الرشد، ۱۴۰۹ھ۔

۳۹۔ **ابن ماجہ**، ابوعبد اللہ محمد بن یزید قزوینی (۲۰۷-۲۷۵ھ/ ۸۲۴-۸۸۷ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر۔

۴۰۔ **مالک**، ابنِ انس بن مالک بن ابی عامر بن عمرو بن حارث اصبحی (۹۳- ۱۷۹ھ/ ۷۱۲-۷۹۵ء)۔ **الموطأ**۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۵ء۔

۴۱۔ **مروزی**، ابو بکر احمد بن علی بن سعید اموی (۲۰۲-۲۹۲ھ)۔ **مسند أبي بكر الصديق**۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی۔

۴۲۔ **مسلم**، ابو الحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم بن ورد قشیری نیشاپوری (۲۰۶-۲۶۱ھ/۸۲۱-۸۷۵ء)۔ **الصحیح**۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔

۴۳۔ **معمر بن راشد ازدی** (۱۵۱ھ)۔ کتاب الجامع (ملحق بمصنف عبد الرزاق)۔ بیروت، لبنان، المکتب الاسلامی، ۱۴۰۳ھ۔

۴۴۔ **مقدسی**، ابو عبد اللہ محمد بن عبد الواحد بن احمد حنبلی (۵۶۹-۶۴۳ھ/ ۱۱۷۳-۱۲۴۵ء)۔ الأحادیث المختارۃ۔ مکہ مکرمہ، سعودی عرب: مکتبۃ النہضۃ الحدیثۃ، ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء۔

۴۵۔ **منذری**، ابو محمد عبد العظیم بن عبد القوی بن عبد اللہ بن سلامہ بن سعد (۵۸۱-۶۵۶ھ/ ۱۱۸۵- ۱۲۵۸ء)۔ الترغیب والترھیب من الحدیث الشریف۔ بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ ، ۱۴۱۷ھ۔

۴۶۔ **نسائی**، ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب بن علی (۲۱۵-۳۰۳ھ/ ۸۳۰-۹۱۵ء)۔ السنن۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ ، ۱۴۱۶ھ/ ۱۹۹۵ء+ حلب، شام: مکتب المطبوعات الاسلامیہ، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء۔

۴۷۔ **نسائی**، ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی (۲۱۵- ۳۰۳ھ/۸۳۰-۹۱۵ء)۔ السنن الکبری۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ ، ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۱ء۔

۴۸۔ **نووی**، ابو زکریا محی الدین یحیٰی بن شرف بن مری (۶۳۱-۶۷۶ھ)۔ ریاض الصالحین من کلام سید المرسلین۔ بیروت، لبنان: دار الخیر، ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۱ء۔

۴۹۔ **ہیثمی**، نور الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر بن سلیمان (۷۳۵-۸۰۷ھ/ ۱۳۳۵-۱۴۰۵ء)۔ مجمع الزوائد ومنبع الفوائد۔ قاہرہ، مصر: دار الریان للتراث + بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء۔

۵۰۔ **ابو یعلیٰ**، احمد بن علی بن مثنی بن یحیٰی بن عیسیٰ بن ہلال موصلی تمیمی (۲۱۰-۳۰۷ھ/ ۸۲۵-۹۱۹ء)۔ المسند۔ دمشق، شام: دار المأمون للتراث، ۱۴۰۴ھ/ ۱۹۸۴ء۔

(۴) شروحات الحدیث

۵۱۔ **ابن حجر عسقلانی**، ابو الفضل احمد بن علی بن حجر کنانی شافعی (۷۷۳-۸۵۲ھ/ ۱۳۷۲-۱۴۴۹ء)۔ **فتح الباري شرح صحيح البخاري**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۳۷۹ھ۔

۵۲۔ **شبیر احمد عثمانی**، شبیر احمد بن فضل الرحمان ہندی (۱۳۰۵-۱۳۶۹ھ/ ۱۸۸۹-۱۹۴۹ء)۔ **فتح الملهم بشرح صحيح الإمام مسلم**۔ دمشق، شام: دار القلم، ۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۶ء۔

۵۳۔ **ابن عبد البر**، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن عبد البر النمری، (۳۶۸-۴۶۳ھ/ ۹۷۹-۱۰۷۱ء)۔ **التمهيد لما في الموطا من المعاني والأسانيد**۔ مغرب (مراکش): وزارت عموم الأوقاف، ۱۳۸۷ھ۔

۵۴۔ **قاضی عیاض**، ابو الفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض بن عمرو بن موسیٰ یحصبی (۴۷۶-۵۴۴ھ/ ۱۰۸۳-۱۱۴۹ء)۔ **إكمال المعلم بفوائد مسلم**۔ بیروت، لبنان: دار الوفا للطباعہ والنشر والتوزیع، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء۔

۵۵۔ **مناوی**، عبدالرؤف بن تاج العارفین بن علی (۹۵۲-۱۰۳۱ھ/ ۱۵۴۵-۱۶۲۱ء)۔ **فيض القدير شرح الجامع الصغير**۔ مصر: مکتبہ تجاریہ کبریٰ، ۱۳۵۶ھ۔

۵۶۔ **نووی**، ابو زکریا محی الدین یحیٰ بن شرف بن مری (۶۳۱-۶۷۶ھ)۔ **شرح النووي على صحيح مسلم**۔ بیروت، لبنان: دار إحیاء التراث، ۱۳۹۲ھ۔

(۵) أسماء الرجال

۵۷۔ **بخاری**، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ (۱۹۴-۲۵۶ھ/ ۸۱۰-۸۷۰ء)۔ **التاريخ الكبير**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۱ء۔

۵۸۔ ذہبی، ابو عبد اللہ شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان (۶۷۳-۷۴۸ھ/ ۱۲۷۴-۱۳۴۸ء)۔ میزان الاعتدال فی نقد الرجال۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۵ء۔

۵۹۔ ابن حبان، ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان (۲۷۰-۳۵۴ھ/۸۸۴-۹۶۵ء)۔ الثقات۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۳۹۵ھ/ ۱۹۷۵ء۔

۶۰۔ ابن حجر عسقلانی، ابو الفضل احمد بن علی کنانی (۷۷۳-۸۵۲ھ/۱۳۷۲- ۱۴۴۹ء)۔ تہذیب التہذیب۔ بیروت، لبنان: دارالفکر، ۱۴۰۴ھ۔

۶۱۔ ابن عبد البر، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد (۳۶۸-۴۶۳ھ/ ۹۷۹-۱۰۷۱ء)۔ الاستعاب فی معرفة الاصحاب۔ بیروت، لبنان: دار الجیل، ۱۴۱۲ھ۔

(۶) الفقہ واُصول الفقہ

۶۲۔ ابن رشد، ابو ولید محمد بن احمد بن محمد بن رشد القرطبی (م ۵۹۵ھ)۔ بدایة المجتہد۔ بیروت، لبنان: دارالفکر۔

۶۳۔ سرخسی، شمس الدین (م۴۸۳ھ)۔ کتاب المبسوط۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء۔

۶۴۔ شوکانی، محمد بن علی بن محمد (۱۱۷۳-۱۲۵۰ھ/۱۷۶۰-۱۸۳۴ء)۔ فتح القدیر۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء۔

۶۵۔ شوکانی، محمد بن علی بن محمد (۱۱۷۳-۱۲۵۰ھ/۱۷۶۰-۱۸۳۴ء)۔ نیل الأوطار شرح منتقی الأخبار۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء۔

۶۶۔ ابن ابی عاصم، ابوبکر عمرو بن ابی عاصم ضحاک شیبانی(۲۰۶-۲۸۷ھ/۸۲۲-۹۰۰ء)۔ الدیات۔ کراچی، پاکستان: إدارة القرآن والعلوم، ۱۴۰۷ھ۔

۶۷۔ **ابن قدامہ**، ابو محمد عبد اللہ بن احمد المقدسی (۵۴۱-۶۲۰ھ)۔ **المغني في فقه الإمام أحمد بن حنبل الشيباني**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۰۵ھ۔

۶۸۔ **ابن قیم**، ابو عبد اللہ محمد بن ابو بکر ایوب الزرعی (۶۹۱-۷۵۱ھ)۔ **أحکام أهل الذمة**۔ بیروت، لبنان: دار ابن حزم، ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۷ء۔

۶۹۔ **یحییٰ بن آدم**، ابو زکریا ابن سلیمان قرشی (۲۰۳ھ)۔ **کتاب الخراج**۔ لاہور، پاکستان: المکتبۃ الاسلامیۃ، ۱۹۷۴ء۔

(۷) السیرۃ

۷۰۔ **بیہقی**، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴-۴۵۸ھ/۹۹۴-۱۰۶۶ء)۔ **دلائل النبوة**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء۔

۷۱۔ **ابن کثیر**، ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر بن ضوء بن کثیر بن زرع بصروی (۷۰۱-۷۷۴ھ/۱۳۰۱-۱۳۷۳ء)۔ **شمائل الرسول ﷺ**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفۃ۔

(۸) العقائد

۷۲۔ **آجری**، ابو بکر محمد بن حسین بن عبد اللہ (م ۳۶۰ھ)۔ **الشریعة**۔ ریاض، سعودی عرب: دار الوطن، ۱۴۲۰ھ/ ۱۹۹۹ء۔

۷۳۔ **ابو منصور ماتریدی**، محمد بن محمد بن منصور الحنفی (م۳۳۳ھ)۔ **تأویلات أهل السنة**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۷۴۔ **شہرستانی**، ابو الفتح محمد بن عبدالکریم بن ابی بکر احمد (۴۷۹-۵۴۸ھ)۔ **الملل والنحل**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفۃ، ۲۰۰۱ء۔

(۹) الفتاوی

۷۵۔ ابن تیمیہ، ابو العباس احمد بن عبد الحلیم حرانی (۶۶۱-۷۲۸ھ/ ۱۲۶۳-۱۳۲۸ء)۔ مجموع الفتاوی۔ مکتبہ ابن تیمیہ۔

(۱۰) التصوف

۷۶۔ احمد بن حنبل، ابوعبد اللہ شیبانی (۱۶۴-۲۴۱ھ/ ۷۸۰-۸۵۵ء)۔ الزھد۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیۃ، ۱۳۹۸ء۔

۷۷۔ بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴-۴۵۸ھ/ ۹۹۴-۱۰۶۶ء)۔ کتاب الزھد الکبیر۔ مکہ مکرمہ، سعودی عرب: مکتبہ دار الباز، ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۴ء۔

۷۸۔ ابن جوزی، ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی بن محمد بن علی بن عبید اللہ (۵۱۰-۵۷۹ھ/ ۱۱۱۶-۱۲۰۱ء)۔ صفة الصفوه۔ بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ، ۱۴۰۹ھ/ ۱۹۸۹ء۔

۷۹۔ ابن ابی الدنیا، ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن عبید بن بن سفیان قیس قرشی (۲۰۸-۲۸۱ھ)۔ الأھوال۔ بیروت، لبنان: موسسہ الکتب الثقافیہ۔

۸۰۔ ابن ابی الدنیا، ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن عبید بن بن سفیان قیس قرشی (۲۰۸-۲۸۱ھ)۔ الاولیاء۔ بیروت، لبنان: موسسہ الکتب الثقافیہ، ۱۴۱۳ھ۔

۸۱۔ ابن مبارک، ابو عبد الرحمٰن عبد اللہ بن واضح مروزی (۱۱۸-۱۸۱ھ/ ۷۳۶-۷۹۸ء)۔ کتاب الزھد۔ بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ، ۱۴۰۹ھ/ ۱۹۸۹ء۔

۸۲۔ ابونعیم، احمد بن عبد اللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران اصبہانی (۳۳۶-۴۳۰ھ/ ۹۴۸-۱۰۳۸ء)۔ حلیة الأولیاء وطبقات الأصفیاء۔ بیروت، لبنان:

دار الکتاب العربي، ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء۔

۸۳۔ **ہناد**، ابن سری کوفی (۱۵۲۔۲۴۳ھ)۔ **الزهد**۔ کویت: دار الخلفاء للکتاب الاسلامي، ۱۴۰۶ھ۔

(۱۱) التاریخ

۸۴۔ **ابن اثیر**، ابو الحسن علی بن محمد بن عبد الکریم شیبانی جزری (۵۵۵-۶۳۰ھ/ ۱۱۶۰-۱۲۳۳ء)۔ **الکامل في التاریخ**۔ بیروت، لبنان: دار صادر، ۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء۔

۸۵۔ **ابن عساکر**، ابو قاسم علی بن الحسن بن ہبۃ اللہ بن عبد اللہ بن حسین دمشقی الشافعی (۴۹۹-۵۷۱ھ/ ۱۱۰۵-۱۱۷۶ء)۔ **تاریخ دمشق الکبیر المعروف بـ: تاریخ ابن عساکر**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۹۹۵ء۔

۸۶۔ **ابن کثیر**، ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر بن ضوء بن کثیر (۷۰۱-۷۷۴ھ/ ۱۳۰۱-۱۳۷۳ء)۔ **البدایة والنهایة**۔ بیروت، لبنان: مکتبہ المعارف۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی معرکہ آراء تصانیف ﴿جون 2015ء تک﴾

A. القرآن وعلوم القرآن

01. عرفانُ القرآن (اُردو ترجمہ قرآنِ حکیم)
02. تفسیر منہاجُ القرآن (سورۃُ الفاتحہ، جزو اوّل)
03. تفسیر منہاجُ القرآن (سورۃُ البقرہ)
04. مَناهِجُ الْعِرْفَان فِي لَفْظِ الْقُرْآن (لفظِ قرآن کے معانی و معارف)
05. سورۂ فاتحہ اور تعمیرِ شخصیت
06. اَسمائے سورۂ فاتحہ
07. سورۂ فاتحہ اور تصورِ ہدایت
08. اُسلوبِ سورۂ فاتحہ اور نظامِ فکر و عمل
09. سورۂ فاتحہ اور تعلیماتِ طریقت
10. سورۂ فاتحہ اور اِنسانی زندگی کا اِعتقادی پہلو
11. شانِ اَوّلیت اور سورۂ فاتحہ
12. اَوّلیتِ سورہ فاتحہ اور اَوّلیتِ نورِ محمدی
13. سورۂ فاتحہ اور تصورِ عبادت
14. حکمتِ اِستعاذہ (تفسیر اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ)
15. تَسْمِيَةُ الْقُرْآن (تفسیر بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَانِ الرَّحِيْمِ)
16. فلسفۂ تسمیہ
17. معارفِ اِسمِ اَللّٰہ
18. لفظِ ربُّ العالمین کی علمی و سائنسی تحقیق
19. صفتِ رحمت کی شانِ اِمتیاز
20. معارِفِ آیۃ الکرسی
21. معارِفُ الکوثر
22. كَشْفُ الْغِطَا عَنْ مَعْرِفَةِ الْأَقْسَامِ لِلْمُصْطَفٰى ﷺ
23. العِرْفَانُ فِي فَضَائِلِ وَآدَابِ الْقُرْآنِ ﴿قرآن حکیم اور تلاوتِ قرآن کے فضائل﴾
24. اَلتِّبْيَان فِي فَضْلِ بَعْضِ سُوَرِ الْقُرْآن ﴿قرآن حکیم کی منتخب سورتوں کے فضائل﴾
25. زُبْدَةُ الْعِرْفَان فِي فَضَائِلِ الْقُرْآن ﴿فضائلِ قرآن پر چالیس اَحادیثِ مبارکہ﴾
26. 'کنز الایمان' کی فنی حیثیت

B. الحدیث

27. اَلْمِنْهَاجُ السَّوِيّ مِنَ الْحَدِيْثِ النَّبَوِيّ ﴿فہمِ دین اور اِصلاحِ اَحوال و عقائد پر مجموعہ اَحادیث مع اُردو ترجمہ﴾
28. هِدَايَةُ الْأُمَّة عَلٰى مِنْهَاجِ الْقُرْآنِ وَالسُّنَّة (الجزء الأوّل): اُمتِ محمدیہ کے لیے قرآن و حدیث سے ضابطہ رُشد و ہدایت
29. مَعَارِجُ السُّنَنِ لِلنَّجَاةِ مِنَ الضَّلَالِ وَالْفِتَنِ (المجلد الأول)
30. مَعَارِجُ السُّنَنِ لِلنَّجَاةِ مِنَ الضَّلَالِ وَالْفِتَنِ (المجلد الثاني)
31. مَعَارِجُ السُّنَنِ لِلنَّجَاةِ مِنَ الضَّلَالِ وَالْفِتَنِ (المجلد الثالث)
32. مَعَارِجُ السُّنَنِ لِلنَّجَاةِ مِنَ الضَّلَالِ وَالْفِتَنِ (المجلد الرابع)
33. مَعَارِجُ السُّنَنِ لِلنَّجَاةِ مِنَ الضَّلَالِ وَالْفِتَنِ (المجلد الخامس)
34. جَامِعُ السُّنَّة فِيمَا يَحْتَاجُ إِلَيْهِ آخرُ الْأُمَّة ﴿كِتَابُ الْمَنَاقِب﴾ (اَنبیاء کرام، اَہل بیتِ اَطہار، صحابہ کرام اور اَولیاء و صالحین کے فضائل و مناقب مع عربی متن، اُردو ترجمہ و تحقیق و تخریج)
35. اَلْخُطْبَةُ السَّدِيْدَة فِي أُصُوْلِ الْحَدِيْثِ وَفُرُوْعِ الْعَقِيْدَة

الحدیث: عرفانِ باری تعالی

36. اَلْعُبُدِيَّة فِي الْحَضْرَةِ الصَّمَدِيَّة ﴿بارگاہِ اِلٰہی سے تعلقِ بندگی﴾

37. اَلْبَيَان فِي رَحْمَةِ الْمَنَّان ﴿رحمتِ اِلٰہی پر اِیمان اَفروز احادیثِ مبارکہ کا مجموعہ﴾

الحدیث: فضائل و خصائلِ نبوی

38. اَلْمَكَانَةُ الْعَلِيَّة فِي الْخَصَائِصِ النَّبَوِيَّة ﴿حضور ﷺ کے نبوی خصائص مبارکہ﴾

39. اَلْمِيزَاتُ النَّبَوِيَّة فِي الْخَصَائِصِ الدُّنْيَوِيَّة ﴿حضور ﷺ کے دُنیوی خصائصِ مبارکہ﴾

40. اَلْعَظَمَةُ النَّبَوِيَّة فِي الْخَصَائِصِ الْبَرْزَخِيَّة ﴿حضور ﷺ کے برزخی خصائصِ مبارکہ﴾

41. اَلْفُتُوحَاتُ النَّبَوِيَّة فِي الْخَصَائِصِ الأُخْرَوِيَّة ﴿حضور ﷺ کے اُخروی خصائصِ مبارکہ﴾

42. اَلْجَوَاهِرُ النَّقِيَّة فِي الشَّمَائِلِ النَّبَوِيَّة ﴿حضور ﷺ کے شمائلِ مبارکہ﴾

43. اَلْمَطَالِبُ السَّنِيَّة فِي الْخَصَائِلِ النَّبَوِيَّة ﴿حضور ﷺ کے خصائلِ مبارکہ﴾

44. اَلْوَفَا فِي رَحْمَةِ النَّبِيِّ الْمُصْطَفٰى ﷺ ﴿جمیع خلق پر حضور نبی اکرم ﷺ کی رحمت و شفقت﴾

45. بُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ فِي شَفَاعَةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ ﷺ ﴿شفاعتِ مصطفیٰ ﷺ پر منتخب اَحادیثِ مبارکہ﴾

46. اَلْبَدْرُ التَّمَام فِي الصَّلَاةِ عَلٰى صَاحِبِ الدُّنُوِّ وَالْمَقَام ﷺ ﴿درود شریف کے فضائل و برکات﴾

47. كَشْفُ الْأَسْرَار فِي مَحَبَّةِ الْمَوْجُوْدَاتِ لِسَيِّدِ الْأَبْرَار ﷺ ﴿حضور ﷺ سے حیوانات، نباتات اور جمادات کی محبت﴾

48. عُمْدَةُ الْبَيَان فِي عَظَمَةِ سَيِّدِ وَلَدِ عَدْنَان ﷺ ﴿حضور نبی اکرم ﷺ کی عظمت اور اِختیارات﴾

49. النِّعْمَةُ الْعُلْيَا عَلٰى أَوَّلِ الْخَلْقِ وَآخِرِ الْأَنْبِيَاء ﷺ ﴿حضور ﷺ کا شرفِ نبوت اور اَوّلیتِ خلقت﴾

50. رَاحَةُ الْقُلُوْب فِي مَدْحِ النَّبِيِّ الْمَحْبُوْبِ ﷺ ﴿مدحت و نعتِ مصطفیٰ ﷺ پر منتخب آیات و احادیث﴾

الحدیث: فضائل و مناقب

51. أَحْسَنُ السُّبُل فِي مَنَاقِبِ الْأَنْبِيَاءِ وَالرُّسُل علیہم السلام ﴿اَنبیاء و رُسل علیہم السلام کے فضائل و مناقب﴾

52. اَلنَّجَابَةُ فِي مَنَاقِبِ الصَّحَابَةِ وَالْقَرَابَةِ رضی اللہ عنہم ﴿صحابہ کرام و اَہلِ بیت اَطہار رضی اللہ عنہم کے فضائل و مناقب﴾

53. اَلْإِجَابَة فِي مَنَاقِبِ الْقَرَابَة رضی اللہ عنہم ﴿اہلِ بیتِ اطہار علیہم السلام کے فضائل و مناقب﴾

54. اَلْإِنَابَة فِي مَنَاقِبِ الصَّحَابَة رضی اللہ عنہم ﴿صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل و مناقب﴾

55. اَلْقَوْلُ الْوَثِيْق فِي مَنَاقِبِ الصِّدِّيْق رضی اللہ عنہ ﴿سیدنا صدیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب﴾

56. اَلْقَوْلُ الصَّوَاب فِي مَنَاقِبِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّاب رضی اللہ عنہ ﴿سیدنا فاروقِ اَعظم رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب﴾

57. رَوْضُ الجِنَان فِي مَنَاقِبِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّان رضی اللہ عنہ ﴿سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب﴾

58. كَنْزُ الْمَطَالِب فِي مَنَاقِبِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِب رضی اللہ عنہ ﴿سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب﴾

59. اَلْعِقْدُ الثَّمِيْن فِي مَنَاقِبِ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْن ﴿اُمہات المومنین رضی اللہ عنہن کے فضائل و مناقب﴾

60. اَلدُّرَّةُ الْبَيْضَاء فِي مَنَاقِبِ فَاطِمَةَ الزَّهْرَاء علیہا السلام ﴿سیدہ فاطمۃ الزہراء علیہا السلام کے فضائل و مناقب﴾

61. مَرَجَ الْبَحْرَيْن فِي مَنَاقِبِ الْحَسَنَيْن علیہما السلام ﴿حسنین کریمین علیہما السلام کے فضائل و مناقب﴾

62. اَلسَّيْفُ الْجَلِي عَلٰى مُنْكِرِ وِلَايَةِ عَلِيٍّ علیہ السلام ﴿اعلانِ غدیر﴾

63. اَلْقَوْلُ الْمُعْتَبَر فِي الْإِمَامِ الْمُنْتَظَر علیہ السلام ﴿اِمام مہدی علیہ السلام﴾

64. رَوْضَةُ السَّالِكِيْن فِي مَنَاقِبِ الْأَوْلِيَاءِ وَالصَّالِحِيْن ﴿اَولیاء و صالحین کے فضائل و مناقب﴾

65. الْبَيِّنَاتُ فِي الْمَنَاقِبِ وَالْكَرَامَاتِ ﴿فضائل و

کرامات ...... اَحادیثِ نبوی کی روشنی میں﴾

66. اَلْمَنَاهِلُ الصَّفِيَّة فِي شَرَفِ الْأُمَّةِ الْمُحَمَّدِيَّة ﴿اُمتِ محمدیہ کا شرف اور فضیلت﴾

الحديث: عقائد و عبادات

67. أَحْسَنُ الصَّنَاعَة فِي إِثْبَاتِ الشَّفَاعَة ﴿عقیدۂ شفاعت: اَحادیثِ مبارکہ کی روشنی میں﴾

68. اَلصَّفَا فِي التَّوَسُّلِ وَالتَّبَرُّک بِالْمُصْطَفَی ﷺ ﴿حضور نبی اکرم ﷺ سے توسُّل اور تبرک﴾

69. الصَّلَاةُ عِنْدَ الْحَنَفِيَّةِ فِي ضَوءِ السُّنَّةِ النَّبَوِيَّةِ ﴿حضور نبی اکرم ﷺ کا طریقۂ نماز﴾

70. التَّصْرِيْحُ فِي صَلَاةِ التَّرَاوِيْحِ ﴿بیس رکعت نمازِ تراویح کا ثبوت﴾

71. النَّجَاة فِي إِقَامَةِ الصَّلاَة ﴿فضائلِ نماز پر منتخب آیات و احادیث اور آثار و اَقوال﴾

72. الدُّعَاءُ وَالذِّكْرُ بَعْدَ الصَّلَاةِ ﴿نماز کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنے اور ذکر بالجہر کرنے پر مجموعہ آیات و اَحادیث﴾

73. الإِنْعَام فِي فَضْلِ الصِّيَامِ وَالْقِيَام ﴿روزہ اور قیام اللیل کی فضیلت پر منتخب آیات و احادیث﴾

74. الإِنْتِبَاهُ لِلْخَوَارِجِ وَالْحَرُوْرَاءِ ﴿گستاخانِ رسول ...... اَحادیثِ نبوی کی روشنی میں﴾

75. اللُّبَابُ فِي الْحُقُوْقِ وَالآدَابِ ﴿اِنسانی حقوق و آداب ...... اَحادیثِ نبوی کی روشنی میں﴾

76. مِنْهَاجُ السَّلَامَة فِي الدَّعْوَةِ إِلَى الْإِقَامَة ﴿اقامتِ دین اور اَمن و سلامتی کی راہ﴾

77. تُحْفَةُ النُّقَبَاء فِي فَضِيْلَةِ الْعِلْمِ وَالْعُلَمَاء ﴿فروغِ علم و شعور کی اَہمیت و فضیلت﴾

78. اَلْكَنْزُ الثَّمِيْن فِي فَضِيْلَةِ الذِّكْرِ وَالذَّاكِرِيْن ﴿ذِکرِ اِلٰہی اور ذاکرین کے فضائل﴾

79. اَلْأَحْكَامُ الشَّرْعِيَّة فِي كَوْنِ الْإِسْلَامِ دِيْنًا لِخِدْمَةِ الْإِنْسَانِيَّة ﴿اِسلام اور خدمتِ اِنسانیت﴾

الحديث: شخصيات و مرويات صوفياء

80. الْقَولُ الْقَوِيّ فِي سَمَاعِ الْحَسَنِ عَنْ عَلِيّ رضی اللہ عنہ (عربی مع اُردو ترجمہ)

81. تَكْمِيْلُ الصَّحِيْفَة بِأَسَانِيْدِ الْحَدِيْث فِي الْإِمَامِ أَبِي حَنِيْفَة رضی اللہ عنہ

82. الأنوارُ النَّبَوِيَّة فِي الأسانيدِ الْحَنَفِيَّة (مَعَ أُحَادِيَاتِ الْإِمَامِ الْأَعْظَمِ رضی اللہ عنہ)

83. سلسلہ مروياتِ صوفیاء (۱): اَلْمَرْوِيَّاتُ السُّلَمِيَّةُ مِنَ الْأَحَادِيْثِ النَّبَوِيَّةِ ﴿امام ابوعبد الرحمان محمد السلمیؒ کی مرفوع متصل روایات﴾

84. سلسلہ مروياتِ صوفیاء (۲): اَلْمَرْوِيَّاتُ الْقُشَيْرِيَّةُ مِنَ الْأَحَادِيْثِ النَّبَوِيَّةِ ﴿امام ابو القاسم عبد الکریم القشیریؒ کی مرفوع متصل روایات﴾

85. سلسلہ مروياتِ صوفیاء (۳): اَلْمَرْوِيَّاتُ السُّهْرَوَرْدِيَّةُ مِنَ الْأَحَادِيْثِ النَّبَوِيَّةِ ﴿شیخ شہاب الدین السہروردیؒ کی مرفوع متصل روایات﴾

86. سلسلہ مروياتِ صوفیاء (٤): مَرْوِيَّاتُ الشَّيْخِ الْأَكْبَرِ مِنْ أَحَادِيْثِ النَّبِيِّ الْأَطْهَر ﷺ ﴿شیخ اکبر محی الدین ابن العربیؒ کی مرفوع متصل روایات﴾

87. اَلْمُنْتَقَى لأَسَانِيْدِ الْعَسْقَلانِي إِلَى أَئِمَّةِ التَّصَوُّف وَالْعِلْمِ الرَّبَّانِي

88. کتبِ حدیث میں مروياتِ اِمام اَعظم رضی اللہ عنہ

الحديث: اربعينات

89. اَلْأَرْبَعِيْن فِي فَضَائِلِ النَّبِيِّ الْأَمِيْن ﷺ ﴿حضور نبی اکرم ﷺ کے فضائل و مناقب﴾

90. سلسلۂ اَربعینات: اَلْعَسَلُ النَّقِيّ فِي أَسْمَاءِ النَّبِيّ ﴿اَسماے مصطفیٰ ﷺ﴾

91. سلسلۂ اَربعینات: فَرْحَةُ الْقُلُوْب فِي مَوْلِدِ النَّبِيِّ الْمَحْبُوْب ﷺ (میلاد النبی ﷺ: اَحادیثِ مبارکہ کی روشنی میں)

92. سلسلۂ اربعینات: تُحْفَةُ النُّبَلاء فِي فَضْلِ الرُّسُلِ وَالْأَنْبِيَاء علیہم السلام (انبیاء و رُسل علیہم السلام کی فضیلت)

93. سلسلۂ اربعینات: أَطْيَبُ الطِّيب فِي حُبِّ النَّبِيِّ الْحَبِيْب ﷺ ﴿محبتِ رسول ﷺ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی وارفتگی﴾

94. سلسلۂ اربعینات: نُوْرُ الْعَيْنَيْن فِي طَاعَةِ سَيِّدِ الثَّقَلَيْن ﷺ ﴿اطاعتِ مصطفیٰ ﷺ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان اَفروز واقعات﴾

95. سلسلۂ اربعینات: حُسْنُ الْكَلَام مِنْ مَدَائِحِ صَحَابَةِ خَيْرِ الْأَنَام ﷺ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نعتیہ کلام سے اِنتخاب)

96. سلسلۂ اربعینات: اَلْمَدَائِحُ الْحِسَان مِنْ كَلَامِ سَيِّدِنَا حَسَّان رضی اللہ عنہ (سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا نعتیہ کلام)

97. سلسلۂ اربعینات: تُحْفَةُ الأنَام في فَضْلِ الصَّلَاةِ وَالسَّلَام ﴿فضیلتِ درود وسلام﴾

98. سلسلۂ اربعینات: اَلْعَطَاءُ الْعَمِيْم فِي رَحْمَةِ النَّبِيِّ الْعَظِيْم ﷺ ﴿رحمتِ مصطفیٰ ﷺ﴾

99. سلسلۂ اربعینات: اَلْمَنْهَلُ الصَّفِيّ فِي زِيَارَةِ قَبْرِ النَّبِيِّ ﷺ ﴿زیارتِ روضۂ رسول ﷺ کی فضیلت﴾

100. سلسلۂ اربعینات: اَلنُّوْرُ الْمُبِيْن فِي حَيَاةِ النَّبِيِّ الْأَمِيْن ﷺ ﴿حیات النبی ﷺ﴾

101. سلسلۂ اربعینات: اَلْفَوْزُ الْجَلِيّ فِي التَّوَسُّلِ بِالنَّبِيِّ ﷺ ﴿حضور ﷺ سے توسل﴾

102. سلسلۂ اربعینات: اَلشَّرَفُ الْعَلِيّ فِي التَّبَرُّكِ بِالنَّبِيِّ ﷺ ﴿ذاتِ مصطفیٰ ﷺ سے حصولِ برکت﴾

103. سلسلۂ اربعینات: اَلتَّصَرُّفَاتُ النَّبَوِيَّة فِي الْأُمُوْرِ التَّشْرِيْعِيَّة ﴿تشریعی اُمور میں تصرفاتِ مصطفیٰ ﷺ﴾

104. سلسلۂ اربعینات: اَلْأَخْبَارُ الْغَيْبِيَّة فِي الْعُلُوْمِ النَّبَوِيَّة ﴿حضور ﷺ کا علم غیب﴾

105. سلسلۂ اربعینات: اَلرَّحَمَات فِي إِيْصَالِ الثَّوَابِ إِلَى الْأَمْوَات ﴿اِیصالِ ثواب﴾

106. سلسلۂ اربعینات: جَلَاءُ الصُّدُوْر فِي زِيَارَةِ الْقُبُوْر ﴿فضیلتِ زیارتِ قبور﴾

107. سلسلۂ اربعینات: هِدَايَةُ الطَّالِبِيْن فِي فَضَائِلِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْن رضی اللہ عنہم ﴿خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے فضائل ومناقب﴾

108. سلسلۂ اربعینات: اَلْقَوْلُ الْمَقْبُوْل فِي ذِكْرِ أَصْحَابِ الرَّسُوْل رضی اللہ عنہم ﴿صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذِکرِ جمیل﴾

109. سلسلۂ اربعینات: حُسْنُ الْمَآب فِي ذِكْرِ أَبِي تُرَاب رضی اللہ عنہ ﴿سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ذکرِ جمیل﴾

110. سلسلۂ اربعینات: اَلْفُتُوْحَات فِي الْأَذْكَارِ بَعْدَ الصَّلَوَات ﴿نمازِ پنج گانہ کے بعد کے اَذکار﴾

111. سلسلۂ اربعینات: اَلْإِكْرَام فِي فَضْلِ شَهْرِ الصِّيَام (ماہِ رمضان کے فضائل)

112. سلسلۂ اربعینات: اَلتَّوَرُّع فِي صِيَامِ التَّطَوُّع (نفلی روزوں کے فضائل)

113. سلسلۂ اربعینات: اَلْكَشَّاف فِي فَضْلِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ وَالْاِعْتِكَاف (شبِ قدر اور اِعتکاف کے فضائل)

114. سلسلۂ اربعینات: نُوْرُ الْمِشْكَاة فِي فَضْلِ الزَّكَاة (فضائلِ زکوٰۃ)

115. سلسلۂ اربعینات: اَلثَّمَرَاتُ فِي فَضَائِلِ الصَّدَقَات (فضائلِ صدقات وخیرات)

116. سلسلۂ اربعینات: اَلْإِدْرَاک فِي فَضْلِ الْإِنْفَاقِ وَذَمِّ الْإِمْسَاک (اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی فضیلت)

117. سلسلۂ اربعینات: اَلنَّضْرَة فِي فَضِيْلَةِ الْحَجِّ وَالْعُمْرَة (فضائلِ حج وعمرہ)

118. سلسلۂ اربعینات: اَللَّوَامِع فِي فَضْلِ الْجَوَامِع (فضیلتِ مساجد)

C. اِیمانیات وعبادات

D. اِعتقادیات (اُصول وفروع)

E. سیرت و فضائلِ نبوی

223. سیرۃُ الرسول ﷺ کی شخصی و رِسالتی اَہمیت
224. سیرۃُ الرسول ﷺ کی تہذیبی و ثقافتی اَہمیت
225. سیرۃُ الرسول ﷺ کی اِقتصادی اَہمیت
226. سیرتِ نبوی کی تاریخی اَہمیت
227. سیرۃُ الرسول ﷺ کی عصری و بین الاقوامی اَہمیت
228. قرآن اور سیرتِ نبوی کا نظریاتی و اِنقلابی فلسفہ

F. ختمِ نبوت و تقابلِ اَدیان

229. عقیدۂ ختمِ نبوت
230. حیات و نزولِ مسیح علیہ السلام اور وِلادتِ اِمام مہدی علیہ السلام (عقیدۂ ختمِ نبوت کے تناظر میں)
231. عقیدۂ ختمِ نبوت اور مرزا غلام احمد قادیانی
232. مرزائے قادیان اور تشریعی نبوت کا دعویٰ
233. مرزائے قادیان کی دِماغی کیفیت
234. عقیدۂ ختمِ نبوت اور مرزائے قادیان کا متضاد موقف
235. اِسلام اور اَہلِ کتاب (تعلیماتِ قرآن و سُنّت اور تصریحاتِ اَئمہ دین)
236. مناظرۂ ڈنمارک

G. فقہیات

237. دہشت گردی اور فتنۂ خوارِج (مبسوط تاریخی فتویٰ)
238. الحکم الشرعی
239. خونِ مسلم کی حرمت
240. عصرِ حاضر اور فلسفۂ اِجتہاد
241. اِجتہاد اور اُس کا دائرۂ کار
242. نص اور تعبیرِ نص
243. تحقیقِ مسائل کا شرعی اُسلوب
244. تاریخِ فقہ میں ہدایہ اور صاحبِ ہدایہ کا مقام
245. منہاج المسائل
246. **لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ** کا قرآنی فلسفہ
247. عصرِ حاضر کے جدید مسائل اور شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری
248. نصابِ تربیت (حصہ اَوّل)
249. **مِنْهَاجُ الْخُطْبَاتِ لِلْعِيْدَيْنِ وَالْجُمُعَاتِ**
250. **اَلتَّصَوُّرُ التَّشْرِيْعِيّ لِلْحُكْمِ الْإِسْلَامِيّ**
251. **فَلْسَفَةُ الْإِجْتِهَادِ وَالْعَالَمُ الْمُعَاصِرِ**
252. **اَلْجَرِيْمَةُ فِي الْفِقْهِ الْإِسْلَامِيّ**

H. اَخلاق و تصوف

253. حسنِ اَعمال
254. حسنِ اَحوال
255. حسنِ اَخلاق
256. حقیقتِ تصوّف
257. سلوک و تصوف کا عملی دستور
258. اِسلامی تربیتی نصاب (جلد اَوّل)
259. اِسلامی تربیتی نصاب (جلد دُوُم)
260. اِطاعتِ الٰہی
261. ذکرِ الٰہی
262. محبتِ الٰہی
263. خشیتِ الٰہی اور اُس کے تقاضے
264. تذکرے اور صحبتیں
265. اَخلاقُ الانبیاء
266. صفائے قلب و باطن
267. فسادِ قلب اور اُس کا علاج
268. زندگی نیکی اور بدی کی جنگ ہے
269. ہر شخص اپنے نشۂ عمل میں گرفتار ہے
270. ہمارا اَصلی وطن
271. جرم، توبہ اور اِصلاحِ اَحوال
272. طبقاتُ العباد (اللہ تعالیٰ کے محبوب و مغضوب بندوں کا بیان)
273. فطرت کا قرآنی تصوّر
274. تربیت کا قرآنی منہاج
275. دل جي صفائي (سندھی ترجمہ)

I. اَوراد و وظائف

276. اَلْفُيُوضَاتُ الْمُحَمَّدِيَّة
277. دَلَائِلُ الْبَرَكَات فِي التَّحِيَّاتِ وَالصَّلَوَات (بارگاہِ رِسالت مآب ﷺ میں اَڑھائی ہزار درود و سلام کا ہدیہ عقیدت و محبت: عربی مع اُردو ترجمہ)
278. اَلدَّعَوَاتُ وَالْأَذْكَارُ مِنْ سُنَّةِ النَّبِيِّ الْمُخْتَار ﷺ ﴿مسنون دعاؤں اور اَذکار پر مشتمل مجموعہ آیات و اَحادیث﴾
279. اَلْأَذْكَارُ الْإِلٰـهِيَّة
280. اَلدَّعَوَاتُ الْقُدُسِيَّة
281. أَحْسَنُ الْمَوْرِدِ فِي صَلٰوةِ الْمَوْلِدِ
282. صَلَوَاتُ سُوَرِ الْقُرْآنِ عَلٰى سَيِّدِ وَلَدِ عَدْنَانَ ﷺ
283. أَسْمَاءُ حَامِلِ اللِّوَاءِ مُرَتَّبَةٌ عَلٰى حُرُوْفِ الْهِجَاءِ
284. صَلَاةُ الْأَكْوَان (درودِ کائنات)
285. صَلَاةُ الْمِيْلَادِ (درودِ میلاد)
286. صَلَاةُ الشَّمَائِل (درودِ شمائل)
287. صَلَاةُ الْفَضَائِل (درودِ فضائل)
288. صَلَاةُ الْمِعْرَاج (درودِ معراج)
289. صَلَاةُ السِّيَادَة (درودِ سیادت)
290. مناجاتِ اِمام زینُ العابدین علیہ السلام

J. اِقتصادیات

291. اِقتصادیاتِ اِسلام ﴿تشکیل جدید﴾
292. اِسلام کا تصورِ ملکیت
293. اِسلام اور کفالتِ عامہ
294. بلاسود بنکاری کا عبوری خاکہ
295. بلاسود بنکاری اور اِسلامی معیشت
296. معاشی مسئلہ اور اُس کا اِسلامی حل
297. اِسلامی نظامِ معیشت کے بنیادی اُصول
298. بجلی مہنگی کیوں؟ IPPs کا معاملہ کیا ہے؟
299. قَوَاعِدُ الإِقْتِصَادِ فِي الإِسْلَامِ
300. اَلْإِقْتِصَادُ اللَّارِبَوِيُّ وَالنِّظَامُ الْمَصْرَفِيُّ الإِسْلَامِيُّ

K. فکریات

301. قرآنی فلسفۂ انقلاب (جلد اول)
302. قرآنی فلسفۂ انقلاب (جلد دوم)
303. اِسلامی فلسفۂ زِندگی
304. منہاجُ الافکار (جلد اَوّل)
305. منہاجُ الافکار (جلد دُوم)
306. منہاجُ الافکار (جلد سوُم)
307. تحریکِ منہاج القرآن: ''اَفکار و ہدایات''
308. تحریکِ منہاج القرآن: اِنٹرویوز کی روشنی میں
309. تحریکِ منہاج القرآن کا تصورِ دین
310. خدمتِ دین کی توفیق
311. قرآنی فلسفۂ تبلیغ
312. مقصدِ بعثت انبیاء علیہم السلام
313. ہمارا دینی زوال اور اُس کے تدارک کا سہ جہتی منہاج
314. اِیمان پر باطل کا سہ جہتی حملہ اور اُس کا تدارُک
315. دورِ حاضر میں طاغوتی یلغار کے چار محاذ
316. اِسلام کا تصورِ اِعتدال وتوازُن
317. نوجوان نسل دین سے دُور کیوں؟
318. تحریکِ منہاج القرآن کی اِنقلابی فکر
319. روایتی سیاست یا مصطفوی اِنقلاب ...... !
320. بیداریِ شعور (ضرورت و اَہمیت)
321. پاکستان میں حقیقی تبدیلی - کیوں اور کیسے؟
322. سیاست نہیں - ریاست بچاؤ! پاکستان میں حقیقی تبدیلی (ضرورت و اَہمیت اور ممکنہ راستہ)
323. صدائے اِنقلاب (مجموعہ خطابات)
324. ڈاکٹر طاہر القادری کا پاکستان کیسا ہوگا؟
325. قیامِ پاکستان کی فکری ونظریاتی اَساس
326. اِجتماعی تحریکی کردار کے چار عناصر

327. اَہم اِنٹرویو
328. اِسلام کا تصوّرِ علم
329. علم ......توجیہی یا تخلیقی
330. مذہبی اور غیر مذہبی علوم کے اِصلاح طلب پہلو
331. تعلیمی مسائل پر اِنٹرویو
332. الجہاد الاکبر
333. حقیقتِ جہاد
334. جہاد بالمال
335. فرقہ پرستی کا خاتمہ کیونکر ممکن ہے؟
336. نظامِ مصطفیٰ (ایک اِنقلاب آفریں پیغام)
337. حصولِ مقصد کی جدّ و جہد اور نتیجہ خیزی
338. پیغمبرانہ جد و جہد اور اُس کے نتائج
339. پیغمبرِ اِنقلاب اور صحیفۂ اِنقلاب
340. قرآنی فلسفۂ عروج و زوال
341. باطل قوتوں کو کھلا چیلنج
342. سفرِ اِنقلاب
343. مصطفوی اِنقلاب میں طلبہ کا کردار
344. سیرتُ النبی ﷺ اور اِنقلابی جدّ و جہد
345. اَلتَّصَوُّرُ الْإِسْلَامِيُّ لِطَبِيْعَةِ الْبَشَرِيَّة
346. نَهجُ التَّرْبِيَّةِ الْإِجْتِمَاعِيَّةِ فِي الْقُرْآنِ الْكَرِيْم
347. مَعْهَدُ مِنهَاجِ الْقُرْآنِ

L. دستوریات و قانونیات

348. میثاقِ مدینہ کا آئینی تجزیہ
349. اِسلامی قانون کی بنیادی خصوصیات
350. اِسلامی اور مغربی تصوّرِ قانون کا تقابلی جائزہ
351. اِسلام میں سزائے قید اور جیل کا تصور
352. سیاسی مسئلہ اور اُس کا اِسلامی حل
353. تصوّرِ دین اور حیاتِ نبوی کا سیاسی پہلو
355. حضور ﷺ بحیثیت مصلحِ سیاست
356. فتنۂ خوارج ﴿تاریخی، نفسیاتی، علمی اور شرعی جائزہ﴾
357. اِسلامی ریاست میں غیر مسلم کے جان و مال کا تحفظ
358. نیو ورلڈ آرڈر اور عالمِ اِسلام
359. آئندہ سیاسی پروگرام
360. سياسي مسئلو ۽ انهي جو اسلامي حل (سندھی ترجمہ)

M. شخصیات

361. پیکرِ عشقِ رسول: سیدنا صدیقِ اَکبر ؓ
362. سیدنا صدیقِ اَکبر ؓ کا مقامِ قربت و معیت
363. فضائل و مراتبِ سیدنا فاروقِ اَعظم ؓ
364. حبِ علی ؓ
365. سیرتِ حضرت خدیجہ الکبری ؓ
366. سیرتِ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ
367. سیرتِ سیدۂ عالم فاطمۃ الزہراء ؑ
368. شہادتِ اِمام حسین ؑ (فلسفۂ وتعلیمات)
369. شہادتِ اِمام حسین ؑ (حقائق و واقعات)
370. شہادتِ اِمام حسین ؑ: ایک پیغام
371. شہادتِ اِمام حسین ؑ اور محبتِ اِمام حسین ؑ
372. ذبحِ عظیم (ذبحِ اسماعیل ؑ سے ذبحِ حسین ؑ تک)
373. اِمام ابوحنیفہ ؓ: اِمام الائمہ فی الحدیث (جلد اَوّل)
374. اِمام ابوحنیفہ ؓ: اِمام الائمہ فی الحدیث (جلد دوم)
375. اِمام ابوحنیفہ ؓ: اِمام الائمہ فی الحدیث (جلد سوم)
376. صحابہ کرام اور اَئمہ اہلِ بیت ؓ سے اِمام اَعظم ؓ کا اَخذ فیض
377. اِمام اَعظم ؓ اور اِمام بخاریؒ (نسبت وتعلق اور وجوہاتِ عدمِ روایت)
378. تذکرۂ مسانیدِ اِمامِ اَعظم ؓ
379. اِمام اَعظم ؓ کے تلامذہ میں جلیل القدر اَئمہ حدیث
380. اِمام اَعظم ؓ کی اِمامت و ثقاہت (ائمہ و محدّثین کی نظر میں)
381. شاہ ولی اللہ محدث دِہلوی اور فلسفۂ خودی

382. حضرت مولانا شاہ اَحمد رضا خاں (بریلوی) کا علمی نظم
383. اِقبالؒ کا خواب اور آج کا پاکستان
384. اِقبالؒ اور پیغامِ عشقِ رسول ﷺ
385. اِقبال اور تصوّرِ عشق
386. اِقبال کا مردِ مومن
387. تذکرۂ فرید ملّتؒ (مجموعہ مضامین)

N. اِسلام اور سائنس

388. اِسلام اور جدید سائنس
389. تخلیقِ کائنات (قرآن اور جدید سائنس کا تقابلی مطالعہ)
390. اِنسان اور کائنات کی تخلیق و اِرتقاء
391. اَمراضِ قلب سے بچاؤ کی تدابیر
392. شانِ اَولیاء (قرآن اور جدید سائنس کی روشنی میں)

O. حقوقِ اِنسانی اور عصریّات

393. اِسلام میں اِنسانی حقوق
394. حقوقِ والدین
395. اِسلام میں خواتین کے حقوق
396. اِسلامی معاشرہ میں عورت کا کردار
397. اِسلام میں اَقلیتوں کے حقوق
398. اِسلام میں بچوں کے حقوق
399. اِسلام میں عمر رسیدہ اور معذور اَفراد کے حقوق
400. فروغِ اَمن اور اِنسدادِ دہشت گردی کا اِسلامی نصاب: ریاستی سکیورٹی اِداروں کے افسروں اور جوانوں کے لیے
401. فروغِ اَمن اور اِنسدادِ دہشت گردی کا اِسلامی نصاب: اَئمہ، خطباء اور علماء کرام کے لیے
402. فروغِ اَمن اور اِنسدادِ دہشت گردی کا اِسلامی نصاب: اَساتذہ، وکلاء اور دیگر دانشور طبقات کے لیے
403. فروغِ اَمن اور اِنسدادِ دہشت گردی کا اِسلامی نصاب: طلبہ و طالبات کے لیے
404. فروغِ اَمن اور اِنسدادِ دہشت گردی کا اِسلامی نصاب: سول سوسائٹی کے جملہ طبقات کے لیے
405. اِسلام میں محبت اور عدمِ تشدد

P. سلسلہ تعلیماتِ اِسلام

406. سلسلہ تعلیماتِ اِسلام 1: تعلیماتِ اِسلام (ہدایاتِ زندگی کا مختصر نصاب)
407. سلسلہ تعلیماتِ اِسلام 2: اِسلام
408. سلسلہ تعلیماتِ اِسلام 3: اِیمان
409. سلسلہ تعلیماتِ اِسلام 4: اِحسان
410. سلسلہ تعلیماتِ اِسلام 5: طہارت اور نماز
411. سلسلہ تعلیماتِ اِسلام 6: روزہ اور اِعتکاف
412. سلسلہ تعلیماتِ اِسلام 7: حج اور عمرہ
413. سلسلہ تعلیماتِ اِسلام 8: زکوٰۃ اور صدقات

Q. English Books

414. The Glorious Qur'an (English Translation of Irfan-ul-Qur'an)
415. The Glorious Qur'an (English Translation of Irfan-ul-Qur'an without Arabic Text)
416. Qur'anic Concept of Human Guidance
417. Islamic Concept of Human Nature
418. Islam on Mercy & Compassion
419. Muhammad ﷺ: The Merciful
420. Prophetic Virtues & Miracles (*al-Minhaj al-Sawi* [Part I])
421. Righteous Character & Social Interactions (*al-Minhaj al-Sawi* [Part II])
422. *Mawlid al-Nabi* ﷺ: Celebration and Permissibility
423. The Ghadir Declaration
424. Fatima ؓ: The Great Daughter of Prophet Muhammad ﷺ
425. The Awaited Imam

453. Legal Character of Islamic Punishments
454. Legal Structure of Islamic Punishments
455. Classification of Islamic Punishments
456. Islamic Philosophy of Punishments
457. Islamic Concept of Crime
458. The Islamic State
459. Islam - The State Religion
460. Imam Bukhari and the Love of the Prophet ﷺ (Al-Hidayah Series: Volume 1)
461. Creation of Man
462. Qur'an on Creation and Expansion of the Universe
463. Creation and Evolution of the Universe
464. Islam on Prevention of Heart Diseases
465. Islamic Spirituality & Modern Science (The Scientific Bases of Sufism)
466. Peace, Integration & Human Rights
467. Clarity Amidst Confusion: Imam Mahdi and End of Time
468. Islam and Freedom of Human Will
469. Teachings of Islam Series: Peace and Submission
470. Teachings of Islam Series: Faith
471. Teachings of Islam Series: Spiritual & Moral Excellence
472. Teachings of Islam Series: Purification & Prayer
473. Teachings of Islam Series: Fasting and Spiritual Retreat
474. Teachings of Islam Series: Hajj and Umra
475. Teachings of Islam Series: Zakah and Charity
426. Pearls of Remembrance
427. Islamic Concept of Intermediation (*Tawassul*)
428. Beseeching for Help (*Istighathah*)
429. Real Islamic Faith and the Prophet's Status
430. Sirat-ur-Rasul ﷺ, vol. 1
431. Greetings and Salutations on the Prophet ﷺ
432. Islam and Christianity
433. Introduction to the Fatwa on Suicide Bombings and Terrorism
434. Fatwa on Terrorism and Suicide Bombings
435. Relations of Muslims and Non-Muslims
436. The Supreme Jihad
437. Islam on Serving Humanity
438. Islam on Love & non-Violence
439. Islamic Curriculum on Peace & Counter-Terrorism: For Clerics, Imams and Teachers
440. Islamic Curriculum on Peace & Counter-Terrorism: For Young People and Students
441. The Vision for Green Revolution in Pakistan
442. Philosophy of Ijtihad and the Modern World
443. Ijtihad (meanings, application and scope)
444. Divine Pleasure (The Ultimate Ideal)
445. Qur'anic Philosophy of Benevolence (Ihsan)
446. Islamic Philosophy of Human Life
447. Islam in Various Perspectives
448. Islamic Concept of Knowledge
449. Islamic Penal System and its Philosophy
450. Islam and Criminality
451. Islamic Concept of Law
452. Qur'anic Basis of Constitutional Theory